شاہنامہ اردو

منظوم

باتصاویر

پبلشرز

بھاٹیہ بک ایجنسی سوتر منڈی

۱۹۲۲ء (لاہور) سمت ۱۹

در مطبع گردھر سٹیم پریس واقع لاہور طبع گردید

سراغرسانی کے زیر بحث ناولوں کی مختصر فہرست

قیمت	نام کتاب
۱۲	بہادر سراغرساں - جس میں ایک حسین عورت کا ڈاکوؤں کے پھندے میں پھنسکر اپنی عصمت کو بچانا - ڈاکوؤں کا قتل خون و چوری کرنا - ایک دیگر حسین عورت کا ڈاکوؤں سے مکر و کیتی کا کرنا بہادر سراغرساں کا اپنی جان پر کھیل کر ڈاکوؤں کو معہ عورت کے گرفتار کرنا - اور آر ایس ڈی کے راز کو روشنی میں لانا - ڈاکوؤں کی عیاری - چالاکی اور خفیہ پولیس کی ہوشیاری ایسے پیرایہ میں درج ہے کہ ایک ایک بیان سے بدن میں سنسنی پیدا ہوتی ہے -
۴	**جاسوسی جال یا ابلیس خون** - ایک حیرت انگیز اور چکر دار معاملوں سے بھرا ہوا ناول خونی ایک نہیں پورے بیس خون کرتا ہے - ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کو مار کر اس کی لاش کو صندوق میں بند کر کے تھانہ میں بھیجنا اور ساتھ ہی ایک چٹھی بنگال کے نامور جاسوس سردار گرجا کمار بابو کو لکھنا - کہ ایک ہفتہ کے اندر تم کو بھی جہنم میں بھیجکر تب بیس کی گنتی پوری کروں گا - اگر ہمت ہو تو پکڑ لو - پولیس کا ہزار سر پٹکنا مگر خونی کا گرفتار نہ ہونا - انسپکٹر پولیس اور جاسوسوں کی ناکامیابی - آخر سخت محنت کر کے گرجا کمار بابو کا خونی کو پکڑنا - خونی کی بیحد دلبری حمیدہ بانو خونی کی عورت کی چالاکی و مکاری - پہریدار کو جہنم رسید کر کے دونوں کا بھاگنا رات کے وقت تیر کر دونوں کا دریائے گنگا کو عبور کرنے کی کوشش کرنا - خونی کی دوسری عورت کا موقعہ پر پہنچنا - اور ایسے حسن کے دونوں کو غرق کرنے کی کوشش کرنا خونی کا بچ نکلنا اور پولیس کو تنگ کرنا جاسوس سردار اور خونی کا برابر جاسوس کی استعدی اور لاثانی بہادری - پیچ در پیچ معاملہ بمعاملہ آخر کار گرجا کمار بابو کا بجلی کی طاقت سے انکو گرفتار کرنا
	ایضاً حصہ دوم یعنی جادوگرنی کا جال - جس میں حمیدہ بانو کا اپنی جعلسازی سے ایک ہی رات میں پانچ پانچ خون کرنا - آخر میں حمیدہ بانو کا قید میں جا کر فوت ہونا ورثہ میں دوقتا پایا اور پھر گرفتار ہو جانا اور جاسوس سردار کا بہادری سے بابو کو معہ انکی عورت اور منتری کے قید کر رکھنا اور نامور جاسوس رابندر کا اپنی چالاکی سے رابندر بابو کو گرفتار کرنا

ملنے کا پتہ :- بھاٹیہ بک ایجنسی سوتر منڈی لاہور

شاہنامہ اُردو منظوم

باتصاویر

حسب فرمائش

سردار جے ایس سنت سنگھ بک سیلر لاہور و رام داس بھاٹیہ لاہور

سنہ ۱۹۲۲ء

مطبوعہ گردھر سٹیم پریس لاہور

لالہ لال چند بہل پرنٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرنامہ حمد خدائے کریم
کہ ہے کردگار غفور رحیم

کبھی دے فریدوں کو وہ دستگاہ
کرے گا جمشید کو وہ تباہ

جن و دیو انسان حور و پری
مہ و مہر اور زہرہ و مشتری

کیا اس نے پیدا یہ بالا و پست
زبردست ہیں یا ہیں اور زیردست

عجب اسکی قدرت عجب شان ہے
عیاں اس پہ سب راز پنہان ہے

بھرے دم حباب اسکا دریا میں
رکھے صبح ذکر اسکا ورد زباں

چمن میں کیا سرو آزاد فراز
بہار و خزاں سے ہوا بے نیاز

خداوند کون و مکاں ہے وہی
نگہدار خلق جہاں ہے وہی

اگر وہ نہ دے قوت و زور سے
تو پھر تیغ کوئی کیا کر سکے

توانا ہے وہ آپ اور زورمند
تو ہی ہے خداوند پست و بلند

گدا اور شہ اس کے فرماں پذیر
وہ سب کا ہے یاری وہ دستگیر

بلندی وہ خسرواں ہے وہی
بخشی بخش شاہنشہاں ہے وہی

کبھی ناتوانوں کو بخشے وہ زور
سلیماں کو گاہے کرے مثل مور

کئے اس نے قدرت سے پیدا تمام
نہاں تھے ہوئے وہ ہویدا تمام

بلند اس نے چرخ بریں کو کیا
فراخ اس نے یکسر زمیں کو کیا

پرستار اس کا ہے ہر اک غلام
کریں ذکر اس کا سبھی خاص و عام

کیا اسنے آراستہ باغ دہر
عنایت سے اسکی ہے گل شاد بہر

جہاندار ہے پاک پروردگار
پرستار اسکے ہیں سب تاجدار

دلیروں کو اسنے کیا ہے دلیر
کیا زیر شیروں کو اس نے ہے شیر

گدا کو وہ چاہے تو دے خسروی
ضعیفوں کو دم میں وہ کردے قوی

وہ بخشے جسے عزت و افتخار
تو ہے تاب کس کی کرے پھر خوار

تو اے منشی انسکی ہی کر التجا
کہ شاہ و گدا کا ہے حاجت روا

تو درگاہ میں اسکی ہو نوحہ خواں
تضرع کناں اور مناجات خواں

مناجات بدرگاہ حق سبحانہ تعالے

میں افتادہ بار بار سر خاک ہوں
ستم دیدۂ دور افلاک ہوں

یہ پھرتا نہیں بخت برگشتہ آہ
رکھے ہے یہ سرگشتہ شام و پگاہ

نگاہ کرم مجھ پہ کر یا خدا
مجھے بند رنج و الم سے چھڑا

دکھا اب بہار گل آرزو
پلا مجھ کو جام گل آرزو

گنہ بخش میرے کہ میں بیچارہ ہوں
پریشان ہوں اور سر افگندہ ہوں

نہیں اور کچھ مجھ کو عرض بیاں
ولیکن تمنا ہے یہ ہر زماں

نہ درگاہ سے اپنی رکھ نامراد
تو بر لا مراد اور کر مجھ کو شاد

شبستان دل کو مرے سر بسر
چراغ خرد سے منور تو کر

مری طبع ہو نکتہ داں یا الٰہ
معانی شناسی کی ہو دستگاہ

ستاتی ہے اب گردش روزگار
مجھے خوار رکھے ہے لیل و نہار

نہیں ہے کوئی اور فریاد رس
تو ہے داد خواہوں کا بس دادرس

ذرا کر تر و تازہ باغ مراد
میرا کر تو روشن چراغ مراد

گنہگار ہوں اور عصیاں شعار
ولے تو ہے غفار و آمرزگار

مجھے اپنے در کے سوا اور در
دکھا مت تو اے داور دادگر

کہ منت کش غیر ہرگز نہ ہوں
ترا ایک ممنون احساں رہوں

جہاں میں نہ رکھ دل پریشاں مجھے
نہ کر فکر روزی سے حیراں مجھے

مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے
در دانش دے گوہر عقل سے

مجھے بخش اب دستگاہ سخن
شتابی دکھا مجھکو راہ

مرے خامہ کو کر تو گوہر فشاں زباں کو مری کر فصیح البیاں
الٰہی مری اب دعا کر قبول بحق محمد طفیل بتول

نعت سرور کائنات جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر از مشک و عنبر نہ ہو کیوں دہاں ثنائے محمد ہے ورد زباں
وہ ختم رسل سرور نامور فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر

سر سروراں ہے وہ عالیجناب سپہر نبوت کا ہے آفتاب
جہاں جسکے دیں سے ہے روشن تمام ملا نور اسکا ہے دائم مدام

سر سروراں احمد مجتبےٰ رسول خدا سید انبیا
خردمند دانشور بے نظیر بسان مہ و مہر روشن ضمیر

سحاب سخا و محیط کرم ہمہ جود و خوش خلق و عالی ہمم
وہ مہر جہانتاب اوج جلال وہ سرو سر افراز باغ کمال

فروغ جہاں نور ایمان و دیں وہ شمع شبستان عین الیقیں
شفیع گناہاں بروز جزا کشایندۂ عقدۂ مدعا

فرازندۂ رایت سروری درخشندۂ خورشید پیغمبری
وہ ہے خاص خاصان پروردگار کہ جس نے کیا دین کو استوار

قدم اس نے معراج پہ جب رکھا تو پایہ بڑھا اور معراج کا
سپہر برین کے زہے خوش نصیب ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب

میسر ہوا جبکہ قرب حضور نظر اسکو آیا وہ تابندہ نور
تجلی کہیں جس کو اہل یقیں منور ہے جس سے زمان و زمیں

یہ بخشا اسے پایگاہ رفیع ہوئے جسکے شاہان عالم مطیع
گرامی و اشرف ہے اس سا نہیں غرض اسکی لولاک ہے شان میں

کروں اسکے اصحاب کا اب بیاں کہ ہیں صاحب عزت و فخر شاں
ابو بکر و عثمان والا گہر عمر اور علی وہ شہ نامور

کرے اب جو اوصاف کا کچھ بیاں نہ طاقت قلم میں نہ تاب زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر یہ ہے عرض میری کہ شام و سحر

معین اور یاور ہو یا مصطفےٰ مرے دل کے بر لاؤ تم مدعا
گنہگار ہوں میں بروز حساب مری کیجیو تم شفاعت شتاب

یہ نسبتی تمہارا ہے کمتر غلام کرم اسپہ اپنا رکھو صبح و شام

در تعریف ابوالنصر محمد معین الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

لکھ اے خامہ اب مدح شاہ جہاں شہنشاہ جمجاہ صاحب قراں

جہاندار اکبر شہ بے نظیر خداوند تاج و کلاہ و سریر
فروزندہ خورشید برج شہی گرامی دُر درج شاہنشہی

ہمایوں خصائل شہ نامور خجستہ شمائل فرشتہ سیر
جہانبان دین پرور و حق پژوہ حقائق شناس و شہ والا شکوہ

محبت رکھے ہے وہ درویش سے مروت ہے اسکو وفا کیش سے
شناور ہے دریائے عرفان کا دل اسکا ہے مثل گہر پر صفا

حقیقت کروں علم کی کیا بیاں نہیں اسکے ہم سنگ گوہر گراں
فزوں شفقت و خلق و ہمت بلند مروت میں یکتا شہ ارجمند

خدیو زماں شاہ عالی وقار شہ داد گر خسرو نامدار
جہاں پرور و کامبخش جہاں سر سرفرازان کس بیکساں

در دولت شاہ عالم پناہ فقیر و غنی کا ہے امیدگاہ
سنے کام یاں ہر کسی کا شتاب یہاں آ کے ہر کوئی ہو کامیاب

یہ وہ بارگاہ ہے کہ امیدوار نہ محروم یاں سے گیا زینہار
سخاوت میں دیکھا تو سمجھا سحاب حضور انکی خجلت سے ہے غرق آب

کف جود سلطان والا گہر گہربار رکھتا ہے شام و سحر
اگرچہ ہو زباں ہر دل سے خطا لبے عفو از روے لطف و عطا

جہاں سرکشاں ہوویں سجدہ کناں وہ ہے آستان [illegible]
[illegible] [illegible]

تو یہ رتبہ شمس ہوتا کبھی اٹھاتا نہ گر اس کی [illegible]
ہوا کب ہے سایہ [illegible] [illegible]

عطارد ہے منشی جہاندار کا سپاہی ہے مریخ سرکار کا
جہاں مشتری کرم طالع مری تو اسکو میسر سعادت ہوئی

وہیں دیو تجربت میں آئے تمام
کیا عزم رزم شہ نیک نام
فراہم ہوئے وہ پئے جنگ شاہ
ادھر سے ہوا شاہ کی کینہ خواہ

جو سرکردہ دیو تھی تھا فوج کا
سو اس دیو سرکش کا ملونام تھا
صف آرا ادھر تھے وہ خونخوار دیو
ادھر تھے دلیران گیہاں خدیو

بہم جنگجو ہر دو لشکر ہوئے
ہزاروں میداں سے واں سر کٹے
وہ غو شاہ کے جب مقابل ہوا
تو غو کا شہنشاہ قاتل ہوا

بہ یک گرز تو بڑا اسر کینہ خواہ
دکھائی عدم کی وہاں اسکو راہ
رہے زندہ میداں میں اور جو دیو
انہیں قید کرلے گیا وہ خدیو

پھرا رزمگہ سے جو ہو فتحیاب
کیا حکم تب شاہ نے یوں شتاب
کرو قتل دیوؤں کو یکدست اب
لگے کہنے دیوان خونخوار تب

گرہ ہوئے جاں بخشی اے تاجور
تو سکھلا دیں ہم ایک طرفہ ہنر
پذیرا کیا شاہ نے التماس
وہ لائے دوات و قلم شہ کے پاس

شہنشہ کو لکھنا سکھایا وہیں
وہ حرفوں کا پڑھنا بتایا وہیں
شہنشہ نے سی سال کی تاوری
رہے اسکے محکوم دیو و پری

بیان احوال سلطنت جمشید

ہوا بعد اس کے وہ فرمانروا
پسر تھا جمشید طہمورث کا

جہاندار جمشید عالی وقار
خردمند و دانشور و ہوشیار
خداوند اورنگ شاہنشہی
سپہدار اقلیم فرماں دہی

دلیر و قوی زور و آفاق گیر
ہر اک شاہ تھا اسکا فرماں پذیر
شجاعت بہت خوب ہمت بلند
اور اقبال و دولت سے تھا ارجمند

بیاں سے فزوں اسکا جاہ و حشم
سدا خلق پر اسکا لطف و کرم
ہنرمند و آگہ و دل فنوں
فراست سے ہر چیز کا رہنموں

فن پارچہ بافی و کشتکار
کیا شاہ جمشید نے آشکار
قز و خز و دیبا و ریشم کتاں
زرہ جوشن و تیغ و برگستواں

ہوا عہد میں اسکے پیدا یہ سب
ہوئے اس جہاں بیچ پیدا یہ سب
زراعت کے قابل نہیں تھی جہاں
سوا اسکے جس جا تھا آب رواں

کیا شاہ نے مردم کو مسکن گزیں
ہوا ہر کوئی ہر مکاں میں مکیں
سزاوار ہر شخص کے ہر مکاں
یہ حکم اور کیا یہ بعد ازاں

کہ اب اس مکاں میں فراغت کرو
و بے شغل و بیکار ہرگز رہو
یہ دیووں کو ارشاد پھر واں کیا
کہ تم طرز نقشہ مکانات کا

سکھاؤ یہاں مردماں کو تمام
کہ کرنے لگیں سب عمارت کا کام
ہوا جبکہ حکم شہ نامدار
ہوئے دیو تب ہی مشغول کار

وہ حمام اور قصر و ایوان و کاخ
بنائے گزین و بلند و فراخ
بنائے گچ و خشت اور سنگ سے
طرحدار و پیچ پیچ ہر رنگ سے

بہت دلکشا اور بہت استوار
سراپا لطافت سراپا بہار
پھر اک تخت شہ نے مرتب کیا
بیاقوت و گوہر غرض سب کیا

اور اس تخت پر بیٹھتا تھا مدام
بہے تھا سدا خرم و شادکام
کبھی حکم کرتا وہ یوں دیو کو
بدوش ہوا تخت کو لے چلو

غرض دیو لے دوش پر لیکے تخت
جہاں چاہتا وہ شہ نیکبخت
پہنچتا وہاں ایک دم میں بشوق
نہ تھا دل میں اندیشۂ تحت و فوق

شہنشہ نے کشتی بھی تیار کی
محیط جہاں میں یہ پہلے نہ تھی
سر سال کا ہے یہ نوروز نام
سوا اسکے ہے موجد شہ ذوالکرام

جب آیا یہ نوروز عشرت قریں
تب اک جشن ترتیب کرتا وہیں
وہیابی و نغمہ ہوتا وہاں
غرض عیش کرتا وہ شاہ جہاں

جن و انس و دیو و پری کو تمام
گہر بخشتا خسرو نیک نام
بعیش و طرب ہفتصد سال تک
رہا حکمراں شاہ زیر فلک

رہی خلق آسودہ و بے خطر
بہت خرم و شاد شام و سحر
نہ بے شغل کوئی نہ بیکار تھا
کوئی درد مند اور نہ بیمار تھا

نہ تھا کوئی رنجور اس دور میں
ہے مرگ بھی دور اس دور میں
جو گذرے برس سات سو اسطرح
کیا ہے بیاں بیٹھے یاں جسطرح

تو شہ سے ہوا دور دانش و نور
ہوا شاہ کے دل میں پیدا غرور
یکایک جو اپنی طرف کی نظر
کہ جاہ و حشم ہے مرا اسقدر

تو آیا وہیں دل میں جمشید کے
کہ ہمسر ہوں میں ماہ و خورشید کے
بجاہ و حشم زیر چرخ بریں
برابر کوئی اپنے دیکھا نہیں

اکابر جو تھے انکو کرکے طلب
یہ جمشید لایا زباں پر کہ اب
بتاؤ کہ دنیا میں ہے کوئی شاہ
کہ جس کا برابر مرے ہوئے جاہ

خداوند اورنگ و افسر ہو تمہیں
جہاندار سب شاہ زیر نگیں
جہاں کو کیا تو نے آراستہ
جہاں سے ہوا رنج برخاستہ

خور و خواب و آرام اہل جہاں
جمعیت خاطر مردماں
نشاط و خوشی نغمہ و جام سے
ہوئی ہے سبب سے ہر ایک شے

جہاں میں ہوا تجھ سے پیدا ہنر
نہیں کوئی تجھ سا شہ نامور
سنا جبکہ جمشید سے یہ سخن
لگے کہنے دانشوران زمن

کہ بس تو ہے بخشندہ دادگر
نہیں اور تجھ سا کوئی تاجور
دلے ذہن سمجھے یہ یزداں شناس
کہ جمشید حق سے ہوا ناسپاس

ہوا حصہ اس سے بس اقبال و بخت
نصیبوں سے اسکے گیا تاج و تخت
کوئی دیکھتا ہے یہ روز بد
ہوئی فر و فرماندہی اسکی رد

وہ فرمانبراں شہ نامدار
کنارہ لگے کرنے بے اختیار
خفا ہو گئے شہ سے یکبار سب
غرض اٹھ گئے دل سے ڈر اور ادب

شہنشہ کے دل میں یہ آیا ہراس
وہیں اڑ گئے اسکے ہوش و حواس
یقیں ہو گیا یہ کہ یزدان پاک
مقرر ہوا مجھ سے اب خشمناک

لگی دولت اس شہ سے منہ پھیرنے
لگی اسکو بیداد الہی گھیرنے
جہاندار جمشید انجام کار
ہوا بس تباہ اور پریشان و خوار

گرفتار قہر الہی ہوا
جدا شاہ سے تخت شاہی ہوا
ملا الغرض خاک میں تخت جم
ہوا ایسا تھا کہ پھر تخت جم

احوال سلطنت ضحاک تازی

لکھوں آگے ضحاک کی داستاں
کروں اسکی اب سلطنت کا بیاں

سپہدار تھا صاحب تازی بنام
شہ کامراں خسرو ذوالکرام
کہ تھا تازیاں میں وہ فرمانروا
رعیت نوازی میں مشغول تھا

ہزاروں پرند اشتر و گاو میش
رکھے تھا بسیار و خندہ کیش
شب و روز ان چارپایوں کا شیر
غریبوں کو دیتا شہ بے نظیر

پسر ایک تھا اسکا ضحاک نام
جوان و دلیر و بلند احتشام
رکھے اسپ تازی تھا وہ سہزار
بڑا جاہ تھا اور بڑا اقتدار

حضور اسکے ابلیس بادست گو
ہوا حاضر اکدن بشکل نکو
گزارش کیئے نقش میں کی آنکر
کہ دلچسپ اور لغو قصیں سر بسر

وسے تھا فریب اسمیں یکسر بھرا
خدع سے سخن کوئی خالی نہ تھا
مسرت تھا ضحاک جو عقل سے
ہوا خرم و شاد اس نقل سے

لگا کہنے ابلیس سے اور بھی
بیاں کر لطیفہ بلطف و خوشی
وہ بولا کہ اے شاہ فرخ نہاد
سخن خوب تر ایسے ہیں مجھکو یاد

ولیکن میں کہتا ہوں اس شرط سے
کہ گر عہد اور قول دے تو مجھے
کہ جو کچھ کہوں میں کرے تو وہی
کسی سے نہ یہ راز کھولے کبھی

قسم کھا کے ضحاک نے پھر شتاب
دیا اس کو گفتار کا یہ جواب
یہ مذکور کیا جو ترے راز کو
کروں ظاہر اے مرد فرخندہ خو

ہوا جبکہ ابلیس میں عہد استوار
یہ ابلیس بولا کہ اے نامدار
جو مرتاض تازی ہے تیرا پدر
تو اس کو شتابی کہیں قتل کر

کہ تیرے جہاں اور تیرا باپ پیر
یہ تجھ کو ہے زیبندہ تاج و سریر
یہ سنکر ہوا دل کو آگ اسکے درد
لگا کہنے اس سے کہ اے نیکمرد

یہ گفتار گو ناپسندیدہ ہے
نہ میزان دانش میں سنجیدہ ہے
رہے دین و دانش سے جو دور ہو
وہ بیداد کیش مجھ کو منظور ہو

کہی شاہزادے نے یہ بات جب
یہ بولا وہ ابلیس ناپاک تب
اگر اس کام سے تو کرے درگذر
پدر سے تو ہوئے اپنے نامور

ہے پیری گرد پہ سوگند خند
تو ہو خوار اور تجھ کو پہنچے گزند
نہ خون پدر اس کو منظور تھا
ولیکن وہ ناچار مجبور تھا

یہ پوچھا کہ کس طرح کیجے ہلاک
بتا کوئی تدبیر بے خوف و باک
لگا کہنے پھر وہ کہ اے نامدار
یہ کچھ کام مشکل نہیں [illegible]

کنواں ایک اس شاہ کی راہ میں
کرو کندہ تا وہ گرے چاہ میں
مکان ایک بیرون دولتسرا
شہ نامور نے کیا تھا بنا

وہ شہ اس مکاں میں پئے طرب
عبادت کو جاتا تھا ہنگام شب
ستمگار ناپاک نے ایک چاہ
کیا کندہ وہیں سر راہ شاہ

کیا اسکو غش پوش پھر سر بسر
شہ نامور کو نہ تھی کچھ خبر
گیا جب ادھر کو تو ہیں راہ میں
گرا شاہ آزاد اس چاہ میں

گئے لوٹ اسکے سر دست و پا
ہوا قید ہستی سے دم میں رہا
وہ ضحاک بے رحم و بیداد گر
سر تخت بیٹھا بجائے پدر

پھر ابلیس بدذات نے یوں کہا
کہ صد شکر اے شاہ کشور کشا
ہوا میری تدبیر سے اب تو شاہ
مبارک تجھے تخت و تاج و کلاہ

مری دانش و عقل و تدبیر پر
عمل تو کرے ہر شب و روز گر
تو ہو بادشاہ ہفت اقلیم کا
خداوند ہو تخت و دیہیم کا

سراسر جہاں کی تجھے خوبیاں
میسر ہوں اے بادشاہ جہاں
یہ سنکر ہوا شاد ضحاک شاہ
تملق لگا کرنے شام و پگاہ

نوازش بہت اسپہ مصروف کی
کلید خورش خانہ پھر اسکو دی
خوراک اور جز میوہ نان و دال
تھی اندنوں بہر اہل جہاں

خورش خانۂ خسرو نامور
ملا جبکہ اسکو تو شام و سحر
پکانے لگا نغز و خوشتر طعام
مزیدار خورش ذائقہ پر طعام

وہ تیار کر پیش فرمانروا
کبھی مرغ لاتا کبھی چارپا
پکا اکدن بیضۂ مرغ دال
خورش کو وہ لایا تو شاہ جہاں

ہوا کھا کے اسکو بہت شادکام
کہ تھا خوشتر و نغز نیکو طعام
ز روئے طرب شاہ نے کی آفریں
یہ سنکر کیا عرض اسنے وہیں

کہا اے قدرداں شاہ فرخ سیر
خورش لاؤنگا اس سے کل نغزتر
تو خوش وہ سے روز پھر شاد شاد
حضور جہاندار فرخ نہاد

بصد لطف کبک و تذرو سفید
پکانے گیا با دل پر امید
وہ ضحاک نے جبکہ کھایا طعام
نہایت ہوا خرم و شادکام

ز بس کی عنایت کہا یوں کہ اب
جو کچھ چاہئے مجھ سے کر تو طلب
کیا عرض ابلیس نے پھر شتاب
کہ اے شاہ ضحاک عالیجناب

مری آرزو ہے کہ شام و پگاہ
کہ دوں ایک بوسہ سر کتف شاہ
یہ رتبہ نہیں گرچہ میرا و لے
مگر شوق ہے لطف و عنایات سے

برآئے مرادا تھا کیا عجب
مجھے کامیابی ہو باصد طرب
یہ ضحاک بولا کہ اے نیکخو
ترے دل کی بر لاؤں یہ آرزو

نوازش سے تجھکو کروں ارجمند | کہ ہو نام تیرا جہاں میں بلند
یہ کہکر وہ کھول کتف اپنے بس | ہوئی دلمیں ابلیس کے تھی ہوس
جو کتف اپنے شہ نے برہنہ کئے | تو شیطان نے اُسپہ بوسے دئے
دئے جبکہ بوسے سر کتف شاہ | ہوئے وہیں پیدا دو مار سیاہ
یہ کردار بد کرکے وہاں آشکار | نظر سے وہ غائب ہوا نابکار
جہاندار ضحاک حیران ہوا | بہت اپنے دلمیں پشیماں ہوا
کیا چارہ دانشوروں سے طلب | لگے کرنے تدبیر و تجویز سب
پر اس درد کا کچھ نہ پایا علاج | کسی کو بھی اسکا نہ آیا علاج
پھر اتنے میں ابلیس پیدا ہوا | بشکل طبیباں ہویدا ہوا
وہ آکر حضور شہ نامدار | لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار
ہوا وہ ملا جو نصیبوں میں تھا | نہیں دفع ہوتی یہ ہرگز بلا
تیری زندگی اب تو دشوار ہے | وہ چارہ سازی سے ناچار ہے
ہوا سکے ضحاک اندوہگیں | لگا کرنے فریاد و زاری وہیں
یہ کہنے لگا پھر یہ زشت نہاز | کہ اے مرد فرزانہ چارہ ساز
کسی طرح سے چارہ سازی تو کر | شتابی سے عاجز نوازی تو کر
کیا شاہ نے جب بہت انکسار | تو بولا وہ پھر یوں کہ اے نامدار
نہیں اس سے چارہ کوئی اور اگر | کہ سانپوں کو دے آدمی کا تو مغز
تیری جان کو پھر نہ پہنچے گزند | رہے پھر نہ تو اسقدر دردمند
بتایا جو ابلیس نے یہ علاج | لگا کرنے دائم خداوند تاج

آمدن سلطنت ایران بدست ضحاک

در آوارہ شدن جمشید و رسیدن تنہا در شہر زابلستان بلباس دیگر و شناختن اورا دختر والئے زابلستان و عقد بستن با او

یہ ہر ملک و کشور میں پہنچی خبر | کہ ضحاک شاہنشہ تاجور
رکھے ہے دو مار سیاہ اپنے پاس | جسے دیکھ اُڑتے ہیں ہوش و حواس
یہ ہیبت ہوئی شاہ کی دہر میں | لگے ڈرنے لگے لوگ ہر شہر میں
بزرگان ایران کے جمشید سے | ہوئے منحرف تھے سو وہ آنکے
ہوئے پیش ضحاک حاضر سبھی | کمر خدمت باندھی پئے بندگی
بیاں کرکے احوال ایراں تمام | کیا عرض کہ اے شہ ذوالکرام
اگر فوج سرکار جاوے اُدھر | تو ہاتھ آوے وہ ملک بھی زودتر
یہ سُنکر وہیں لشکر بیکراں | کیا شاہ نے ساتھ انکے رواں
وہ جمشید بھی آ مقابل ہوا | ملے کام دل کچھ نہ حاصل ہوا
شکست اُسنے کھائی ہنگام جنگ | گریزاں ہوا شاہ جم بیدرنگ
جو اقبال اور بخت برہم ہوا | تو جم اور تباہ لشکر جم ہوا
رہا کوئی بھی پھر نہ ہمراہ جم | کسی سمت تنہا گیا شاہ جم
ہوا شاہ ضحاک ایراں کا شاہ | ہوا وہ نصیبا اسکے تاج و کلاہ
کئے لوگ ضحاک نے پھر رواں | کہا یوں شہ جم کو پاؤ جہاں
اسے قید کرکے یہاں لاؤ تم | تفحص کناں ہر طرف جاؤ تم
کروں پھر ہر اک کا میں تیغز لب | زر و گوہر و لعل انعام دوں
ہر اک طرف سے پھر طرفدار کو | گیا وہیں حکم شہ نامجو
کہ لاوے اُسے جو گرفتار کر | رضامند میں اُس سے ہوں بیشتر
بڑا رتبہ اُسکا ہو پیش حضور | غم و فکر دنیا سے ہے دل بدور
ستم دیدۂ چرخ پر فتنہ جم | شب و روز با خاطر پر الم
سوئے والئے کہ آوارہ تھا | نہایت غریب اور بیچارہ تھا
ہر اک سے چھپاتا تھا وہ آپ کو | نہ ہرگز جتاتا تھا وہ آپ کو
پہ بیدار مردم سے پوشیدہ تھا | کہ آفت رسیدہ و غمدیدہ تھا
غرض رفتہ رفتہ بصد رنج و غم | گیا زابلستاں میں وہ شاہ جم
سپہدار اور رنگ زابل کا شاہ | اسکے ایک تھی دختر رشک ماہ
سرا مہر سے حسن میں خوب تھی | دلآرام و دلدار و محبوب تھی
وہ زلف دوتا اُس کی دام بلا | گرفتار جن کا نہ ہوئے رہا
وہ ابرو تھے یا تیغ براں تھے | وہ مژگاں نہ تھی بلکہ پیکاں تھے
کئے سینکڑوں اک نگاہ سے ہلاک | ہزاروں ملائے تھے خون و خاک
وہ قامت کہوں یا قیامت کہوں | قیامت سے بالا وہ قد کیا کہوں
کہوں کیا کہ رفتار نے کیا کیا | کہ ہر گام پہ فتنہ برپا کیا

تو بیٹھا ہے اک تیوں بر برنجر
بس اب دیکھ کر اس پرستار کو
کیا جب طلب اُس نے جمشید کو
کیا جم نے جانے میں آخر عذر
کہ تجھے جان سے ہے گرامی مجھے
غرض شوق سے تو یہاں آ شتاب
اور اب اُسکو دیکھا تو شیدا ہوا
شہ جم کے رکھ ہاتھ ہیں اپنا تھا
کنیزان گل چہرہ آئی وہاں
کیا شیشہ و جام پھر واں طلب
جو حکم اس پری چہرہ نے لیا کیا
برسم شہاں جو ہوا بادہ کش
کہا پھر یہ جمشید سے ایجوان
لگی کہنے پھر یوں وہ رشک قمر
دیا شاہ جمشید نے یہ جواب
عجب چیز ہے بادہ اے نازنیں
کرے دم میں یہ بزدلوں کو دلیر
کو رش کے کرنے کو دلیوہ کرے
تو بس مجھ کو تھی راہ کی ماندگی
کہ جمشید شاہ جہاں ہے یہی
بیکا یک یہ خاطر گذرا کہ اب
ہوا اتنے میں گلشن کی دیوار پر
کوئی شوق سے جیسے پیدا و گم
جو یوں بیٹھے دیکھے کہ باہم
تو فرمائے اسمیں سے ہمدم جسے
کہ زن پیشہ ہستی کرے شق کار
وہ لے ہمسری ہم سے کیا ایسے

تو ٹھہرا ہے کیوں یاں سے ہیں آنکل
تجھے یاد ہے آئی لے نیکجو
تو سوچا یہ جمشید فرخندہ جو
ولیکن وہ بولی عذر کچھ نہ کر
بہت پاس خاطر ہے بیہال سے
کہ شاہ بھی ہے اور سرو قد بھی
اثر عشق کا دل میں پیدا ہوا
خراماں چمن میں ہوئی اُسکے ساتھ
ہر اک جم کے آگے وہ سجدہ کناں
ہوا دور عیش و نشاط و طرب
تو پھر جام ساقی نے جم کو دیا
یہ کہنے لگی جی میں وہ حور وش
رہ دور سے اب تو آیا یہاں
تجھے خواہش بادہ ہے اسقدر
کہ ہے بیشتر بہر سیل شراب
کر دیوے کرے دور کلفت وہیں
بچے ہے جو کوئی کرے کار شیر
غم دل کو بس دور بادہ کرے
تشنہ ہوئی بادہ ناب کی
جہاندار شاہ شہاں ہے یہی
شبیہ شہ جم کروں میں طلب
پڑی اس پری چہرہ کی جو نظر
ہلے لب یار سے لب بہم
تو کچھ شرم سی آگئی بیش جم
کروں صید اسکو میں اک تیر سے
بہر کر بیشیاستی تو اب زینہار
کہے ہمسری گر تو بیچا کرے

نگاہ اس کنیزک پہ مائل ہوا
اگر تجھ کو ہے آرزوئے شراب
تو جاؤں میں پیش بت دلستاں
پدر ہے مرا شاہ زابلستاں
مجھے ہے یہ پرواہ کی عذر غیب
سنا تھا یہ جمشید سے بیشتر
گیا باغ میں شاہ جم پھر وہیں
گئی سیر کرتی وہ اک حوض پر
بحکم پری روبشک و گلاب
کہا نازنیں نے کر اب بیدرنگ
گئے نوش جم نے پیالے تمام
کہ ہے یہ جواں یگانہ و شاہ
ترے واسطے ہوئے حاضر طعام
کہ جز بادہ تو کچھ نہیں چاہیے اور
کبھی گر نہ پاؤں تو بیتاب ہوں
دل تیرہ کو روشنائی ہے مے
جو ہو پیر فرتوت بھی بادہ کش
کرے رفع سب ماندگی بے سخن
کہا جب فصاحت سے جم نے سخن
لگی کہنے جی میں یوں اتمان
کسی سے کہا یوں کہ جاؤ سبھی
تو دیکھا کہ بیٹھے ہیں کیوں دو
وہ دونوں تھے سرگرم راز و نیاز
طلب کرکے پھر دو میں تیر و کماں
شہ جم یہ بولا کہ اے نازنیں
اگر ایک زن ہو شجاع و دلیر
کہ فن زن ہی آخر کو ادھر مرو

ادھر محبت سے ترا دل ہوا
تو اس باغ میں لے جواں آ شتاب
سیاہ ابلا کوئی آئے یہاں
میں اُسکی ہوں اک دختر رستاں
جسے چاہوں اسکو کروں میں طلب
کہ اک وقت ہے رشک شمس و قمر
ہوئی شاد و خرم بہت نازنیں
ہوئی خوش شہانہ پہ جلوہ گر
شہ جم کے پھر پاؤں دھوئے شتاب
پلاؤ اسے بادۂ لالہ رنگ
ہوا دور اندوہ دل سے تمام
کیا چرخ نے لیکن اس کو تباہ
وہ بولا کہ تم اور دو مجھ کو جام
نظر آئے مجھ کو عجب بہتر طور
ہیں یہ بیسے بادہ نایاب ہوں
جسے کرنت ہو مومیائی ہے مے
تو ہووے جواں پی کے اسے حور وش
لگے مے سے خوشتر بہار چمن
گماں لگی تب وہ رشک چمن
کہ کیونکر یقیں ہوا ہے گماں
مرے باپ سے لاؤ جم کی شبیہ
ملاکر بہم اپنی منقار کو
تو ہے ناز و ادا و ہر سو تھا ناز
لگی کہنے جمشید سے یوں کہ ہاں
جہاں مرد ہوں اُنمیں لازم نہیں
تو ہی اپنے نزدیک ہو مثل شیر
شعور زناں ہو ہوش مرد ابا ہنر کرو

دلیری و تدبیر و زور و ہنر
پہ شنکر پری وہ ہوئی شرمگین
کمان ہاتھ سے جم کے آگے رکھی
تو پھر دل جو چاہے اُس کو لائے
او پری وش بھی اس ہنر کو پا گئی
کمان سے ہوا تیر جس دم رہا
نہ تھی زور تھی نازنیں کی کمان
لگی جا ہیں کہنے کہ کیا احتیاج
غرض قوت و زور جم دیکھ کر
تصور میں جم کے پیا پھر شتاب
کبوتر جو بیٹھا ہے پھر آن کے
مراد وہ ہم آغوش ہو شوق سے
سمجھ یہ گیا شاہ جم بھی وہاں
کہا اس نے یہ ماجرا یک قلم
جو دیکھا تھا طالع میں تیرے سو آب
نہ کر دیر ہو وصل سے کامیاب
سنا اُس نے دایہ سے جب یہ سخن
یہ دایہ سے بولی جو تم نے کہا
بہ دولت سے جم کی مقابل ہوئی
تو اورنگ و دیہیم کو پا و کر
پری رو نے دیکھا جو یہ حال جم
پسند ہے دلچسپ بزم طرب
یہ کہنے لگا جم کہ اے گلبدن
سو پریاں کی جو میرے لگا
لگا دینے دل اب بے اختیار
کیا شاہ جمشید کو یوں تباہ

رکھے مرد سے زن سوا ان بیشتر
عرق آگیا چہرے پر بس وہیں
کیا مدد رہی اور بہت عاجزی
بصد شوق ہمبستر اپنا کر دل
یہ بات اُسکے جی میں حیا نہیں آگئی
گری بادہ بیہل ہو تیر اُٹ گیا
کہ زابل میں تھے جقدر پہلوان
شبیہ شہ جم کو دیکھو نہیں آج
ہوئی آفریں خواں وہ رشک قمر
پری چہرہ نے ایک جام شراب
نشانہ کروں تیر کا گر اُسے
کروں اسکو ہمخوابہ میں شوق سے
کہ میری طلبگار ہے نازنیں
نگاہ کی دایہ نے وہیں سوئے جم
ہوا آشکارا بالطاف رب
خوشی سے ہو ہمبستر اسکی شتاب
ہوئی اور دیوانہ وہ سیم تن
نہ روئے کرم رحمت لائے خدا
تو لبیں باعث فرحت دل ہوئی
دل پر الم سے کیا نالہ سر
تو پوچھا کہ کیوں تو نے کی چشم نم
یہ ہو وقت گریے کا کیا ہے سبب
جو دنیا میں ہیں عاقل و ہوشیار
تو دیکھی شبیہ جم اے رشک ماہ
رہا کچھ نہ دلمیں شکیب و قرار
لیا چھین ایکدست تاج و کلاہ

حوالے مرے کر یہ تیر و کمان
ملے دلمیں افزوں محبت ہوئی
کہا پھر یہ جم نے کہ اے نیکخو
مراد اس سخن سے تھی وہ رشک ماہ
پیا جام پھر جم نے بادہ بیدرنگ
پھر اکدم میں بیٹھا وہ نادان کر
کوئی کھینچ سکتا تھا اسکو نہیں
ہوا اس یقیں یوں کہ جمشید ہے
طلبگار جم کی ہوئی دلمیں بس
شہ جم سے پھر آپ لیکر کمان
تو جس مرد فرخ پہ مائل ہو دل
یہ اس گفتگو سے تھی اسکی مراد
بہم گفتگو واں خوشی سے یہ تھی
کیا جم کو پہچان اور یوں کہا
طلبگار تھی جسکی سو ہے یہی
وہ دختر کہ تھی عاشق روئے یار
اور اپنے دلمیں خوش ہوئی بیشتر
پھر اتنے میں واں جم کی آئی شبیہ
شہ جم کو دایہ نے پھر دی شبیہ
لگا کھینچنے نالہ پھر شہریار
نگاہ کرکے اب تو سو پریاں
گیا کس طرف ہائے تیرا خیال
ستمدیدگاں کے وہ احوال پر
مجھے یاد آیا وہ جاہ و حشم
کیا جور چرخ ستمگر نے ہائے
جہاں کا کیا شاہ ضحاک کو

ہنر دیکھ میرا تو اے دلستان
زیادہ شہ جم کی الفت ہوئی
کروں گر ہدف تیر کا مادہ کو
کہ ہووے ہم آغوش جمشید شاہ
کماں کھینچ کر ایک ماہ خدنگ
کہ بیٹھا ہوا تھا جہاں بیشتر
ولے جم نے کھینچا تو وہ نازنیں
تہ ابر پوشیدہ خورشید ہے
ہوئی وصل کی اسکے جی میں ہوس
یہ کہنے لگی وہ بت دلستاں
ملاقات کا اسکے سائل ہو دل
کہ ہو جفت جمشید فرخ نہاد
کہ دایہ بھی آپہنچی اس تخت کی
کہا کہ اے دختر مہوش و دلربا
شہ جم شہ نامجو ہے یہی
رکھے تھی تمنائے بوس و کنار
کہ معشوق مطلوب ہوا جلوہ گر
وہ دایہ کو اس نے دکھائی شبیہ
اور اس نے وہ اپنی جو دیکھی شبیہ
ہوئی زن بھی نرگس اشکبار
ہوا کس لئے یاں تو نالہ کناں
مگر ہم سے کچھ تو نے پایا ملال
غم و درد سے ناز کرتے ہیں سر
بزرگی و اورنگ تاج و علم
کیا ظلم اس سفلہ پرور نے اسے
دیا تاج و تخت ایک ناپاک کو

دو مار سیاہ جسکے ہیں کتف پر
کہ ایسا ہے وہ برگشتہ اختر کہاں
کہیں ہے اسیر بلائے بزرگ
کہ ہے آپ جم یہ شہ نامجو
کہا پھر یہ خلوت میں تو ہی ہے جم
شہ جم یہ بولا کہ اے دلستاں
تملق بہت نازنیں نے کیا
کریگا تو انکار کر لاکھ پیا
بہانہ تو کرتا ہے اب بار بار
تیرے وصل کا مجھ کو مژدہ دیا
تری ہی تمنائے دیدار تھی
نہ آرام جاں ہے نہ کچھ مجھ کو تاب
غرض آخر کار لایا ادھر
بہت شاہ بیٹھے ہوئے خوشنگار
نہ مجھ سے دلآرام و دلدار سے
جدائی کیے ہوں در و سے بیقرار
یہ کہکر لگی رونے بے اختیار
یہ دل تجھ پہ صدقے کروں بلکہ جاں
کہا دخت نے جب بہت انکسار
مخالف میرا ایک تو بخت ہے
مجھے دوسرے تجھ سے اندیشہ ہے
یہ سنکر لگی کہنے وہ گلعذار
کہ بد خواہ تیری نہ ہوں زینہار
یہ جب بیچ میں آئے قول و قسم
پری چہرہ کے ہاتھ میں جم کا ہاتھ
بندھا عقد جس طرح آئین تھی
ہوئے عقد سے سخت دو دلنگار

وہ صورت میں ہیں ویسے ہی تجھ
بجز نام اسکا نہیں کچھ نشاں
ہوا یا کہیں لقمۂ شیر و گرگ
و لیکن چھپاتا ہے یہ آپ کو
تو پوشیدہ رکھتا ہے جانیں ہیں ہم
سراپا غلط ہے یہ تیرا گماں
و لیکن یہ انکار کرتا رہا
کرونگی نہ تجھ سے میں اپنا گذر
نہیں جائیگا پیش کچھ زینہار
اور اس نے سے مجھ کو واقف کیا
دل و جاں سے تیری طلبگار تھی
نہ دل میں شکیبا ورنہ آنکھوں میں خواب
مرا جذبۂ دل تجھے کھینچ کر
نہ اقبال ملنے کا کیا زینہار
پری چہرہ و ماہ رخسار سے
خدا کے لئے مجھ سے ہو ہمکنار
زباں پر یہ لائی کہ اے نامدار
تو کر مجھ سے راز نہفتہ عیاں
یہ کہنے لگا تب شہ نامدار
دو ہم دشمن جاں وہ کمبخت ہو
کہ زن کا نہ ہرگز وفا پیشہ ہو
کہ ہر زن نہیں بیوفا زینہار
دل و جاں سے ہوں میں تیری ہی فدا
تو ایمن ہوا بس وہیں شاہ جم
طرف قصر کے لیگئی اپنے ساتھ
ادا کی جو رسم رہ دین تھی
ہوئی شہ کی منکوحہ رشک ماہ

نہیں ہے خبر شاہ جمشید کی
خدا جانے جیتا ہے یا مر گیا
یہ غصہ بیاں جبکہ جم نے کیا
کنیزوں کو یکسر کیا واں سے دور
کہا میں نہیں جم وہ بولی کہ ہاں
مجھے جم جو سمجھی تو اے مہ جبیں
بہت کرکے عجز اور انکسار
کہ تجھ کو لیا میں نے پہچان اب
یہ دایہ جو بیٹھی ہوئی ہے یہاں
کہ تجھ سے خدا دے مجھے اک پسر
تری سعی میں ایک مدت سے تھا
خدا سے یہ خواہش تھی اے نامجو
غنیمت سمجھ تو مرے وصل کو
کہ تجھ پر دل زار دیوانہ تھا
نہ ہو شوق سے گر ہم آغوش اب
نہیں تو کروں اپنے سینہ کو چاک
مقرر ہے تو جم مجھے ہے یقیں
جو کچھ راستی ہے تو وہ بات تو
مجھے راستی سے نہ کیوں ہو حذر
خبر اسکو پہنچے مبادا کہیں
نہیں ہے پسندیدۂ عاقلاں
قسم ہے مجھے اب تری جان کی
نہ کر خوف اندیشہ اے نامور
کہا قصہ پھر جم نے اپنا تمام
کیا جا کے آراستہ تخت زر
ہوئے عہد و پیمان محکم بہم
سر مہد زریں ہوئی جائے خواب

نہیں حال اسکے سے کچھ آگہی
ہوا اسکا احوال کیا جانے کیا
تب اس دخت دایہ نے جی میں کہا
رہی دایہ اور وہ بت رشک حور
یہ کہتی ہے کیا پیکر پرنیاں
مگر کوئی مشکل ہوتا نہیں
وہ بولی کہ اے خسرو نامدار
تو مت جان تک مجھکو انجان یہ
خبردار ہے راز اختر سے یاں
یہ سنکر شب و روز شام و سحر
گرفتار غم تیری فرقت سے ہوں
کسی طرح تیری ملاقات ہو
کہ تجھ سے ہوئی آپ ہیں کامجو
ترے عشق میں سب سے بیکار تھا
تو صد حیف ہے اور بڑا ہی غضب
کروں آپ کو ایکدم میں ہلاک
تو اقرار کرتا بھلا کیوں نہیں
رکھے ہے تو پوشیدہ اے نامجو
کہ رکھتا ہوں دو چیز سے میں حذر
اور آجاویں لوگ اسکے ایذا گزیں
کہ زن سے عیاں کیجو راز نہاں
قسم ہے مجھے اپنے ایمان کی
سمجھ اس مکانکو نہ جائے خطر
کیا تھا ہر آگے پریچی شب کے نام
ہوئی ساتھ جمشید کے جلوہ گر
ہوا ساتھ گلرو کے پیوند جم
ہوا اتصال مہ و آفتاب

ہوئے بے محابا نہ وہ ہمکنار
عجب رنگ کی اس گھڑی تھی بہار
ہوا چہرہ فیروزہ رنگ مراد
نشانے پہ پہنچا خدنگ مراد

وہ باہم لگے عیش کرنے مدام
سے عیش کرکے وہ لگے پینے جام
کئی روز گذرے کہ وہ سیمبر
بہت کم لگی آنے پیش پدر

تو کرنے لگا اسکی وہ جستجو
کسی نے خبر دی کہ وہ ماہرو
ہوئی اک جواں سے گرفتار اب
رہے ہم آغوش وہ روز و شب

یہ سنتے ہی بس وہ ہوا خشمگیں
اور آئی وہ جب دختر نازنیں
ترچھی جبیں پر نکھار ہے خشم
لگا کہنے اس سے کہ اے شوخ چشم

ہوئی اسقدر بے حیا کہ تو
اڑانے لگی سر بسر خاک تو
کیا چاک اب شرم کا پیرہن
لیا جامۂ بے حیائی پہن

کیا راز کو تو نے ہم سے نہاں
ملے رنگ جیسے ترا ہے عیاں
وہ تھی حاملہ اندنوں گلبدن
ہوا زرد تھا ویسے رشک چمن

کیا عرض اس نے کہ سن اے پدر
دیا حکم تھا تو نے یہ پیشتر
کہ چاہو جسے اس سے ہم خواب ہو
سو پایا عمل میں یہ طرز نکو

ولے شیشۂ ننگ توڑا نہیں
رہ نیک سے منہ کو موڑا نہیں
رکھا میں نے ناموس پیش نگاہ
کیا جفت وہ شاہ عالم پناہ

جہاں میں کوئی اسکا ہمسر نہیں
کوئی جاہ میں اس سے برتر نہیں
یہ دایہ نے بھی عرض شاہ سے کیا
تھا بیٹے جو تجھ کو مژدہ دیا

بفضل خدا اس نے پایا ظہور
ہوا جلوہ گر مہر مقصد کا نور
شہ جم یہاں آگیا ناگہاں
ہوئی حاملہ اس سے یہ دلستاں

سنی دایہ سے اس نے یہ بات جب
شہ زابلستاں ہوئی شاد تب
یہ بولا کہ خوش تو نے مژدہ دیا
مرے دل کو مسرور و شاداں کیا

یہ ہے یاوری بخت کی سربسر
ہوا جو گذر شاہ جم کا ادھر
مقرر اسے باندھ کر صبحگاہ
روانہ کروں سوئے ضحاک شاہ

کہ ہو مجھ سے خوشنود وہ شہریار
فزوں ہو مرا عز و جاہ و وقار
مجھے لطف سے اور اقلیم دے
در و لعل بخشے زر و سیم دے

یہ سنکر وہ دلدار رونے لگی
وہ بے صبر و بیتاب ہونے لگی
پہ بولی کہ اے خسرو نامجو
تو جو رہ تعدی کے درپئے نہ ہو

روا رکھ نہ خونریزی شاہ جم
مری جان پر تو نہ کر یہ ستم
جو لے اپنی کشور میں آکر پناہ
دغا ساتھ اسکے ہو بیداد شاہ

اٹھا اپنے دل سے ذرا یہ خیال
ترے اپنی گردن پہ ناحق وبال
سدا تخت و دیہیم رہتا نہیں
ہمیشہ زر و سیم رہتا نہیں

نہ اپنا سمجھ ملک و دیہیم کو
سمجھ خاک لعل و زر و سیم کو
نہ بیچلے پہ جور و بیداد کر
خداوند جاں آفریں سے بھی ڈر

گزند اور غریباں نہ کر تو پسند
نہ بدنام ہو اے شہ ارجمند
تو جمشید کو مجھ سے مت کر جدا
وگرنہ مرے تن سے کر سر جدا

یہ کہکر وہ رونے لگی زار زار
[illegible] لگی کرنے بے اختیار
ہوئی بسکہ گریہ کناں نازنیں
تو رحم آگیا باپ کو بس وہیں

یہ بولا کہ اے دختر والا تمیز
مجھے تیری خاطر بہت ہے عزیز
تو خاطر کو رکھ جمع شام و سحر
کہ اس کام سے بیٹی کی درگذر

اذیت نہ جم پر رکھونگا روا
نہ ہرگز گزند اسکو پہنچاؤنگا
اسے بلکہ دوں ملک و مال و سپاہ
زیادہ کروں عز و توقیر و جاہ

یہ کہہ جا کے پھر بطرف سو شتاب
کہ اے بادشاہ ثریا جناب
سحر میں کبھی آؤنگا تیرے حضور
غم و فکر کو رکھ تو اب دل سے دور

ہوئی شاد وہ دختر بوستاں
گئی پیش جمشید وہ ہی دواں
سنا تھا جو کچھ باپ سے سو کہا
دل شاہ کو مطمئن کر دیا

فروزاں ہوا جبکہ نور سحر
ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
گیا پیش جم شاہ زابلستان
جھکا کر سر اپنا پھر اس نے کہا

کہا یوں کہ اے شاہ عالی تبار
نہ ہو بدگماں مجھ سے اب زینہار
یقیں جان جبتک کہ زندہ ہوں میں
یہ دختر کنیز اور میں بندہ ہوں

نہ دینا کچھ اندیشے کو دل میں دخل
کہ خدمت میں حاضر ہوں شام و پگاہ
دلاسا وہ دیتا تھا شام و سحر
ولیکن ہی جمشید کو تھا خطر

یہی قصد تھا یاں سے ہو جائیے

گریختن جمشید از زابلستان بطرف

ملے جبکہ تا پر نکل جائیے

ہندوستان وگرفتار آمدن راہ بدست مردمان ضحاک وکشتہ شدن او

بہت دن رہا شہر زابل میں جم   ولے دل کو تھا اسکے آرام کم
وہ دلدار تھی رات دن اسکے پاس   وہ تو سپہر بھی تھا تھا غم اور ہراس
رہے تھا شب و روز اندیشہ مند   کہ پہنچے مبادا یہاں کچھ گزند
کسی نے کہا اے شہِ بے نظیر   یہ چاہیں ہیں یاں تلک امیر و وزیر
کہ تجھ کو پکڑ کر بحالِ تباہ   روانہ کریں سوئے ضحاک شاہ
نہیں تو وہ لشکر ادھر کھینچکر   کریگا تباہ ملک کو سربسر
ہوا جب خبردار اس بات سے   گریزاں ہوا شاہ جم گھات سے
وہ زابل سے چلکر سوئے چیں گیا   ولیکن وہاں بھی بہت کم رہا
وہاں سے سوئے ہند راہی ہوا   بیاباں نورد و تباہی ہوا
جو گھبرا گیا راہ کے رنج سے   گیا بیٹھ سائے میں اک نخل کے
وہ ازبسکہ تھا اپنے جی سے بتنگ   لگا بخت ناساز سے کرنے جنگ
کہ اے بخت کمبخت کیا جور ہے   بھلا یہ بھی ظالم کوئی طور ہے
خراب اور آوارہ مجھ کو کیا   ملا خاک میں ہائے تو نے دیا
ہوئے پھر مخاطب سوئے فلک   کہ اے چرخ بیداد بیک تلک
کہاں تک پھروں میں تباہ و خراب   کہاں تک رہوں یوں میں بے صبر و تاب
یہ ناسازی بخت سے سربسر   کہ سرگشتہ ہوں میں بلا شام و سحر
عدم سے نہ آتا میں ہستی میں کاش   نہ ہوتا مجھے یہ غم جانخراش
یہ کرتا ہوا زاری و آہ جم   ہوا اسے ذرا سو گیا ایکدم
اسے آگیا خواب اور ناگہاں   ہوا فتنۂ خفتہ بیدار واں
اجل بھی کمینگاہ میں تھی کہیں   سو وہ آگئی اسکے سر پر کہیں
غرض ایک ضحاک کا ایلچی   کہ ساتھ اسکے تھوڑی سی تھی فوج بھی
وہ تھا سوئے خاقان چیں و سپہر   کہیں اتفاقاً جو گذرا ادھر
شہِ جم کو پہچان اس نے لیا   گرفتار بس اسکو وہیں کیا
بحالِ پریشان و بندِ گراں   کیا سوئے ضحاک جم کو رواں
کسی کا نہیں یہ جہانِ غدار   کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
عبث ہے جو دولت پہ پھولے کوئی   طرح گل کے شادی سے پھولے کوئی
کہ دولت بھی ہے آہ ناپائدار   نہ دُنیا کو ہے کچھ ثبات و قرار
ذرا دیکھنا حال جمشید کا   کہ تھا چرخ پر جسکا تاج و کلاہ
ہوا پھر گرفتار زنجیر و بند   اسے چرخ گرداں سے پہنچا گزند
خبر سنکے بولا یہ ضحاک شاہ   کہ ہاں جم کو لاؤ بحالِ تباہ
گیا جبکہ جم آگے ضحاک کے   پس پشت تھے ہاتھ دونوں بندھے
فقط پاؤں میں کچھ نہ زنجیر تھی   بندھی بھی تھی رسن انکی گردن میں بھی
الم سے تمام اسکا چہرہ تھا زرد   گرفتار خواری تھا وہ نیک مرد
اُٹھاتا نہ تھا شرم سے سر وہاں   اور آنکھوں سے تھی اسکے آنسو رواں
خوشی سے وہ ضحاک بیدادگر   ہوا خندہ زن حال یہ دیکھکر
لگا کہنے ظالم یہ جمشید سے   فزوں تر ترا رتبہ خورشید سے
پر اب اسطرح کیوں ہوا خوار تو   خرابی میں کیوں ہے گرفتار تو
ہوا کس لئے تجھ سی برگشتہ بخت   کہاں ہے ترا اب وہ دیہیم و تخت
کہاں پادشاہی و تاج و علم   کہاں لشکر و فوج و جاہ و حشم
کہاں حکمرانی کہاں گیر و دار   کہاں وہ ترے رسم و آئین کار
جواب اسکو جمشید نے یہ دیا   کہ تجھ سے نصیبا جو یوں پھر گیا
تو بیجا ہے اس بختیاری پہ ناز   عبث ہے پھر اس تاجداری پہ ناز
نہ مغرور دولت پہ ہو اسقدر   ذرا روز بد کا بھی اندیشہ کر
تجھے بھی یہ پیش آئیگا ایک روز   رہیگا نہ تیرا سدا نیک روز
کریگا فلک تجھ کو خوار اسطرح   کہ دیکھے ہے تو مجھکو اب جس طرح
لگا کہنے پھر یوں کہ بیدادگر   کہ کھینچوں تجھے اس گھڑی دار پر
کروں یا قلم سر کو شمشیر سے   پروؤں ترے تن کو یا تیر سے
ذرا کہہ کہ کیا ہے تری آرزو   وہ منظور ہے جو کہے مجھ سے تو
یہ گفتار سن کے لگا کہنے جم   کہ اس وقت مجھ کو نہیں کچھ بھی غم
فقط تھے یہ چاہا تو کیا خوف و باک   تو جس طرح چاہے مجھے کر ہلاک

یہ ضحاک نے پھر کسی کو کہا | کہ جیرو نہے ایک آرہ منگا | وہ دو تختے لایا اور اک آرہ بھی | شہِ جم کو تختے سے باندھا تبھی

پھر آگے سے چیرا اسی پیش ہاں | ہوئے ایک جسم سے دو پیکر عیاں | جہاں سے محبت ہے امید وفا | کہ بے مہر ہے اور سراپا خطا
نہ دورِ فلک کا ہے کچھ اعتبار | کہ پھرتا ہے یہ لیل و نہار | جو ہوا ارجمند اسکو یہ چرخ دوں | کرے آخر کار یوں سرنگوں
پھر اک دم سے ہو جو دیا اس کو رنگ | سدا گوش زد ہی یہ آواز مرگ | خبر یہ گئی سوئے زابلستاں | ہوا قتل جمشید شاہِ جہاں
جب اس نازنین کو یہ پہنچی خبر | تو رنج و الم سے ہوئی نوحہ گر | نہ آنکھوں میں خواب اور نہ دل میں قرار | لگی رہنے بیتاب لیل و نہار
اسے کام تھا اشکباری کیا تمام | سدا شغل تھا آہ و زاری کیا تمام | نہ تھی آشنا وہ خور و خواب سے | وہ بیگانہ تھی صبر او رتاب سے
اٹھایا بہت اسنے بیداد و مہر | پھر آخر کو وہ مرگئی کھا کے زہر | دو ہمشیر تھیں شاہِ جم کی کہیں | انہیں لوگ لائے پکڑ کر وہیں
کہے خلق تھی ایک کو شہر ناز | اور اس دوسری کا تھا نام ارنواز | انہیں شاہِ ضحاک نے کر طلب | رکھا اپنے گھر میں بلطف و طرب

خواب دیدن ضحاک و ترسیدن ازاں خواب ہولناک

وہ ضحاک تازی لیا جب تختِ جم | جہاں میں لگا کرنے جور و ستم | لگے قتل اور گاہ غارتگری | ہوئی تازہ رسمِ ستم پروری
وہ مرد جواں کو وہ بیخوف و باک | طلب کر کے ہر روز کرتا ہلاک | وہ ہوتے غریب اور یا ارجمند | روا جان پر انکی کرتا گزند

غرض مغز کرا کے لیے تمام
کھلاتا وہ سانپوں کو ہر صبح و شام
لگا کرنے بیداد وہ بے حساب
پھر اُسنے کہیں رات کو اک خواب

یہ دیکھا کہ پیدا ہیں اُسکے گرد
اور انمیں سے دو ہیں کلاں ایک خورد
کیا جاتا تینوں نے ضحاک پر
ہوا جس سے عاجز وہ بیدادگر

وہ گرد دلاور کا تھا نوجوان
سوا اُسکے وہیں ایک گرز گران
جو مارا سر شاہ ضحاک پر
تو گیسو پریشاں ہوا مغز سر

ستمگر کے ہاتھوں کو باندھا شتاب
رسن ڈال گردن میں باندھا شتاب
اُسے لیگئے کھینچ بالائے کوہ
کیا سخت اُسکو زبون ستوہ

ہوا دیکھکے خواب وہ ہولناک
ہوا اسکو اندیشہ خوف و باک
کیا خواب میں اسقدر آہ و فغاں
کہ لرزاں ہوا سر بسر وہ مکان

ہوئے وہ ہیں بیدار اہل حرم
دل اُنکا ہوا ہول سے پُر الم
لگے پوچھنے شاہ سے کیا ہوا
یہ فرماؤ کیا فتنہ برپا ہوا

فغاں خواب میں کیوں کیا اسقدر
لگا کانپنے جس سے دیوار و در
یہ ضحاک بولا جو یہ داستاں
سنو تم تو گیسو پریشاں ہو جاں

میری زندگانی سے ہونا امید
نشاط جوانی سے ہو نا امید
کہا اُسنے پھر قصۂ خواب شب
یہ بیٹھا کہ ہو جلوہ گر صبح تب

تو اختر شناس آکے حاضر ہوں یاں
کریں اسکی تعبیر یکسر بیاں
جو تاباں ہوا چرخ پر آفتاب
تو حاضر ہوئے سب بہ آن شتاب

سنی داستاں خواب کی یک قلم
گئے ہوش اور ہو گیا بند دم
یہ دریافت دانشوروں نے کیا
ہوا تخت برگشتہ ضحاک کا

زوال اسکی دولت کا پہنچا قریب
ہوئی اسکی بیداد کی اب نصیب
دلے خوف جاں سے وہ خاموش تھے
تو زنہار آنکے بجا ہوش تھے

یہ اندیشہ تھا گر کہیں راست بات
تو ہو وے شہ نامور پر غضب
ابھی جاں پر اپنے پہنچے گزند
نہ کہتے تھے کچھ اسلئے ہوشمند

دیا تین دن تک نہ ہرگز جواب
بیاں کی نہ زنہار تعبیر خواب
چو روز چہارم ہوا شہ خفا
تو ناچار یوں موبداں نے کہا

کہ اے شاہ اقبال راہی ہوا
تہی تجھ سے اب تخت شاہی ہوا
ہوئی عمر آخر بس آیا زوال
ہوا تو گرفتار رنج و ملال

فریدوں کوئی شخص ہو ویگا شاہ
بصد شوکت و حشمت و عز و جاہ
وہ ممتاز نسل کیاں ہو ویگا
وہ فرمانروائے جہاں ہو ویگا

کہیں ہو ویگی گاو پرمایہ ایک
سو پالیگی اسکو بہ آئین نیک
ہوا لیکن ابتک وہ پیدا نہیں
کچھ آثار اُسکا ہویدا نہیں

کہا شہ نے پھر وہ ہمیں کیسے او
مرے سر پہ مارا ہے گرز گراں
لگے کہنے پیر عاقل و ہوشیار
فریدوں ابھی ہو ویگا شہریار

وہ ماریگا اک گرز گاو سر
کرے گا تجھے آکے یاں سے بدر
یہ پوچھا پھر اسنے کہ ظاہر کرو
فریدوں سے کیا کیوں یہ اندیشہ ہو

وہ بولے کہ اے شاہ بیخوف و باک
کریگا پدر کو تو اُس کے ہلاک
غرض تجھ سے ہو جائیگا خون پدر
کریگا تجھے قتل وہ آن کر

سنی شاہ نے جب وہ تعبیر خواب
ہوا درد و غم سے وہ بے صبر و تاب
نہ تک ہوش قائم رہے شاہ کے
زمیں پر گرا بس وہیں تخت سے

جو ہوش اسکے آئے بجا
تو پھر تخت پر پاؤں اُس نے رکھا
دلے بیخور و خواب رہنے لگا
شب و روز بیتاب رہنے لگا

نشان فریدوں کی تھی جستجو
لگے ہاتھ دشمن یہ تھی آرزو
کئے لوگ چاروں اطراف کو رواں
کریں جستجو تا بہر جہاں

کیا حکم یوں شاہ ضحاک نے
دیا سب کو فرماں یہ ناپاک نے
کہ نسل کیاں سے جسے پاؤ تم
گرفتار کر کے یہاں لاؤ تم

داستان تولد شدن فریدون

سنائیں فریدوں کی اب داستاں
سخنگو یوں کرتے ہیں یہ قصہ بیاں

ملک زادہ اک آبتیں نام تھا
خردمند اور نیک فرجام تھا
وہ تھا نسل میں شاہ طہمورث کی
خطا اصل میں اُسکی ہرگز نہ تھی

گرامی تبار و خجستہ نژاد
پدر بر پدر شاہ فرخ نہاد
ہمیشہ تھا ایراں میں مسکن گزیں
و لے گھر سے نکلے تھا باہر نہیں

کہ ضحاک ناپاک کے فرماں
کیا کی ملوکوں کو پہنچاتے جہاں
تو لیجاتے اُسکو گرفتار کر
یہی جی میں خوف تھا شام سحر

رہے تھا وہ پوشیدہ گھر میں مدام
اور اسکی تھی اک زوجہ سیم فام
جبیں سے عیاں اسکی پشیمان تھی
پھر اس آستیں نے یہ جی میں کہا
یہ کہکر وہیں سوئے صحرا گیا
گرفتار کر کے بحالِ تباہ
فریدوں کی ماں کو یہ پہنچی خبر
وہاں سے شتابی سے وہ ٹل گئی
وہاں کا نگہبان تھا حق شناس
مبادا کوئی بال نہ پہچان لے
وہ سوچی کہ یہ کودک شیرخوار
وہ ناچار ہو کر بہت بے حواس
یہ کہنے لگی ایک دلخستہ ہوں
مجھے کہنا نہیں ور پاتی ہوں میں
قبول اس جو اس نے سب کیا
رواں سوئے البرز وہ زن ہوئی
اُسے جانتا تھا بجائے پسر
گئے جب گذر القرض تین سال
ہوئی البرز سے وہ آخر رواں
کہ البرز میں پالنے لیجاؤں اب
نہ لیجا تو ویرانے میں طفل کو
خدا کی طرف سے ہوئی رہبری
ہوئی شاہ ضحاک کو جب خبر
نگہبان کو اندر گاہ کر رہا کس
نشاں کچھ نہ پایا فریدوں کا جب
کہ اُس نے ضحاک کے پیشتر
فریدوں کو وہ لیگئی اُسکے پاس

کہیں آنے جانے تھا کچھ نہ کام
کہ فرزانگی سے زمیں کا تھا نام
نمودار تھا فرِّ شاہنشہی
کہ دل بیٹھے بیٹھے جو تنگ آگیا
لگا پھرنے اور سیر کرنے لگا
وہیں لے گئے پیش ضحاک شاہ
تو اندیشہ دل میں ہوا بیشتر
فریدوں کو لیکر نکل وہ گئی
اور اک گاؤ دیر شیر تھی اُسکے پاس
مری امداس طفل کی جان نے
نہ زندہ رہے شیر بن زینہار
گئی دوڑ کر اس نگہبان کے پاس
بصد رنج اندوہ وابستہ ہوں
ترے پاس اب چھوڑ جاتی ہوں میں
فریدوں کو لے پاس اپنے رکھا
رہی جا کے وہ اور اسمیں ہوئی
وہ کرتا تھا شفقت بجائے پدر
فریدوں کی ماں کو یہ آیا خیال
مسافت کو طے کر کے آئی وہ واں
رکھوں پاس اپنے اسے روز و شب
مگر نہ اسکو کچھ پہنچے ایسا نہ ہو
کہ سکتے ہیں پانے نہیں بہتری
لے بیٹے ہیں سے پیٹیں کا بسر
کیا ظلم اسنے یہ بیخوف و باک
کیا سارے ایراں کو مسمار تب
اسے لیگئی یاں سے ماں آنکر
کہا یوں کہ اے مرد یزداں شناس

اُسے جاوداں ہم ضحاک تھا
ہوئی وہ زن مہروش بار ور
فریدوں کہا باپ نے اسکا نام
نکل گھر سے چلئے اب سوئے دشت
ادھر ناگہاں لوگ ضحاک کے
کیا قتل آخر اُسے شاہ نے
نہ اس سرزمیں میں رہا زینہار
کہیں ایک دلچسپ تھا مرغزار
کہ پرمایہ تھا نام اُس گاؤ کا
ولیکن جو غمگیں بہت تھی مدام
وہ طفل ان دنوں دو مہینے کا تھا
لگی رونے واں جاکے بے اختیار
یہ بچہ ہے بیچارہ بے پدر
اسی گاؤ پرمایہ کا دیجو شیر
ہوئی واں سے رخصت اُسے سونپ کر
نہاں مالک اُس گاؤ پرمایہ کا
وہ مصروف تھا پرورش میں مدام
سوئے مرغزار اب ذرا جائیے
کہا اُس نے آ کے اے مرد پیر
وہ بولا کہ ہے یہ ابھی خرد سال
وہ کہنے لگی یوں کہ اے مرد نیک
یہ کہکر اُسے لے گئی بس وہاں
یہ سُنکر ستمگار و بدروزگار
گیا پھر وہ ظالم شتابی سے واں
بد اندیش تھا گرچہ ضحاک شاہ
سر کوہ اک مرد درویش تھا
یہ بچہ ترا بندہ ہے اور غلام

دلِ اسکا شب و روز غمناک تھا
ہوا اس سے پیدا پسر اک مہ عذار
اُسے دیکھ کر دل ہوا شاد کام
وہاں چلکے کیجئے ذرا سیر گشت
جو پہنچے تو پہچان کر لیں اُسے
کیا یہ ستم ہائے ناپاک نے
کہ رہتی جہاں تھی وہ لیل و نہار
وہ پہنچی وہاں با دلِ سوگوار
غریبوں کو شیر اُسکا بس وقف تھا
ہوا شیر تھا خشک اُسکا تمام
شب و روز سوچ اُسکے جینے کا تھا
کہا اُسکے آگے بہت انکسار
تو کر پرورش اسکی شام و سحر
کہ پروردہ ہو کودک دلپذیر
نہ دیکھا ذرا اُس نے پھر کر ادھر
فریدوں پہ رکھتا تھا شفقت روا
پلاتا تھا شیر اسکو ہر صبح شام
وہاں سے فریدوں کو لے آئیے
مجھے ڈر ہے مرا کودک دلپذیر
اُٹھائے نہ ہو واں اذیت کمال
مرے دل میں گذرا ہے وسواس یہ
جہاں اسکا البرز میں تھا مکاں
رہ کہیں سے آیا سوئے مرغزار
فریدوں کے رہنے کا تھا جو مکاں
ٹلے تھا فریدوں پہ بفضل الٰہ
کہ روشن ضمیر و صفا کیش تھا
کرم کی نظر رکھ تو اس پر مدام

سر عجز سے پھر فریدوں کا سر
رکھا مرد درویش کے پاؤں پر

جو کچھ قوت اسکو پہنچا بہم
تو دیتا وہ دونوں کو بیرنج و غم

خداوند روئے زمیں ہوویگا
شہنشاہ باداد و دیں ہوویگا

کریگا یہی قتل ضحاک کو
جہنم کو بھیجے گا ناپاک کو

کر بدخواہ سے تخت و دیہیم لے
ظفر مند ہو ہفت اقلیم لے

فریدوں نے صحرا میں مسکن کیا
نہ زنہار کچھ خوف دلمیں کیا

کیا شاہ ضحاک نے کیوں ہلاک
ملایا اُسے کیوں تہ خون و خاک

کہا سوئے ضحاک بیداد گر
میں اب جاکے لیتا ہوں حق خبر

تو بیکس ہے کچھ اُسکے ہمسر نہیں
ترے پاس لشکر نہیں زر نہیں

ذرا صبر کر تو بالطاف رب
جو کچھ چاہیئے سو مہیا ہو سب

فریدوں یہ سنکر ہوا خشمگیں
یہ پاسخ دیا اپنی ماں کو کہ ہیں

مددگار میرا ہے پروردگار
نہیں خوف ضحاک سے زینہار

وہ بولی کہ یہ کار دشوار ہے
پسندیدہ تیری نہ گفتار ہے

یہ گفتار سننا نہ بہتر نہیں
کہ سر ہو نہ برباد اہیں کہیں

کیا عجز ماں نے فریدوں کی جب
اُسے رحم آیا فریدوں پہ تب

لگا کہنے درویش پھر ایک روز
کہ یہ طفل فرخندۂ نیک روز

یہ چھینے گا ضحاک کا تخت و تاج
شہان جہاں سے یہ لیگا خراج

زن خوش سیر بھی یہ بولی ہے ہاں
کہے طور سے اسکے کچھ تو بیاں

ہوا الغرض شانزدہ سالہ جب
سر کوہ البرز سے آ گئے تب

یہ پوچھا کہ اے مادر مہرباں
ہلاکے پدر کی تہ آسماں

وہ قصہ تھا جو کچھ کہا اُسنے سب
یہ سنکر فریدوں ہوا پر غضب

وہ بولی کہ ضحاک ہے پادشاہ
رکھے ہے وہ ساتھ اپنے گنج و سپاہ

نصیبوں میں ہے تیرے شاہی اگر
تو کیا اضطراب اسقدر اے پسر

کرے شاہ لطف الٰہی تجھے
میسر ہو اسباب شاہی تجھے

خدا نے کیا ہے تجھے بھی دلیر
اکیلا لڑونگا میں با شاہ شیر

کروں ایکدم میں اسے غرق خوں
زر و تاج و اورنگ سب چھین لوں

تجھے قوت اور زور اتنا کہاں
کہ ہو ہمسر اُس سے تو اے جواں

نصیحت مری دل پہ رکھ تو یاد
رکھے حق سدا تجھ کو آباد و شاد

کہ کیا اُسنے ہے کار نمایاں کیا

سنو آگے احوال اب کاوہ کا

منحرف گشتن کاوہ آہنگر از ضحاک و انبوہے بسیار فراہم آوردن و با فرزندان آمادہ موافقت فریدون گردیدن

ستمگار ضحاک بد روزگار
فریدوں کی جانب سے لیل و نہار

بہت مردم آزاری اُسنے جو کی
تو ضحاک سے خلق آزردہ تھی

کرے آکے ضحاک کا سر جدا
خداوند ہو تاج و اورنگ کا

کہیں ایکدن ظالم کینہ جو
طلب کر بزرگان اقلیم کو

دل اُسکی طرف سے جو ہے دردمند
شب و روز رہتا ہے بیم گزند

خبر مجھکو پہنچی ہے آکر یہاں
کہ اب وہ گیا سوئے ہندوستاں

خردمند شکل بزرگاں ہے وہ
دلاور بسان دلیراں ہے وہ

فراہم کروں اور جاؤں اُدھر
شتاب اسکو لاؤں گرفتار کر

کہ اب ایک میثاق محضر کریں
گواہی وہ پھر اپنی اسپر کریں

نہیں کار اسکا بجز عدل و داد
جہاں اُسکے لطف و کرم سے ہے شاد

رکھے دلمیں تھا بیم و خوف و ہراس
بجا تھے نہ کچھ اسکے ہوش و حواس

یہ آنکی شب و روز تھی آرزو
کہ [illegible] فریدوں [illegible]

سلاسل فریدوں سے تھا انکو کام
غرض منتظر وقت کے تھے مدام

یہ بولا امرا دشمن جان و مال
جہاں میں ہے اک کودک خوردسال

تجھے یاد ہے قول مردان پیر
کہ سمجھے نہ دشمن کو ہرگز حقیر

اگرچہ ابھی سال میں خرد ہے
ولیکن دلیری میں اک گرد ہے

یہ ہے عزم میرا کہ اے مردماں
بڑی جو ہو مردم سے فوج گراں

سفر مجھکو درپیش ہے دور کا
یہ خردہ کا اسنے سنا جو بیاں

یہ مضمون ہو مرقوم اسمیں تمام
کہ ضحاک ہے منصف و نیکنام

یہ خلق اسپہ رہتی گرفتار ہے
جہاں پرور و نیک کردار ہے

خطر بسکہ تھا اُس سے لگا رکا
سبھوں نے یہ ناچار محضر لکھا

ہر اک شخص کی جو گواہی ہوئی
نشانی بفرمان شاہی ہوئی

ولیکن جو کاوہ تھا آہنگر ایک
دلیر و خردمند تھا مرد نیک

کہیں نوبت اُسکی تھی فرزند کی
یہ اُس دن ہوس شاہ کے دل میں تھی

کہ کاوہ کے فرزند کو قتل کر
کھلا دیجئے سانپوں کو مغز سر

وہ کاوہ آیا ہُوا آن کر دادخواہ
لگا کہنے تا کہ کناں پیش شاہ

کہ اے شاہ سن میری فریاد کو
ذرا کام فرما نہ بیداد کو

تو ہے اژدہا پیکر و پیلتن
جہاندار سالار شاہ زمن

وہ کس لئے ہم پہ سختی و جور
ذرا کیجئے اپنے دل میں تو غور

کہ یہ بھی ہے انصاف کوئی بھلا
کئے تام تو داد بیداد کا

کرے میرے فرزند کو یوں ہلاک
نہ آئے ترے دل میں کچھ ترس باک

پھر اپنی بھلائی کا محضر لکھے
نکوئی کا مضمون سراسر لکھے

یہ گفتار سنکے وہ حیراں ہوا
ہراساں ہوا دل میں ترساں ہوا

نہ رکھا روا خون بیچارے کا
اُسے اُس کا بیٹا حوالے کیا

لگا کہنے کاوہ سے وہ تاجور
کہ اب تو بھی جلد اپنی محضر پہ کر

پڑھا جبکہ کاوہ نے محضر وہاں
ہوا آپ خروشاں و نعرہ زناں

بزرگان اقلیم سے یوں کہا
کہ اے مردماں تم نے یہ کیا کیا

خطر سے شہ دیو چہرہ کے اب
گرفتار عصیاں ہوئے ہائے سب

کیا تم نے ہرگز نہ کار نکو
غرض سوئے دوزخ رکھا سب نے رو

یہ کہکر شتابی سے بیخوف و باک
کیا اُس نے یکدست محضر کو چاک

کیا اور بھی کچھ سخنہائے سخت
حضور خداوند دیہیم و تخت

پھر اس انجمن سے وہیں اُٹھ گیا
اور اپنا وہ بیٹا بھی ہمراہ لیا

ہوئے آفریں خواں وہ سب شاہ کو
یہ کہنے لگے اے شہ نامجو

ہوا کاوہ گستاخ اور بے ادب
حق نعمت شاہ کیا بھول سب

حضور خداوند روئے زمیں
زباں پر وہ لائے سخنہائے کیں

رہ کینہ سے چاک محضر کیا
اطاعت سے پیچیدہ یوں سر کیا

شقاوت سے لی اُس نے راہ انحراف
کیا یاں سے بس ہو کے وہ برخلاف

مگر دوستدار فریدوں ہوا
کہ دشمن ترا ازپہ گردوں ہوا

نہ فرمانبری کی جو کاوہ نے
تو پھر کیوں تحمل کیا شاہ نے

دیا شاہ ضحاک نے یہ جواب
تحمل کا مجھ سے نہ پوچھو جواب

کیا آ نکلے کاوہ نے جب خروش
تو یکبارگی اُڑ گئے میرے ہوش

لگا پیٹنے اپنے سر کو وہ جب
بس اک خوف آیا مجھے دل کو تب

خدا نے جو چاہا سو پیدا کیا
اور آگے کریگا جو کچھ چاہیگا

گیا جبکہ وہ کاوہ کینہ خواہ
فراہم ہوئی پاس اسکے سپاہ

طلب کر کے پھر چرم آہنگراں
بنایا وہیں اک علم اُسنے واں

علم ہاتھ میں لیکے وہ نامور
روانہ ہوا واں سے بیں پیشتر

یہ کہتا تھا ہر بار کرکے خروش
کہ اے نامداران باعقل و ہوش

فریدوں کا ہو جسکے دل میں خیال
سو آئے یہاں وہ خجستہ خصال

کرے چاکری پھر نہ ضحاک کی
رفاقت کرے ترک ناپاک کی

ہوئے جمع واں شہری لشکری
ہوا پھر فریدوں رتبہ سروری

دہ کاوہ تھا بس آگے آگے رواں
بس کاوہ انبوہ پیر و جواں

کہاں ہے فریدوں یہ واقف نہ تھے
مگر سر اُٹھا لے وہ سیدھے چلے

غرض رفتہ رفتہ تفحص کناں
وہ پہنچے وہاں تھا فریدوں جہاں

دہ کاوہ حضور فریدوں گیا
ادب سے جھکا اپنے سر کو دیا

کیا عرض اے صاحب تاج و تخت
تری یاور دولت مددگار بخت

تو ضحاک کا چل کے دیہیم لے
جہاندار ہو ہفت اقلیم کے

یہ سمجھا فریدوں عالیجناب
کہ تائید غیبی ہوئی ہمرکاب

کیا شکر لطف جہاں آفریں
بجا سجدۂ شکر لایا وہیں

رفتن فریدوں بمعیت کاوہ بارادہ جنگ ضحاک و نشستن بر تخت شاہی و تسخیر ملک بتائید خدا

میسر ہوا جب بہ جاہ و حشم
سپاہ فراوان و تاج و علم

ہوا خوش فریدوں فرخ سیر
کیا تاج شاہنشہی زیب سر

علم پر جو تھا چرم آہن گراں
لیا زیر دیباے رومی نہاں
بنی پیکر گوہریں اُسپہ ایک
بہت نادر و نغز و دلچسپ و نیک

وہ یکدست تھا سرخ و زرد و بنفش
رکھا نام پھر کاویانی درفش
علم کی جو اس طرح تزئیں ہوئی
ہمیشہ کو یہ رسم و آئیں ہوئی

کہ ہو جو کوئی بادشاہ جہاں
تو چنے لگا چرم آہنگراں
بناکر علم اُس کو پر زر کرے
مزین بدیبا و گوہر کرے

شہانِ کیہاں نے بصد فرخی
یہ رسم و رہ نیک جاری رکھی
کیا پھر فریدوں نے یہ عزم جزم
کہ ضحاک سے کیجیے اب جاکے رزم

گیا پاس ماں کے یہ اُس سے کہا
کہ رکھتا ہوں میں قصد ایران کا
دعا کر تو اے مادرِ مہرباں
کہ ہوں میں ظفریاب جا کر وہاں

وہ جاہ و حشم دیکھ شاداں ہوئی
ولیکن جدائی سے گریاں ہوئی
دعا دیکے پھر اُس کو رخصت کیا
اور اُس دم خدا سے یہ کی التجا

کہ سونپا تجھے یارب اپنا پسر
نگہدار رہنا تو شام و سحر
روانہ ہوا پھر وہ عالیجناب
ہوا کاوہ لشکر کو لے ہمرکاب

فریدوں کے تھے دو برادر بزرگ
ولیکن وہ تھے کینہ ور مثل گرگ
فریدوں نے ساتھ اپنے اُنکو لیا
وفورِ عنایت سے شاداں کیا

پھر آہنگر اُس شاہ نے کر طلب
کیا حکم اسطرح اُسکو کہ اب
بنائے تھے اک گرزہ گاو سر
مرتب کیا اُس نے لبنی و دتر

اُترتا تھا شب کو وہ لشکر جہاں
سحرگاہ ہوتا تھا واں سے رواں
اسی طرح ہر روز تھے رہ نورد
سرِ چرخ پہنچی تھی لشکر کی گرد

وہ پہنچے کہیں اُس جگہ ایکبار
کہ ایزد پرستی کے واں تھے قرار
رہا شاہ تنہا وہاں وقت شب
اور امداد کی اُسنے واں سے طلب

فریدوں کو الہام اُس دم ہوا
فریدوں کا دل جس سے خرم ہوا
یہ آواز آئی کہ دل شاد رکھ
یہ افسوں بتاتے ہیں سو یاد رکھ

پھر اک شخص پیدا ہوا ناگہاں
کہ رکھتا تھا وہ صورت رہنماں
فریدوں کو سکھلائی افسونگری
یہ بولا کہ اے لائق سروری

کوئی آ پڑے در پیش مشکل جہاں
یہ افسوں تو پڑھنا وہاں بیگماں
کہ ہووے وہ آسان مشکل تمام
بن آوے شتابی سے یکدست کام

یہ سنکر فریدوں فرخ نہاد
ہوا دل میں اپنے وہیں شاد شاد
خوشی سے اُسے اور قوت ہوئی
زیادہ فریدوں کو ہمت ہوئی

ترقی پہ اقبال تھا شاہ کا
ظہور اُسکی تھا دولت و جاہ کا
گئے بھائی دونوں جو تھے کینہ ور
حسد لگیے یہ حشم دیکھ کر

لگے کہنے باہم کہ ہے یہ غضب
جو ہوں اُسکے محکوم ہم روز و شب
فریدوں کو بس قتل اب کیجیے
نہ تاخیر کو راہ یاں دیجیے

کہا ایک نے ہاں ہے یہ مشکل کمال
ہلاک فریدوں ہے امر محال
دیا دوسرے نے یہ اُسکو جواب
نہیں لازم اس کام میں اضطراب

کرینگے ہلاک اُسکو تدبیر سے
بہانے حیلے سے تدبیر سے
کہیں ایکدن با دل پر صفا
تہِ دامنِ کوہ سوتا وہ تھا

گئے بس وہ دونوں شقاوت نشاں
اُکھاڑا وہیں ایک سنگ گراں
سر کوہ سے اُسکو غلطاں کیا
کہ تا ریزہ ریزہ ہو سر شاہ کا

پھٹا ایک سنی اُسنے آواز سنگ
ہوا شاہ بیدار بس بیدرنگ
فسوں کو کیا شاہ نے وردِ زباں
ہوا بند وہ سنگ غلطاں ہوا

نہ غلطاں ہوا پھر ذرا پیشتر
بداندیش حیراں ہے دیکھ کر
رکا وہ کمر سے پھر خروشاں ہوئے
وہ سرگرم فریاد و افغاں ہوئے

یہ بولے کہ ہم کو تعجب ہے یہاں
ہلا کس طرح یاں سے سنگ گراں
اگر کوہ سے لائے گرتا کبھی
تو ضایع فریدوں بھی ہوتا ابھی

جہاں آفریں نے رکھا اُس نگاہ
بجا لاکے شکر لطف الہ
ولیکن فریدوں نے سمجھا وہاں
کہ یہ کام اُنکا ہی تھا بیگماں

نہ کچھ منہ پر اُنکے کہا زینہار
زیادہ کیا اُن کا جاہ و وقار
بصد فرخی پھر شہ نیک مرد
دم صبح واں سے ہوا رہ نورد

بیابان اور کوہ کی راہ سے
سپاہ و حشم شوکت و جاہ سے
جہاں دجلہ تھا شہر بغداد کا
فریدوں کو کاوہ وہاں لے گیا

گذر یاں سے کشتی جو انکی طلب
نہ دی اور ہوا شاہ واں پر غضب
کیا وہیں دریا میں گھوڑا رواں
روانہ ہوئی فوج بھی بعد ازاں

نہ ہرگز ڈرا وہ لعیں آیا خطر
مکاں وہ بنایا تھا ضحاک نے
طلسم ایک تھا وہ درون مکان
نمایاں ہوئی وہ بلائے عظیم
کیا گرز سے وہیں اُنکو ہلاک
یہ کاوہ سے پوچھا کہ کیا تخت
بصد فرخی پھر شہ نامور
کہ ضحاک بیدادگر ہے کہاں
اُدھر لیگیا لشکر بیکراں
رہی فوج تھوڑی سی باقی وہاں
لیا مال و زر اور توڑا طلسم
گیا پھر شہنشاہ گیتی پناہ
بتان پری چہرہ و سیم بر
وہیں خواہران جم نامور
کہ اک دیو پیکر کی صحبت میں تھے
ہوا ہم پہ بارے خدا مہرباں
یہی اپنے دل کی ہے اب آرزو
وہ بولی کہ تجھ سے تھا اُسکو خطر
کہ ہندوستان کو مسخر کرے
تجھے جس کے جادو سے پہنچے گزند
کہ بدخواہ تیرا سدا خوار ہو

گئے سحر و نخار سے سب اُتر
کیا تھا بلند اُسکو ناپاک نے
بلائے دشوار تر تھیں جہاں
سیہ دیو اور اژدہائے عظیم
پھر آگے گیا شاہ بیخوف و باک
لگا کہنے یوں کاوۂ نیک بخت
سر تخت زرّیں ہوا جلوہ گر
جو کچھ تجھ کو معلوم ہے کر بیاں
زرہ پوش مردان جنگی بلاں
طلسم و حرم خانے کے پاسباں
نہ چھوڑا خزانہ نہ چھوڑا طلسم
بسے شبستان ضحاک شاہ
ہوئیں شاد واں شاہ کو دیکھکر
لگیں کہنے یوں چشم کو کر کے تر
گرفتار ہم اک مصیبت میں تھے
کہ بھیجا بجاہ و حشم تجھ کو یاں
کہ جبتک جہاں ہے جہاں میں ہو تو
تجسس کو تیرے گیا ہے اُدھر
دل غمزدہ کو وہ خوشتر کرے
وہ بیخوف ہو زیر چرخ بلند
تو دائم جہاں میں جہاندار ہو

وہاں سے جہاندار گیتی ستاں
بہت دور سے وہ نظر آئے تھا
گیا اس مکاں میں وہ شاہ دلیر
فریدوں نے افسون اسم پڑھا
وہاں ایک اورنگ آیا نظر
کہ یہ تخت ضحاک تازی کا ہے
پھر اک شخص واں شاہ کو ملگیا
یہ بولا اسیوقت وہ زشت خو
درون طلسم اسکا ہے مال و زر
ہوا سنکے خوش شاہ آفاق گیر
خدا کا ادا شکر نعمت کیا
ہوا آتش جو واں مقابل ہوا
یہ بولیں کہ ہم تھے اسیر بلا
اُٹھایا تھا ہمنے جو رنج و عذاب
اُدھر اس سیہ رو کا تھا ہم پہ پاس
پھرے دن ہوا پھر مددگار بخت
یہ پوچھا فریدون نے اے دلربا
کہ شاید کہیں ہاتھ آ جائے تو
ہم واں سے پہنچا ہے اک سحر کار
ولے چاہتا ہے یہ عالم تمام
ہے تیرے اقبال و دولت قریں

ہوا سوئے بیت المقدس روان
فلک بھی اُسے دیکھ شرمائے تھا
دلیری کو جسکی نہ پہنچے تھا شیر
کہ عاجز ہوئے دیو اور اژدہا
مکلّل بیاقوت لعل و گوہر
ولے اب فریدون غازی کا ہے
اور اس شخص سے شاہ نے یوں کہا
فریدوں کی کرنے گیا جستجو
رکھا ہے یہاں گنج و لعل و گہر
تصرف میں لایا وہ زرّیں سریر
کہ جس نے خداوند دولت کیا
فریدوں شبستاں میں داخل ہوا
کیا آن کے تم نے ہم کو رہا
کہیں کیا وہ ہے شاہ عالیجناب
ادھر اژدہائے سیاہ کا ہراس
کہ آیا تو اے وارث تاج و تخت
سوئے ہند ضحاک اب کیوں گیا
سوا اسکے یہ ہے اُسے آرزو
فسوں سازہ جادوگرہ ہوشیار
دعا ہے ہر ایک کی صبح و شام
نگہباں ہو تیرا جہاں آفریں

نشستن فریدون بر تخت کیان و گرفتار ساختن ضحاک را و تسخیر کردن ملک

ہوا جبکہ ضحاک کا تخت گاہ
ہوا ہمسر عرش و افلاک تخت
ہوئیں کامراں وہ پری پیکراں
ہوا رونق افزائے تخت کیاں

نصیب شہنشاہ گیتی پناہ
کہ بیٹھا جہاندار فیروز بخت
ہم زیب ہے خسرو کامراں
فروزندہ خورشید تخت کیاں

سراپا گلستاں ہوا وہ مکاں
شبستاں ہوا غیرت صد چمن
کیا شاہ نے ملک تسخیر جب
جو تھا کندرو نامی اک پہلواں

ہوا تازہ یکدست باغ جہاں
ہوئی رشک باغ ارم انجمن
ہوئے کامیاب نشاط و طرب
طلسم و زر و مال کا پاسباں

گیا پاس ضحاک کے بھاگ کر
کسی طرف سے لاکے فوج گراں
شہا یاں ہے جسکے لیے فکر کیاں
رکھے ہو وہ پاس اپنے گرز گراں
بیتے دیو گردان جنگ آزما
ہوا پیرے داخل شبستان میں
دلے اسنے پنہاں کیا راز کو
نہیں جائے اندیشہ کچھ زینہار
کہ اب سوچ کچھ تو شہا چاہیئے
وہ مہماں کوئی آفت دہر ہے
کہ ہو ہمکنار اُس سے ہو شہناز
یہ قصہ سنا جبکہ ضحاک نے
تری بات کا کچھ نہیں اعتبار
نہ اب ناظم شہر سمجھا کروں
تو ہرگز نہ ہو بہرہ ور تخت سے
ذرا کام کا اپنے ہو چارہ گر
کیا حکم ضحاک نے پھر وہیں
فریدوں شہ نامور تھا جہاں
کہ اُسکے ستم سے تھے پرخوں سب
دلیران و مردان و برنا و پیر
وہ لشکر جو یوں ہو گیا بر جلال
کیا مشورہ دلمیں پھر ہر بیں
ہوئی رات جسدم تو وہ بیحیا
کمند ایک لیکر گیا پھر وہیں
ہوئی شعلہ خیز آتش رشک تب
بلندی سے بدخواہ آیا فرود
وہ گرز اُسکے سر پہ جو مارا شتاب

وہاں جاکے اُسنے کہی یہ خبر
سوئے شہر بغداد آئے دواں
خداوند دولت ہو وہ نوجواں
جوانمرد ہے جنگجو پہلواں
جوداں تھے نہیں قتل سب کو کیا
تصرف کیا تیرے ایوان میں
کہ تا کوئی لشکر میں بیدل نہ ہو
رہا چاہیئے شاد لیل و نہار
اُسے کیجیے کہ یہاں کہا چاہیئے
پڑا یہ غضب ہے بڑا قہر ہے
ادہر اسکے پہلو میں ہو ارنواز
تو کی خواہش مرگ ناپاک نے
ذرا بھی نہیں راستی زینہار
نہ خدمت سمجھے کوئی زینہار دواں
نہ ہو کامراں افسر و تخت سے
نہ بگڑے تیرا کام وہ کام کر
کہ گرداں رکھے اب سر اسپ زیں
وہاں شاہ ضحاک آیا دواں
طلبگار عہد فریدوں تھے سب
کہ تھے پہلوانی میں وہ بے نظیر
تو پیدا گرد میں سمجھا یہ صاف
کہ تنہا مسلح ہو اب پھر کہیں
ہوا غرق آہن میں سرتا بپا
چڑھا پھر سر بام کاخ بریں
دل اُسکا ہوا گرم کین و غضب
فریدوں نے اُسکو جو دیکھا تو زود
تو ضحاک کو پھر رہی کچھ نہ تاب

کہ شاہا یہ تن گرد گردن بلند
بزرگی انہیں وہیں اور اک خردمند
وہ سرکردہ ہے لشکر و فوج کا
بجاہ و حشم اُسنے واں آنکر
کیا زیر پا اپنے پیرایہ تخت
ستمگار سمجھا یہ سنکر خبر
کہا یوں کہ مہماں کوئی ہو دیگا
یہ گفتار سن اور کہا پیچ و تاب
رکھے جو کوئی گرزہ گاؤ سر
کہ یوں خواہران جہاندار جم
پھرا شہر میں اسکا لشکر تمام
ہوا کندرو پر بہت خشمگیں
ترا خوف سے دل پریشاں ہوا
اُسے کندرو نے یہ پاسخ دیا
بھلا شہریاری نہ ہو جب تجھے
سنی جبکہ گفتار ارباب ہوش
غرض کرکے تیاری لشکر تمام
ولے فوج بیدل تھی ضحاک سے
سنا فوج نے جب فریدوں کا نام
فریدوں کے آگے ہوئے سب رفیق
کہ کرتا نہیں خیر خواہی کوئی
سوے خوابگاہ فریدوں چلوں
یہ اُسدم بنی صورت نابکار
جو دیکھا تو ایوان میں ارنواز
شتابی سے ایوان میں ڈالی کمند
اُٹھا لیکے وہ گرزہ گاؤ سر
فریدوں نے پھر یہ ارادہ کیا

جوان و دلیر و قوی ارجمند
دلاور ہے پرنور ہے گرچہ ہے
سپہدار و ممتاز و فرمانروا
وہ توڑا طلسم اور لیا مال و زر
ہوا بیگماں جبکہ برگشتہ بخت
کہ پہنچا فریدوں وہاں آنکر
جو رخ اُسنے سوئے شبستاں کیا
دیا کندرو نے یہ اسکو جواب
شبستاں میں شوخی کرے آنکر
رہیں بیجا یا نہ اُس سے بہم
ہوئے آدمی اُسکے جاکر تمام
لگا کہنے یوں اُس سے از روے کین
تو مارے خطر کے گریزاں ہوا
کہ سمجھا ہے اب یہ گماں خسروا
کرے ناظم شہر کیونکر مجھے
تو آیا ستمگار کے دلمیں ہوش
روانہ ہوا واں سے وہ تیزگام
نہ راضی تھا کوئی بھی ناپاک سے
دل اُسکا ہوا خرم و شادکام
کہ تھا حق شناس و کریم و خلیق
نہیں چاہتا میری شاہی کوئی
وہاں جاکے بس قتل اُسکو کروں
کہ کوئی نہ پہچانے بس زینہار
فریدوں سے ہے شوق میں گرم ناز
کہ واں جاکے پہنچائے شہ کو گزند
مقابل ہوا اُسکے وہ آنکر
کہ اک ضرب اور اُسکے سر پر لگا

ملا دیجے اسکو تو خوں میں خاک
زمیں تاکہ ناپاک سے ہووے پاک
اسے قید کر کوہ کے درمیاں
رہے یہ گرفتار بند گراں
کہیں کوہ تھا اک دماوند نام
وہاں غار تھا اژدہے تھے تمام
بشاہی اسے سال گذرے ہزار
ہوا جبکہ اسکے گرفتار و خوار
کہ نام نکو ہی رہے یادگار
ہمیشہ نکو نام ہے برقرار
ہوا جبکہ ضحاک پر فتحیاب
سعادت ہوئی شاہ کے ہمرکاب
شتابی سے حاضر ہوئے آنگر
حضور شہ عادل و دادگر
کیا شاہ نے اپنے لطف و کرم
فزوں تر کیا انکا جاہ و حشم
نوازشگری شاہ نے کی اختیار
کیا عدل اور داد لیل و نہار
نکوئی جو کی شہ نے زیر فلک
تو نام نکوئی بھی ہے اب تلک
ہمیشہ کرے جو کوئی کام نیک
تو بیشک ہو آغاز و انجام نیک

صدا غیب سے لیکن آئی تہی
کہ باقی ہے اسکی ابھی زندگی
فریدوں نے جسدم سنی یہ صدا
تو ضحاک کو قید وہیں کیا
کیا بند سے جا کے ضحاک کو
رکھا سرنگوں اسمیں ناپاک کو
یہ دنیا کہ ہر چند ہے بے ثبات
ولیکن جہاں میں ہے بہتر یہ بات
فریدوں میں تھی یہ صفت سربسر
کیا جز نکوئی نہ کار دگر
تو سب نامداران و گردان شہر
کیے تھے دولت وہاں سے شاد بہر
کیا عرض یوں ہم ہیں فرمان پذیر
پرستندۂ شاہ آفاق گیر
سر تخت ایران و توران و چین
ہوا خواہ شاہنشہ دوربین
کشادہ کیا واں در گنج و زر
رعیت نوازی پہ باندھی کمر
جو کار فریدوں کرے بیگماں
فریدوں وہی ہے تہ آسماں
سنو تم کہ آگے کروں میں بیاں
فریدوں کے بیٹوں کی اب داستاں

تقسیم کردن فریدون ملک را بر پسران و رشک بردن سلم و تور و کشته شدن ایرج از دست آنہا

شہ ہفت اقلیم کے تھے سہ پور
کہ تھا انکا نام ایرج و سلم و تور
ہوئے جب جواں بادشہزادگاں
ہوئی یوں تمنائے شاہ جہاں
تو ان کو وہاں کدخدا کیجیے
نہ تاخیر کو راہ تک دیجیے
یہ بولا کہ گرد جہاں پھیر کے تو
جو ہے مدعا اسکی کر جستجو
بہت ملک میں گشت اسنے کیا
ولے جبکہ شہر یمن میں گیا
رکھے تین دختر ہے شاہ یمن
پری چہرہ و مہوش و سیمتن
فریدوں کا پیغام یکسر کہا
وہ اقبال شاہ یمن نے کیا
بصد حشمت و شوکت و فر و شاں
کیا شہزادوں کو شہ نے رواں
پری طلعتوں کو کیا کدخدا
بہت مال اور گنج انکو دیا
فریدوں کے دلمیں یہ آیا خیال
کہ اب میں ہوا پیر دیرینہ سال
دیا سلم کو روم و خاور و ہیر
دیا تور کو ملک توران و چین
سوئے روم و خاور گئے سلم و تور
رہا ایرج اپنے ہی باصد سرور
گیا جب واں سلم بیدل ہوا
سوئے چین ادھر تو وہ مائل ہوا
سوئے تور لکھکر کے نامہ شتاب
رسول ایک بھیجا کہ لائے جواب

ملکزادہ ایرج ولے خورد تھا
خردمند و فرزانہ و خوش لقا
سہ دختر جہاں آیا وہی ہوں
فزوں حسن میں ماہ انور سے ہوں
کوئی مرد دانا تھا جندل بنام
طلب کرکے اسکو شہ ذوالکرام
اسے جبکہ فرمان شاہی ہوا
تو رخصت ہو واں سے وہ راہی ہوا
تو لوگوں سے انکے ہوا یہ عیاں
کہ ہے یہ تمنائے شاہ جہاں
پہ سردار کا واسطے تھا مرد نام
کیا واں ادا وہ مبارک پیام
فریدوں نے جسدم سنی یہ نوید
ہوا خوش کہ دل کی بر آئی امید
گئے جب وہ سوئے دیار یمن
ہوا شاد تب شہریار یمن
ہوئے واں سے پھر سوئے ایراں رواں
ملکزادگاں اور وہ مہوشاں
کروں ملک تقسیم ہر ایک کو
کہ باہم برادر نہ ہوں کینہ جو
ولے ملک و زر زیر ایراں تمام
مقرر کیا شہ نے ایرج کے نام
وہ کرنے لگے بادشاہی وہاں
ہوئے تخت و دیہیم سے کامراں
قناعت نہ کی خاور و روم پر
نہ آیا پسند اسکو بخشش پدر
لکھا تھا یہ مضمون کہ بہتر ہیں ہم
نہ زنہار ایرج سے کمتر ہیں ہم

ذرا سوچ اب اے خداوند تو
کہ ہرگز نہیں باپ کو کچھ شعور

کیا ملک ایراں کا ایرج کو شاہ
کہ ہے جائے آسائش تخت گاہ

یہاں کا ہے حاصل یہی ایراں کا کام
غنیموں سے ہے رزم و کین مدام

جو نامہ پڑھا تور نے سر بسر
ہوا و لیکن اپنے غضبناک تر

ہر ایک بد سے شامل ہمیں
یقیں جانیو تو کہ یکدل ہمیں

کہ اس نامہ بر کو سبب سے پدر
روانہ کرو اب تو ہے خوب تر

ہمیں تخت ایراں سزاوار ہے
یہ ایرج کو لائق نہ زنہار ہے

جب آیا رسول خردمند یاں
کیا سلم نے تب یہ اس سے بیاں

کہ وہ تو برادر نے بعد از درود
کہا یوں کہ اب زیر چرخ کبود

نہیں خوب یہ رسم و آئین راہ
کہ ایرج کو دے تاج و تخت و کلاہ

ستم ہے جو کہتر کرے بہتری
غضب ہے کہ کہتر کو ہو برتری

یہ ہے حق میں ایرج کے خوب
کہ ایراں سے اب دست بردار ہو

شتابی سے سو طرف ایران و توران
قیامت کریں ایک برپا وہاں

وہاں سے روانہ ہو پیغامبر
جو آیا حضور شہ نامور

فرستندگاں کی طرف سے دعا
درود اس نے اندر شہ از رو صفا

کیا عرض پھر یوں کہ پیغامبر
کہ نزد خدا و زباں سے ہے بے خطر

اگر میری تقصیر ہووے معاف
تو پھر میں گزارش کروں صاف صاف

تو کر بخط ہو کے یکسر پیام
بیاں شوق سے کر حقیقت تمام

پیام درشت اور سخنہائے سخت
کہے سب حضور خداوند تخت

کیا بیٹے یکدست تقسیم ملک
کیا تینوں کو یعنی تقسیم ملک

جو مجھ سے نہیں تو خدا سے ڈرو
نہ زنہار باہم خرابی کرو

ذرا گوش دل سے مری سن تو پند
کہ قائم نہیں دور چرخ بلند

شہ نامور نے یہ سنکر جواب
فرستادہ رخصت ہوا پر شتاب

کہا پھر یہ راز نہفتہ عیاں
کہ پرخاش پر ہیں وہ گردنکشاں

ارادہ کیا از رہ سرکشی
کہ تجھ پر کریں آ کے لشکر کشی

اگر میں بھی تیرا مددگار ہوں
معاون ترا وقت پیکار ہوں

وہ ہیں کینہ جو زیر چرخ کہن
تو کیا فکر رکھتا ہے ای جان من

دیا اس کو اورنگ و دیہیم و زر
کہ تجھ سے بھی اور تجھ سے ہے خورد تر

مجھے اور تجھے ملک ایسا دیا
جہاں جنگ کینہ ہے صبح و مسا

یہ تقسیم ہے مجھ کو بس ناگوار
تری مصلحت کیا ہے اے شہریار

لکھا پھر وہیں سلم کو یہ جواب
کہ اے بادشاہ ثریا جناب

ترے ساتھ ویسے ہی یکجہت ہوں
پئے قتل ایرج کمربستہ ہوں

یہ پیغام بھیجو کہ اے بادشاہ
بزرگی و خوردی پہ کیجے نگاہ

رہ راستی پر وہ آجائے گر
تو بہتر ہے ورنہ تیغ و سپر

کہے سے فریدوں روانہ ہو تو
یہ پیغام لے جا جہاندار کو

ہوا خسرو با عقل کو تیرے کیا
کیا دور بس دل سے ترس خدا

یہ کر غور دلیں کہ بہتر ہیں ہم
سزاوار اورنگ و افسر ہیں ہم

کوئی گوشۂ ملک کافی ہے بس
عبث ہے اسے اور باقی ہوس

وگرنہ سواران جویائے کیں
دلیران رومی و ترکان چین

پھر ایران و ایرج ہوئی نو خراب
جگر تشنہ ہے دیجیے اس کا جواب

دبیر اک ہوا وہیں سجدہ کناں
رکھا سر کو اپنے سر آستاں

لگا پوچھنے یوں کہ دونوں ہیں شاد
وہ بولا کہ ہاں ہم کو کرتے ہیں یاد

یہ بندہ تمہارا گنہگار ہے
یہ لایا پیام ایک دشوار ہے

یہ کہنے لگا شاہ عالم پناہ
پیام آوراں ہیں سدا بیگناہ

کہا جبکہ یہ شاہ آزادہ نے
تو کھولی زباں پھر فرستادہ نے

فریدوں یہ سنکر ہوا تند گرم
یہ بولا کہ آتی نہیں ان کو شرم

بدی کچھ نہیں بیٹے کی زینہار
فزوں تر کیا عز و جاہ و وقار

مجھے اب تمنائے تاج و سریر
نہیں کچھ کہ دیکھو ہوا ہیں تو پیر

رہو راضی ابا میری تقسیم پر
لئے کینہ خواہی نہ باندھو کمر

فریدوں نے ایرج کو کرکے طلب
کہا بھائیوں کا وہ پیغام سب

کیا سلم اور طور نے اتفاق
رکھے ہیں ترے ساتھ وہ دونوں نفاق

کمر قتل پر تیرے باندھی ہے بس
ترا چھین لیں ملک یہ ہے ہوس

تو جب کے بھی ہو وہیں مقابل کہیں
وہ گردنکشاں کھینچ کر تیغ کیں

یہ بولا دلیر ایرج نامجو
وہ والا گہر ہیں جو اے شاہ جم

جہاندار سے پھر کیا یوں بیان
کہ اے نور چشم سعادت نشان

تمہارے ہیں وہ دونوں برادر بزرگ
ہوئے تجھ سے اب کینہ جو مثل گرگ

تو ہو مرد اور یقیں تجھ میں تاب
جوان سے نبرد آزما ہو شتاب

مری ہے یہ حالت کہ لیں میں ہلاک
کہے ترک شاہی ہو انکو دلگیر

وہ یکدل ہوئے ہر دو جنگ آوران
فراہم کیا لشکر بیکران

یہاں ساتھ انکے نہیں تاب جنگ
نہ فوج اسقدر ہے نہ اسباب جنگ

پسندیدہ وعقل رائے نکو
یہی ہے کہ تو صلح جو انسے ہو

مری طرح شاہی سے اب درگذر
نہ رکھ دل میں تو خواہش تاج و زر

کہ تا جان پہ تیری نہ پہنچے گزند
نہ ایمن ہے زیر چرخ بلند

نہ آرام جاں افسر بندہ ہوا
فلک آخرش شمع کا سر ہوا

سنی گوش جاں سے فریدوں کی بات
لگا کہنے یوں ایرج ارجمند

کہ زنہار اے شاہ فرخندہ بخت
نہیں کچھ مجھے الفت تاج و تخت

جو دنیا و دولت نہیں پائدار
تو غم کھائے کیوں مرد ہوشیار

یہ کینہ اگر مہر اور ننگ ہے
پئے بادشاہی اگر جنگ ہے

تو گذرا میں اس تاج و اورنگ سے
بہم صلح بہتر ہے اب جنگ سے

حضور انکے جاؤنگا میں بے سپاہ
نہ وسواس کو دونگا دل میں راہ

کہ ہیں جو برادر ہیں اور وہ بزرگ
بجاہ و حشم بھی ہیں مجھ سے سترگ

کروں عرض یوں میں بخوبی زبان پذیر
مبارک رہیں تمہیں یہ تاج و سریر

مجھے دہر میں کچھ نہیں حب جاہ
نہیں کچھ تمنائے تاج و کلاہ

ملے ساتھ کس واسطے خشم و کیں
کہ ہوں بندہ خسرو روم و چیں

یقیں ہے کہ پھر مجھ سے الفت کریں
بزرگانہ مجھ پر وہ شفقت کریں

فریدوں نے ایرج سے پھر یوں کہا
کہ اے پور صد آفریں مرحبا

برادر میں تیرے سر خشم و کیں
تو ہے صلح جو اور محبت گزیں

بہت خوب جانا ہے تیرا ادھر
کہ دونو وہ یکجا ہیں اب اے پسر

ولے میں بھی اک نامہ انکو لکھوں
رقم اسمیں جو درد دل اپنا کروں

کہیں پڑھکے انکا دل کینہ ور
سر مہر آجائے پھر زود تر

تجھے پھر بخوبی وہ رخصت کریں
محبت کریں اور الفت کریں

تمہیں مجھکو دیدار حاصل ہو پھر
قرین مسرت مرا دل ہو پھر

یہ لکھکر فریدوں نے نامہ لکھا
رقم اسمیں یعنی یہ مضموں لکھا

کہ تم ہو بزرگ اے جوانان گرد
اور ایرج تمہارا برادر ہے خرد

سر تخت شاہی سے آیا فرود
کلاہ شہی سر سے لایا فرود

کمر اپنی باندھی پئے بندگی
یہ آیا برائے پرستندگی

تمہیں بھی ہے لازم کہ شفقت کرو
سر کیں سے گذرو محبت کرو

کئی روز واں جبکہ جائیں گذر
تو پھر اسکو رخصت کرو تم ادھر

سرنامہ جب شاہ نے مہر کی
تو ایرج نے توران کی پھر راہ لی

لئے اسقدر ساتھ برنا و پیر
کہ تھے واسطے راہ کے ناگزیر

داستان رسیدن ایرج نزد سلم و تور بے فوج برائے عذر و انکسار مع نامہ پدر خود و قتل نمودن آنہا ایرج را از روے کین و سرکشی سرش را نزد فریدوں فرستادن و ماتم نمودن فریدون

رہے ہم دو توران میں جب سلم و تور
کہ تھا جنکو جاہ و حشم کا غرور

وہ رکھتے تھے ایرانکی طرف عزم
وہ تیار کرتے تھے اسباب رزم

وہ توران میں آکر فراہم ہوئے
پئے خون ایرج وہ باہم ہوئے

خبر انکو پہنچی یہ اتنے میں واں
کہ بے فوج آیا ہے ایرج یہاں

فریدوں نے نامہ بھی ہمراہ لکھا
یہ سنکر وہ دونوں گئے پیشوا

خوشی سے جہاں انکی تھی بارگاہ
اسے لیگئے واں وہ باعز و جاہ

ملک زادہ ایرج تھا فرخندہ خو
خردمند و خوش منظر و خوبرو

مگر اب جو برپا ہوا یہ فساد
تو آئے پھر اس بات پر بد نہاد

کہ ہوں بے خطا کشتہ وہ نابکار
سو خانہ جانبر نہ ہو زینہار

سے فوج پھر سلم نے کی نگاہ
نہ پایا طرف اپنی میل سپاہ

کہا تور سے کام ابتر ہوا
کہ ایرج سے دل بستہ لشکر ہوا

یہی قصد تھا ملک ایران کا
وسے اب ہے اندیشہ توران کا

ہوا قتل ایرج کا اب ناگزیر
وگرنہ نہ ہم ہیں نہ تاج و سریر
پھری آہ اس بات سے تور نے
رکھا خون دا اسکا سنہ دور نے

کیا ہو وے سرور جو انکے حضور
تو بولا یہ ایرج سے کمبخت تور
کرائے بلا دو پسے کشتہ ہے تو
نہ ہرگز سزاوار افسر ہے تو

ہمارا ادب کچھ نہ دکھلائیگا
ہوا ملک ایراں کا تو بادشاہ
غنیم و وزیراں ہم تو کھینچیں برنج
ہے تو وہاں شاہ با تاج و گنج

یہ باتیں جو تندی سے اسنے کہیں
تو ایرج نے پاسخ دیا پھر وہیں
کرے بادشاہ جہانگیر فرزند
بزرگ آپ ہیں ہر طرح میں خرد

مجھے چاہیے اب نہ تاج و کلاہ
نہ گنج اور نہ کشور نہ فوج و سپاہ
نہیں مجھ یہ لازم ہے تمنا عتاب
کہوں ہزرہ شاہ عالیجناب

نہ کرتا تھا عجز اور گفتار نرم
ہوے تپسیہ ہوتا تھا وہ تند گرم
نہ گفتار ایرج کی بھائی اسے
نہ الفت برادر یہ آئی اسے

سر کرسی زر وہ بیٹھا جو تھا
وہاں سے وہ یکبارگی بس اٹھا
وہ کرسی زر راہ پہ خشم و کیں
اٹھا سر سے ایرج کو مارے وہیں

پھر اسکے رکھا دست و بازو پہ بند
گزند برادر بس آیا پسند
بہت کرکے جب زاری و انکسار
لگا کہنے ایرج کہ اے نامدار

نہ کر قتل مجھ کو خدا سے تو ڈر
نہ اٹھ ہاتھ سے پاس شرم پدر
یقیں جانیو تو کہ انجام کار
تجھے رنج پہنچائیگا کردگار

نہ رکھ لائے خون برادر روا
مری جان پر رحم کر خسروا
نہیں کچھ مجھے خواہش سروری
کروں رات دن محنت و چاکری

کیا عجز ایرج نے ہر چند پر
نہ آیا سر رحم بیدادگر
وہیں کھینچکر خنجر آبگوں
کیا اسنے ایرج کو بس غرق خوں

سر نا سور کرکے تن سے جدا
حضور فریدوں روانہ کیا
اکھاڑیں کہ تونے جسے اے پدر
دیا تاج و زر تھا یہ اسکا ہی سر

تو رکھ اسکے اب سر پہ تاج شہی
بٹھا اسکو بالائے تخت شہی
فریدوں یہ کھینچے تھا انتظار
کہ آوے کہیں ایرج نامدار

کہ اتنے میں نالہ کناں ہر دواں
لیے اسکا تابوت پہنچے وہاں
وہ تابوت کھولا تو آیا نظر
وہ ہیبت بیدہ تھا پریشاں جگر

فریدوں اسے دیکھ گریاں ہوا
وہ بیہوش سر خاک غلطاں ہوا
ذرا ہوش آیا فریدوں کو جب
وہ بولا کہ ہو دہر بیہوش اب

وہیں توڑ ڈالے وہ کوس و علم
فغاں اور نالہ تھا داں دمبدم
بنایا تھا ایرج نے اک گلستاں
سر اسکا کیا دفن بیکر وہاں

اکھاڑے سہا لال گلشن تمام
جلائی گل و سرو سوسن تمام
یہ کہتا تھا گریہ کناں شہریار
کہ افسوس اے گردش روزگار

ہوا کشتہ یوں ایرج نازنیں
کہ سر ہے کہیں اور تن ہے کہیں
ہوا سو ہوا لیکن اے کردگار
ترے فضل سے ہو شبہ بیداد ار

کہ ہو تخم ایرج سے اک نامور
پئے رزم و کین چست باندھے کمر
کہانتک کروں درد و غم کا بیاں
سنو اب منوچہر کی داستاں

تولد شدن دختر از لیلی ہمشیر ایرج و کتخدا شدن او با پشنگ کہ او ہم از نسل فریدون بود و تولد شدن منوچہر و کینہ خواہی او

شبستاں میں ایرج کو شاہ جہاں
گیا ایکدن تو یہ پوچھا وہاں
کہ ہے کوئی یاں ماہر و باردار
شتابی سے مجھ پر کرو آشکار

کسو نے دیا شاہ کو یہ نوید
کہ ہے حاملہ ایک ماہ آفرید
یہ سنکر بہت خوش ہوا شہریار
کہا یوں کہ اب ماہ ہوں یہ امیدوار

خدا نے اسے ایک فرخ سیر
کہ لے بدلہ لال سے خون پدر
گذر جب گئے نو مہینے وہاں
تو پیدا ہوئی دختر دلستاں

وہ تھی حسن میں ایک ماہ تمام
فریدوں نے رکھا پریچہرہ نام
کیا پرورش ناز و نعمت کے ساتھ
کہ رکھا تھا ہم قرب اسکو دلربا

جوان دلاور پشنگ ایک تھا
بسے ساتھ اسکے کیا کتخدا
فریدوں کی نسل سے تھا وہ جوان
پسر منہ وہ دانشور و پہلواں

ہوئی حاملہ جب وہ رشک قمر
بہت شاہ کو شادمانی ہوئی
کہ جب تک فلک پر مہ و مہر ہو
ہوا وہ جواں وہ منوچہر جب
کہا یوں نظر کر کے سوئے سپاہ
درِ گنج شاہی کشادہ کیا
منوچہر سے مردمان سپاہ
جو پہنچی خبر سلم اور طور کو
فریدوں یہ رکھتا ہے اب عزم جزم
کہا مشورہ یوں کہ گنج و گہر
عوض خون ایرج کے دیتے ہیں ہم
حضور فریدوں وہ پیغامبر
کہے جا وہاں عالم افروز تو
زر و لعل اور گوہر شاہوار
وہ پیلاں محمولہ سیم و زر
کیا ہمکو گمراہ شیطان نے آہ
اگرچہ ہیں ہم تو سراپا خطا
تمنا یہ ہے اپنی شام و سحر
رکھیں اُسکے تارک پہ دیہیم زر
بلایا منوچہر کو تب وہیں
نظر کر تہِ گنبدِ نیلگوں
دیا اُس کو پیغام کا یوں جواب
مگر تم نے اب بیگناہ و خطا
وہ سام نریمان وہ قارن دلیر
یہ مردان جنگ آور پہلوان
یہاں خواہش زر نہیں زینہار
کیا عذر جو نابکاروں نے اب

تو اُس سے تولد ہوا اک پسر
پسر تو اُسے زندگانی ہوئی
الٰہی جہاں میں منوچہر ہو
ہنر پہلوانی کے سکھلائے سب
تمہارا منوچہر ہے بادشاہ
سپہ کو زر و سیم و گوہر دیا
گزارش یہ کرتے تھے شاہ ہوچکا
منوچہر سے مرد پیکار جو
کہ بھیجے اُسے ہر طرف بہر رزم
رواں کیجئے اب برائے پدر
اُسے گوہر و گنج و تاج و علم
جو پہنچا تو رکھ کر وہ سر خاک پر
ہمیشہ کرے جشن نوروز تو
سر پر زر و تاج گوہر نگار
حضور جہاندار گذران کر
جو سرزد ہوا ہم سے ایسا گناہ
ولے تو خطا بخش ہے خسروا
سو خاور آوے منوچہر اگر
کریں پیشکش اُسکے گنج و گہر
بٹھایا سر کرسیٔ گوہریں
ہوئے تیرے بدخواہ یکسر زبوں
کہو جا ہر دو ناپاک سے کہ شتاب
کیا قصد خون منوچہر کا
وہ آمادہ ہے جنگجو مثل شیر
منوچہر کے ساتھ پہنچینگے واں
نہیں چاہئے گوہر شاہوار
نہیں بیٹے کا بیچا ہے سب

ملک زادہ ایرج کی ہم شکل تھا
وہ لایا بجا شکر پروردگار
رہے اُسکا اقبال دائم بلند
سکھائے سب آئین و رسم شہی
منوچہر کی تم اطاعت کرو
فراہم ہوا لشکر بے شمار
کہ عزم عدم سوزی اب کیجئے
قوی بازو و پہلوان و دلیر
یہ سُنکر بہت دلمیں لائے ہراس
منوچہر کو اب طلب کیجئے بحال
غرض بازر و گنج بھیجا رسول
دعا و ثنا کی شہنشاہ کی
وہ تحفے جو لایا تھا پھر اُسنے سب
وہ دیبائے رومی و خز و حریر
کہا سلم اور تور کا یہ پیام
خجالت زدہ ہم ہیں تقصیر سے
ہماری یہ تقصیر ہووے معاف
تو ہو تخت شاہی پہ جلوہ کناں
فریدوں نے دیکھا جو تحفہ تمام
کہا یوں کہ اے پور فرخ خصال
پھر آیا وہ شاہ سوئے پیغامبر
ہوئے گر منوچہر پر مہرباں
منوچہر رکھ سر پہ خود و کلاہ
وہ گرشاسپ شاپور شیر و یل
مجھے زر سے دیتے ہو تم کیا فریب
تو سب پھیر بھیجا یہ گنج و رسول
ستم ساتھ ایرج کے جو جو کیا

منوچہر نام اُسکا شہ نے رکھا
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار
نہ پہنچے خدا چشم بد سے گزند
پھر اُسکے تھے رکھا سر پہ تاج شہی
دل و جاں سے تم اُسکی خدمت کرو
دلیران جنگی و مردان کار
شتابی سے ایرج کا خوں لیجئے
حضور اُسکے روباہ سی کم ہے شیر
پریشاں ہوئے اُنکے ہوش و حواس
یہ لکھئے کہ اے بادشاہ جہاں
کہ شاید فریدوں کرے یہ قبول
کہ اے مہر رخشندۂ خسروی
رکھے شہ کے آگے زبس کہ طرب
وہ زرین طبقہائے مشک و عبیر
کہ دیتے ہیں ہم اے شہ نیک نام
ولیکن ہیں ناچار تقدیر سے
کرو کینہ سے اپنے سینہ کو صاف
ہم اُسکی کریں چاکری جاوداں
سُنا اور یوں سرکشوں کا پیام
سمجھے ہے سعید اور مبارک یہ فال
ہوا خندہ زن اُسکی گفتار پر
تنِ ایرج نامور ہے کہاں
سو خاور آوے گا لیکر سپاہ
کہیں پہلوانی ہیں سب بے بدل
یہ مکاری ہے سب تمہارا فریب
کہ ہرگز ہمیں کچھ نہیں ہے قبول
سو اُسکا مکافات دیگا خدا

گیا اس جہاں سے وہ ایرج اگر
دلیر و قوی چوں ہژبر زماں
یہ پیغامبر نے جواب پیام
غرض تیز رو مثل باد صبا
کہا پھر کہ بیٹے منوچہر کو
اور اسکے جو لشکر میں ہیں پہلوان
وہ دونوں جفا کا بیداد گر
یہ بولے تہ چرخ فیروزہ رنگ
یہی مصلحت ہے کہ لیکر سپاہ

تو پیدا ہوا اور اک نامور
نبرد آزما مثل شیر ژیاں
سنا جب تو ہوش اڑ گئے بس تمام
جہاں سلم اور تور تھے واں گیا
جو دیکھا تو ہے سرور پیکار جو
قوی زور ہیں مثل پیل دماں
ہوئے سنکے پاسخ بہت ہی خجل
کہ ہم گر نہ پہلے کریں قصد جنگ
چلیں ہم سوئے منوچہر شاہ

گر ایرج نہیں تو منوچہر ہے
کمر چست باندھی پئے کارزار
ذرا ایکدم پھر نہ ٹھہرا وہاں
وہ پاسخ جو تھا اسکا خوں بار
جوانمرد شیر افگن و پیلتن
نبرد آزما ہر جوانمرد ہے
پھر آراستہ ایک کی انجمن
مبادا منوچہر ہووے دلیر
کریں حملے ایران پہ ہم آ کے جنگ

فروزندہ مثل مہ و مہر ہے
چھوٹے وہ ایرج کا خوں خواہ ہے
ہوا بس وہیں سوئے خاور رواں
کیا سلم اور طور سے آشکار
بل نوجواں گرد شمشیر زن
طلبگار پیکار و نامور ہے
پئے کینہ خواہی ہے تیغ زن
شتابی ادھر آئے مانند شیر
نہیں خوب ساعت میں کچھ درنگ

جنگ منوچہر با سلم و تور و فتح یافتن منوچہر و نشستن بر تخت و وفات فریدون

گیا سلم اور طور نے جب یہ عزم
کہ حملہ کر منوچہر سے کیجے رزم
فراہم کیا لشکر بے شمار
یلان تنومند جنگی سوار
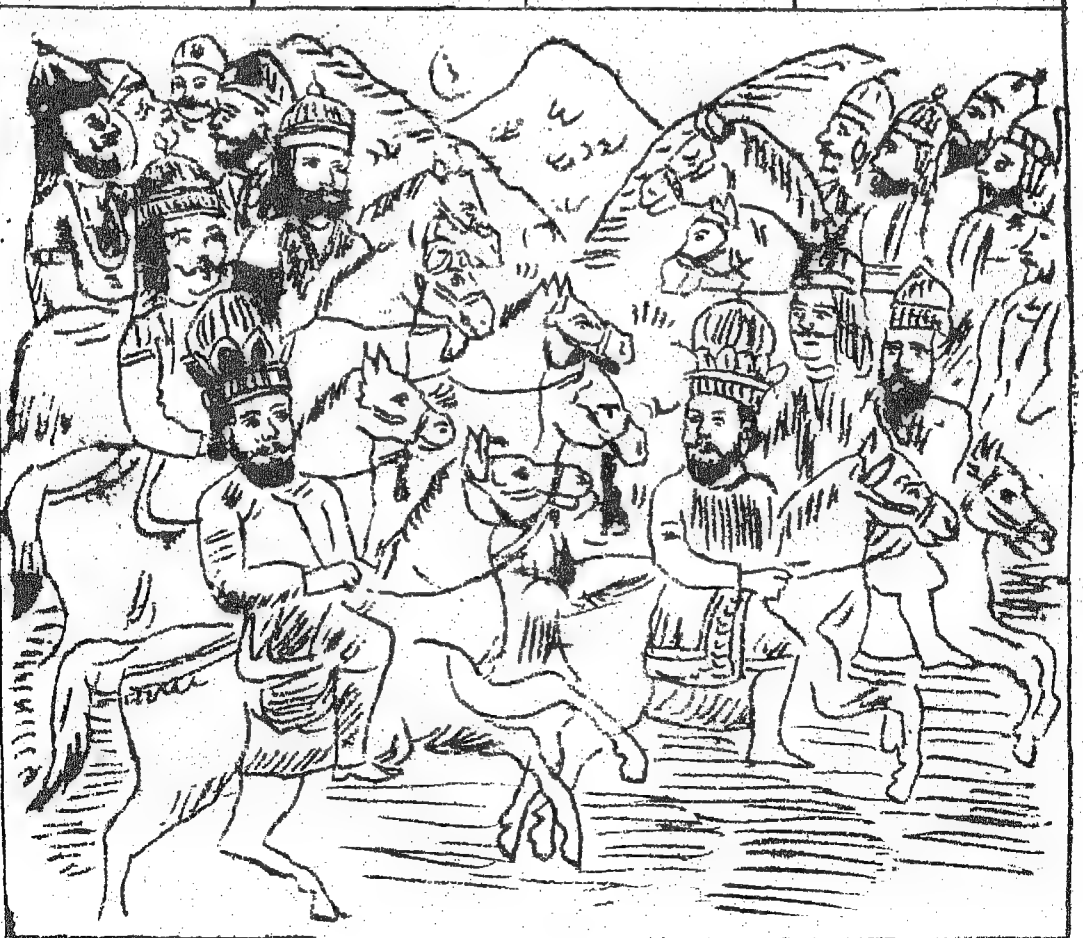
سواران رومی و ترکان چین نبرد آزمایان توراں زمین
رواں ہوئے اقلیم ایراں ہوئے لیے کینہ خواہی شتاباں ہوئے
فریدوں کو پہنچی یہ جس دم خبر کہ فاروت اب لشکر آیا ادھر
بلا نامداروں سے تب یوں کہا کہ اے شیر مردان جنگ آزما
صبوری کرو تم نہ باندھو کمر کہ تا آویں اب اور بھی پیشتر
خبر پھر یہ پہنچی کہ اب سلم و تور قریب آ گئے بس نہیں کچھ بھی دور
منوچہر نے یوں گذارش کیا کہ اے بادشاہ جہاندار کشورکشا
نہیں مجھ کو زنہار تاب درنگ اجازت مجھے دیجئے بہر جنگ
کیا اسطرف شاہ نے پھر رواں منوچہر کو با سپاہ گراں
زرہ پوش مردان شمشیر زن جوانان جنگ آور و صف شکن
لئے سر بسر گرز و تیغ و سناں نہ پروائے سر نے ذرا فکر جاں
یہاں فوج کا کیجئے کیا شمار سواران جنگی تھے ششصد ہزار
صف جنگ آراستہ جب ہوئی رہ صلح مسدود تب ہو گئی
وہ آگے ہوا کاویانی درفش کہ تھا یکقلم سرخ و زرد و بنفش
سو راست گرد دلاور قباد سو چپ وہ گشتاسپ فرخ نہاد
وہ سام و نریماں وہ قارون دلیر کہ تھے کینہ خواہی میں مانند شیر
بجائے تعین تھی قائم سپاہ منوچہر تھا رونق قلب گاہ
اُدھر سے وہ تھے دو گرگ گرسنگاں پئے رزم لائے سپاہ گراں
گیا بڑھ کے آگے دلاور قباد وہیں تُور آئے دواں مثل باد
قباد دلاور سے کہنے لگا منوچہر سے جا کے کہہ تو ذرا
کہ اے بے پدر خورد کہہ تو مجھے بھلا کام کیا گرز و شمشیر سے
ہوئی دخت ایرج سے تیری نژاد تو زنہار اس بات سے ہو نہ شاد
دیا تور کو اُس نے پھر یہ جواب کہ پہنچاؤں پیغام تیرا شتاب
کیا تور اور سلم نے پھر یہ کام کہ دونوں کو نفریں کریں خاص و عام
تمہاری وہ محفل میں پایا پناہ کیا غرق خوں تم نے ایرج کو آہ
یقیں جانو تم کو زیر فلک رہی تم پہ لعنت قیامت تلک
یہ سنکر نہ پاسخ کچھ اس نے دیا مخجل ہو کے میدان سے پھر گیا
وہیں رزم گاہ سے پھرا یا قباد حضور منوچہر فرخ نہاد
سنا تھا جو کچھ طور سے سب کہا منوچہر سنکے یہ باتیں ہنسا
یہ کہنے لگا پھر کہ ہنگام جنگ عیاں ہوں نژاد و گہر بیدرنگ
کروں قتل میں سلم اور طور کو کروں غرق خوں ہر دو مقہور کو
جواب پھر گیا تور میدان سے اماں اسنے پائی ذرا جان سے
رکھیں جنگ کو آج موقوف ہم کریں جشن برپا یہاں صبحدم
پھرا رزمگہ سے منوچہر شاہ گیا بس وہیں سے آرامگاہ
ہوا خیمہ زن دشت میں وقت شب بسر کی وہ شب با نشاط و طرب
سحر جب ہوئی تب منوچہر شاہ دلیرانہ آیا سوئے رزم گاہ
سپاہان جنگی و مردان کار ہوئے آگے صف زن یمین و یسار
وہ دونوں ستمگار بھی لے سپاہ ہوئے آکے میدان میں کینہ خواہ
ہوا گرم بازار کین و ستیز ہوئی ایک برپا وہاں رستخیز
جوانوں کا سر اور گرز گراں دلیروں کا پہلو و نوک سناں
تن و جاں کا کچھ نہیں تھا دریغ وہاں کام سب کو تھا با گرز و تیغ
ہوئے کشتہ جنگ آوراں بیشمار زمیں خوں سے ٹھہری گل لالہ زار
ولیکن بتائید لطف اِلٰہ منوچہر کی غالب آئی سپاہ
بھگے تور اور سلم پس دردمند کہ آیا نظر ان کو اپنا گزند
لگے کہنے باہم وہ دونوں لعیم کہ غالب رہی آج فوج غنیم
مبادا کہ غالب ہو کل اور بھی سو اس واسطے مصلحت ہے یہی
منوچہر پہ آج شبخوں کریں ہر اسکے ہم زیر گردوں کریں
منوچہر کو بھی یہ پہنچی خبر کہ دو بد نہادان بیداد گر
شبخوں کا رکھتے ہیں وہ عزم جزم کیا چاہتے ہیں وہ غفلت میں رزم
وہیں کر کے قارن کو شہ نے طلب کہا ہو خبردار لشکر سے اب
سو قارن کو سونپ کر اسکو سپاہ کمیں گاہ میں آپ بیٹھا وہ شاہ
سواران جنگ آزما سی ہزار لیے ساتھ اپنے پئے کارزار
گئی نصف سے رات جس دم گذر جہاں تیرہ بس ہو گیا سربسر
روانہ ہوا تور شوکت شعار سواران جنگی لئے سو ہزار

بعزم شبخون وہ آیا بہم
خبردار پائی سپاہ سحر

ولیکن نہ زنہار پایا گذار
ہوا گرم ہنگامہ کارزار

یہ پہنچی خبر جب منوچہر کو
کمین گاہ سے تب شہ نامجو

جہاں تور بدکیش تھا رزم شاہ
دلیرانہ پہنچا سوئے نیزہ باز

اٹھایا وہیں اس کو پس زین ہی
لٹایا زمیں پر سر کین سے

ہوا شاہ تور پہ جب فتحیاب
سوئے پھر سلم آیا ادھر سے شتاب

گیا بھاگ کر درمیان حصار
ہوا جا کے محصور وہ نابکار

نگہبان و شہ کا کو اک گرد تھا
دلیر و جوانمرد و جنگ آزما

پھر اک گرز مارا بہت زور سے
کمر پر منوچہر کے آن کے

ولیکن نہ زنہار کاری پڑی
ہوا اشتعلناک پھر اس گھڑی

تن اسکا کیا تیغ سے چاک چاک
سپہدار کا کو ہوا یوں ہلاک

ہوئی خیمہ زن فوج گرد حصار
نہ تھا قلعہ میں پھر صبا کا گذار

منوچہر نے اسکو بھیجا پیام
کہ مت تیری ترکی ہوئی اب تمام

اگر شیر دل ہے ترے پہلوان
تو مت جانئے اپنی مثل سگاں

یہ سنکر اسے غیرت آئی وو بار
وہ غیرت سے سر رزم لائی وہیں

منوچہر شاہ ولایت ستان
مقابل ہوا لیکے تیغ و سنان

شہر روم و خاور ہوئے کشتہ جب
ہوا لشکر ان کا پراگندہ سب

کیا عرض مت کھینچئے تیغ کین
غرض پہنچے اے شاہ روئے زمین

وزیر خردمند رخصت ہوا
کہ مشمول لطف و عنایت ہوا

شہنشہ نے سب پر بلطف و خوشی
عنایات شاہانہ مصروف کی

ظفر جب ہوئی شہ کی ہمعنان
ہوا تب عنان تاب شاہ جہاں

پیادہ ہوا واں منوچہر بھی
کیا پھر قدم بوس با صد خوشی

بٹھایا منوچہر کو تخت پر
رکھا اسکے تارک پہ دیہیم زر

جہاں سے ہوئیں رفتنی آجکل
کہ آتا ہے ہر دم پیام اجل

پھر آخر فریدوں جہاں سے گیا
وہ سرو سہی گلستاں سے گیا

ہوا پھر بفضل خدائے کریم
منوچہر بھی پادشاہ عظیم

کیا سام کو اپنا مختار کار
کہ تھا کاردان و یل نامدار

بناچار چاہا کہ پھر جائے
طرف اپنی لشکر کہیں آئے

ہوئی وقت شب تیغ رانی وہاں
ہوئے غرق خوں پھر ہزاروں جواں

شتابی سے پہنچا سوئے رزمگاہ
کئے قتل آکر بہت کینہ خواہ

جو اک تیر مارا پس پشت تور
تو قالب سے اسکے ہوئی جان دور

جدا تیغ سے کرکے سر تور کا
حضور فریدوں روانہ کیا

نہ پائی ولے سلم نے تاب جنگ
گریزاں وہاں سے ہوا بیدرنگ

منوچہر بھی سوئے حصن متین
گیا لیکے فوج اور گھیرا وہیں

سوئے رزم پرخاش مائل ہوا
منوچہر کے وہ مقابل ہوا

منوچہر نے کھینچکر وہیں تیغ
لگائی سر خصم پہ بیدریغ

کمربند اس کا پکڑ کین سے
سر خاک پٹکا اسے زین سے

لگا کہنے پھر شاہ فیروز جنگ
کرو قلعہ کو گھیر کر خوب تنگ

رہا سلم مدت تلک قلعہ بند
ہوا تنگ زیر سپہر بلند

ملا دونگا تجھکو بہ خون و خاک
بنامردی آخر تو ہوگا ہلاک

مقابل سپہ آکے اب ہو شتاب
خدا جسکو چاہے کرے فتحیاب

نکل قلعے سے سلم جنگی سوار
دلیرانہ آیا پئے کارزار

کیا زخم شمشیر اس پر رہا
کہ تن سے ہوا سلم کا سر جدا

سپہدار خاور کا تھا اک وزیر
وہ آیا حضور شہ بے نظیر

سر رزم آیا وہیں شہریار
لیا اس نے پیمان و عہد استوار

غرض سلم اور تور کی فوج کو
وہ لایا حضور شہ نامجو

جو تھا منصب اسکا وہ قائم رکھا
زیادہ کیا بلکہ کچھ مرتبہ

جو نزدیک پہنچا وہ کشور کشا
فریدوں پیادہ گیا پیشوا

جب آیا وہ ایران شاہی میں تب
فریدوں نے با صد نشاط و طرب

کہا پھر یہ سام و نریمان سے
کہ اپنے نبیرے کو سونپا تجھے

بہت پند کی پھر منوچہر کو
دعا دی کہ قائم جہاں میں تو ہو

فریدوں جہاندار اب ہے کہاں
ولے نام نیکی ہے جاوداں

بسان فریدوں کیا عدل عام
رکھا لطف و احسان سے سب کو شاد

سپاہ امیران و فرزانگان
ہوئے سب ثنا خوان شاہ جہاں

یہ کہتے تھے ہر شام و ہر بامداد   کہ ہے اے جہاندار فرخ نہاد
ترے جان و دل ہوں ہمیشہ خدمتگزار   کریں چاکری تیری لیل و نہار
جہاں میں تو فرمانروا ہو سدا   یہی آرزو ہے یہی ہے دعا
لکھوں زال و رستم کی اب داستاں   کہ سنکر جسے پیر بھی ہوں جواں

داستان تولد شدن پسر بخانہ سام و پرورش نمودن سیمرغ و نام نہادن زال و باز آمدن بسیستان

شبستان میں سام کے اک پسر   تولد ہوا گلرخ و سیمبر
سفید اسکے اندام پر مو تمام   گئی دایہ یہ دیکھکر پیش سام
یہ کہنے لگی تجھکو اے نامور   خدا نے دیا بچہ اک طرفہ تر
کہ ہے وہ حسین سرو قد لالہ رو   ولیکن خار اسکے یکسر ہیں مو
وہیں سام نے آکے دیکھا اسے   ہوا خوف اندیشہ پیدا اسے
رکھا اسکا نانا نے نام زال   تعجب تھا صورت پہ آگی کمال
یہ کہتے تھے واں ہر زباں خاص و عام   کہ ہے طفل ہرگز نہیں پور سام
پریزاد یا دیو ہے یا پلنگ   یہ خلقت ہو انسانکی بے زیب و رنگ
یہ سنکر ہوا سام دلتنگ ہیں   اٹھا لیگیا زال کو لیں وہیں
سو کوہ البرز ڈالا اسے   شبستاں سے اپنے نکالا اسے
مکاں واں جو تھا ایک سیمرغ کا   لیا یک وہ سیمرغ ادھر آگیا
جو دیکھا تو اک کودک شیرخوار   پڑا ہے سر خاک روتا ہے زار
ہوا مہرباں رحم آیا اسے   اٹھا آشیانے میں لایا اسے
طرح اپنے بچوں کے باصد خوشی   لگا پرورش کرنے زال کی
دل سیمرغ کو صرف الفت ہوئی   کہ بچوں کی بھی اک محبت ہوئی
وہ رہتے تھے باہم شب و روز شاد   ہوا نوجواں پھر وہ فرخ نژاد
کوئی کارواں اتفاقاً ادھر   جو گذرا تو شاداں ہوا دیکھکر
وہ سیمرغ سے زال کو لے گیا   محبت سے ساتھ اسکو اپنے کیا
یہاں سام کو خواب آیا نظر   یہ کہتا ہے کوئی کہ اے نامور
ترا پور زندہ ہے اور شاد ہے   جہاں میں بخوبی وہ آباد ہے
ہوا جبکہ بیدار وہ پہلواں   تو پھر دل میں اپنے ہوا شادماں
ہوئی تازہ تر الفت دلپور   کہ ہے پور دلبند آنکھوں کا نور
خوشی سے پھر اسکی خبر کیلئے   رواں سوئے البرز مردم کئے
پھر اک خواب دیکھا بروز دگر   نظر آئے وہ مرد فرخ سیر
کہا ایک نے یہ کہ اے بے شعور   کیا تو نے خوف خدا دل سے دور
رکھا دور آنکھوں سے فرزند کو   کیا خوار یوں پور دلبند کو
سپید اسکے مو ہیں اگر سر بسر   تو کیا عیب ہے اک نظر آپ کر
کہ تیرا ابھی اسپید سر ریش ہے   تو ناحق پسر کا بد اندیش ہے
نظر میں ترے گو ہے فرزند خوار   مقرب ہے وہ پیش پروردگار
کہ خرم ہوا دیکھکر بس یہ خواب   نہ دل میں رہی کچھ صبوری کی تاب
ہوا صبحدم سام گھر سے رواں   سو کوہ البرز آیا دواں
خدا سے وہاں اسنے کی التجا   بہت زاری و گریہ کرکے کہا
الٰہی مرے حال پر رحم کر   کہ پھر پاؤں میں جلد اپنا پسر
پذیرا ہوئی اسکی یکسر دعا   ہوا حال پر اسکے لطف خدا
نظر کی جو سیمرغ نے ناگہاں   تو دیکھا کہ ہے سام گریہ کناں
وہ سیمرغ آیا وہیں پیش سام   سنا قصہ خواب اس نے تمام
یہ سیمرغ نے سام سے پھر کہا   کہ دایہ ہوں میں تیرے فرزند کا
بہت عاجزی سے تب اسنے کی   گیا پاس وہ کارواں کے تبھی
کیا زال کا کارواں سے طلب   حوالہ کیا اس نے باصد طرب
پھر اوڑ کے سیمرغ لے زال کو   لے آیا حضور یل نامجو
کہا لیں کہ لیجے یہ اپنا پسر   یہ ہے لائق تاج و اورنگ و زر
کہا پھر یل سام خرم وہیں   لگا کرنے سیمرغ کو آفریں
دیئے اپنے سیمرغ نے چند پر   کہا زال سے یوں کہ اے نامور
جو مشکل کوئی پیش آئے تجھے   تو پر کو جلا یاد کیجو مجھے
شتابی سے پہنچونگی واں آنکر   تری مشکل آساں کروں سر بسر
پھری تا رہے دلمیں الفت تیری   زیادہ ہے مجھکو محبت تیری

مقابل ہوا کوتوال حصار ہوئی گرم واں لڑنے کی کارزار
شبِ جنگ گرز و سنان و خدنگ رہا صبح تک گرم بازار جنگ
ہوا کشتہ آخر جو سرشار و شر گریزاں ہوئے سنگبدار و شر
دلیروں نے تاراج شہر کو کیا بہت مال و اسباب واں سے لیا
عجب خوبتر واں کی اجناس تھی کہ دیکھی نہ تھی مردماں نے کبھی
گیا پھر وہاں رستم نامدار سوئے خانۂ حکمرانِ حصار
جو دیکھا کہ ہے سنگ خارا کا گھر اسی کی ہے بنیاد بھی سر بسر
سوا اسکے اک گنبد زر نگار بصد لطف و خوبی ہے شاہکار
یہ کہتے تھے یوں تجربہ کار پہلوان کہ یہ کار انساں نہیں بیگمان
لکھا نامہ رستم نے پھر زال کو کہ اے نامور دلیر نامجو
کیا فتح میں نے یہ حصن حصین کہ ہمسر نہیں جسکا چرخ بریں
جو ارشاد ہو سو بجا لاؤں میں رہوں یا یہاں بادلی آؤں میں
یہ نامہ پڑھا زال نے جب تمام دل اسکا ہوا خرم و شادکام
یہ پاسخ لکھا اے خردمند پور رہے چشم بد تجھ سے ہر لحظہ دور
کیا تو نے تسخیر حصن متین ہزار آفریں صد ہزار آفریں
فقط دل کو میرے نہ گلشن کیا روانِ نریماں کو روشن کیا
لگا آگ قلعہ کو کر خراب وہاں سے تو پھر بطرف اشتاب
کہ دیدار کا ہے تیرے اشتیاق جدائی ہے تیری بہت مجھکو شاق
جو پہنچا یہ نامہ تو وہ پہلوان روانہ ہوا جانب سیستان
گیا زال با صد طرب پیشوا بصد شوق اسکو بغل میں لیا
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھ کر نثار اس کے سر پر کیا سیم و زر
سوئے سام رستم نے نامہ لکھا رقم مژدۂ فتح و نصرت کیا
غرض سام نے جب یہ نامہ پڑھا تو پھر شوق سے چشم و سر پر رکھا
اسے اسقدر شادمانی ہوئی کہ پھر تازہ گویا جوانی ہوئی
سنا کارنامہ یہ رستم کا جب ہوئے اہل ایران قرین طرب
ہوا دل پہ پھر ایک امیدوار کہ سارے بداندیش ہونگے خوار
سوئے منوچہر آتا ہوں پھر یہ باقی بھی قصہ سناتا ہوں پھر

داستان نشستن نوذر بر تخت

منوچہر پدر خود و وصیت کردن منوچہر اورا

جو گزرے یہ شاہی میں صد بیست سال تو اے خسرو شاہانِ صاحب کمال
لگے کہنے شاہ منوچہر کو کہ اے شاہ دانشور نامجو
تو پہنچے آخر اب تری حیات کے دن بسر ہوگئے بس خلافت کے دن
یہ سنکر جہاندار کشور کشا طلب کرکے نوذر کو کہنے لگا
کہ میں ہوں کمربستہ سوئے عدم مبارک تجھے تخت و تاج و علم
تو مت چھوڑیو رسم آئین و داد رعیت کو رکھنا تو آباد و شاد
سو حق پرستی تو رہیو مدام نہ غیر از رہ راستی رکھیو کام
جہاں میں ہوئی تازہ اب داوری ہوئی نام موسیٰ کی پیغمبری
وہ پیدا ہوا جسنے خاور زمین کیا خلق نے اختیار اسکا دین
وہ ہے مرسل پاک یزدان پاک کیا اسنے فرعون کو اب ہلاک
تو مت ہو جدا اس سے جانش جو قبول اسکے اب کیجیو دین کو
مجھے پیش ہے اک مہم عظیم ترے اہل توران ہیں سب لئیم
رہ کینہ خواہی سے پر نیرنگ کرے قصد تیری طرف بہر جنگ
تجھے ہاتھ سے اسکے پہنچے گزند تو عاجز ہو لیکن زبس پیچ بلند
بقصد ستیز از رہ سرکشی کرے جب بداندیش لشکرکشی
خبر کیجیو سام اور زال کو کمک چاہیو ان سے اے نامجو
یل نوجواں بیٹا فرزند زال نہیں پہلواں کوئی جسکی مثال
وہ اس خاندان کا ہو خدمتگزار کرے یاوری آکے لیل و نہار
منوچہر کرتا تھا جیسے بیاں یکہ زادہ نوذر تھا گریہ کناں
نہ کچھ اندنوں شاہ بیمار تھا نہ کچھ درد تھا اور نہ آزار تھا
یکایک ہوا خسرو سرفراز گرفتار بیمارئے جاں گداز
نہ جاں بر ہوا پھر شہ بے نظیر جہاں سے سفر کر گیا ناگہ پیر

جلوس نوذر بر تخت سلطنت ایران

منوچہر کے بعد با کروفر
سر تخت نوذر ہوا جلوہ گر

رکھا سر پہ دیہیم شاہنشہی
ہوا مسند آرائے فرماندہی

نہ داد و دہش کی نہ انصاف و داد
نہ غفلت سے جور و ستم دل نہاد

لگا کیا اٹھنے اس سے ہر ارب
ہوئے منحرف بلکہ سر از ادب

ستمگار نے جبکہ دیکھا یہ حال
ہوا اپنے دل میں ہراساں کمال

کچھ وقت رحلت کی کرتا تھا یاد
منوچہر شاہ خجستہ نہاد

ہوئی سلطنت اندنوں کچھ خراب
یہاں آپ کو اب تو پہونچنا شتاب

ادہر تو یہ نامہ لکھا ادہر
ستمدیدگاں پہونچے واں پیشتر

پھر اتنے میں نامہ گیا شاہ کا
تاسف بہت پہلوان نے کیا

جو نزدیک پہونچا یل نیکنام
بزرگان ایران گئے پیش سام

تو بیٹھ اب سر تخت فرماندہی
تو رکھ اپنے سر پر کلاہ مہی

یہ لایا زباں پر یل ارجمند
خدا کے یہ نزدیک کب ہے پسند

منوچہر کی دخت ہوتی اگر
سر تخت شاہنشہی جلوہ گر

جو نوذر نے پیشہ لیا ظلم کا
تو اے نامداران ہراندیشہ کیا

نہ ہو منحرف اس سے تم زینہار
کرو چاکری اس کی لیل و نہار

کیا شاہ نے سب کو گردیدہ پھر
رہا کوئی بھی واں نہ رنجیدہ پھر

ولیکن منوچہر کی رسم پر
نہ قائم رہا خسرو نامور

ہوئی بند یکسر مروت کی راہ
ہوا بند سیم و زر بادشاہ

لکھا بادشاہان اطراف کو
کہ آؤ ادھر اور یہ ملک لو

سو سام نامہ کیا اک رواں
لکھا یہ کہ اے پہلوان جہاں

زباں پر تھا شکوہ یہی بار بار
کہ مرکز خلافت ہے سام سوار

وگرنہ یہ پھر تخت شاہی نہیں
بد اندیش ہوا اور ایران زمیں

کئے تھے جو نوذر نے بیداد واں
کئے سام سے جا کے یکسر بیاں

روانہ ہوا زابلستاں سے وہیں
شتاباں ہوا سوئے ایران زمیں

گزارش کیا کہ اے نامور
جہاندار نوذر ہے بیدادگر

گرفتار کر شاہ نوذر کو اب
اطاعت کریں ملک کے ہم تری سب

کہ نوذر نژاد کیاں سے ہے ہاں
اسے قید کرلوں میں شاہ جہاں

کمر باندھتا ہوں پے چاکری
شب و روز کرتا ہوں فرمانبری

اسے باز لاؤنگا اس طرح سے
کروں تازہ پیمان شہنشاہ سے

یہ کہہ کر گیا پیش شاہ جہاں
جھکایا سر عجز چوں بندگاں

سنو آگے احوال پور پشنگ
کہ نوذر سے آگے ہوا گرم جنگ

جنگ افراسیاب پسر پشنگ با نوذر و فتح یافتن و نشستن بر تخت

پشنگ ایک مرد تبرد آزما
سپہدار اقلیم توران کا تھا

پسر ایک تھا اسکا افراسیاب
کہ ہیبت سے جسکی ہو خارا بھی آب

پشنگ اس سے کہنے لگا ایک روز
کہ اے پور خوش طالع و نیکروز

شتاباں ہو تاخیر مت رکھ روا
کہ لینا ہے خون سلم اور تور کا

ہوا مستعد خاطر سے رزم کیں
یہ پاسخ دیا باپ کو بس وہیں

کروں جا کے سالار ایران سے جنگ
کروں ملک تسخیر سب بیدرنگ

پھر افراسیاب اس سے بولا یہیں
کہ ہرچند نوذر دلاور نہیں

اور اپنے پہ گردان لشکر تمام
نہیں ہمسر قارن و زال و سام

یہ بولا پشنگ اے خردمند پور
یہ کہنا ہے عقل و فراست سے دور

سر افراز تھا نسل سے تور کی
اسے جنگ نوذر سے منظور تھی

یل زورمند و دلیر و جواں
نہ تھا اوسکا ہمسر کوئی پہلواں

رواں سوئے ایراں ہو لیکر سپاہ
تو نوذر سے اب جا کے ہو کینہ خواہ

جو قصہ سنا یہ تو افراسیاب
گیا بھول آسایش و خورد و خواب

کہ شائستہ جنگ شیراں ہوں میں
سزاوار رزم دلیراں ہوں میں

یہ سنکر ہوا خرم و شاد وہ
ہوا بند سے غم کے آزاد وہ

ولیکن منوچہر کے پہلواں
حضور اسکے حاضر ہیں یکسر جواں

نہیں خوب ہے اندنوں عزم جنگ
یہی مصلحت ہے کہ کیجیے درنگ

بنی قت سے جا کے لے انتقام
شتابی سے کر کار نوذر تمام

یہ سنکر سپہدار افراسیاب
بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ
سپہدار کو پھر یہ پہونچی خبر
خوشی سے وہ ہر روز نقارہ زن
گئے ساتھ نوذر کے مردان کار
کروں میں نبرد دلیرانہ اب
تھا اک تازیان گرد افراسیاب
کرے آنکے مجھ سے اب کارزار
زادہ سے اپنے یہ بولا وہیں
کیا اسپ کو سوئے میدان کھپا
قباد دلاور ہوا کشتہ جب
پھر انبوہ دیکھا تو افراسیاب
ہوا خون سے سرخ زمین لالہ زار
ہوا جبکہ رخشندہ پھر آفتاب
ادھر لشکر آئے توران زمین
سر و سینہ تھا و قبح پیکان و تیغ
اور آ فوج توران ہوئی چیرہ دست
ہوا آپ تب عازم کارزار
رکھے ہے اگر غیرت افراسیاب
یہ سنکر وہ افراسیاب دلیر
بیاں کیجیے کیا جو حرب تھی
کہیں سر سے نوذر کے پہنچیم سر
کیا تھا نہ بدخواہ سے کچھ خیال
ہوا شاہ دلگیر و اندوہگین
سران سپہ کو فراہم کیا
ہیرا پنی آتی نہیں کچھ نظر
یقین ہے کہ پھر دشمنان شریر

روانہ ہوا سوئے ایران شتاب
کمر جست باندھی ہے بہر جنگ
کیا سام نے اس جہاں سے سفر
نہ تھا دل میں اسکے کچھ اندوہ و درد
سواران جنگی صد و چل ہزار
کروں غارت ایران کو لشکر کو سب
بڑھا فوج سے لیکے نیزہ شتاب
نہ تا جبر کو راہ دے زینہار
کئے لیے پہلوان چلے ہو گرم کیں
ہوا تازیان سے نبرد آزما
وہ قارن دلیر و جوانمرد تب
کمک کو سپہ لیکے پہونچا شتاب
پھر اتنے میں رات شب ہوئی آشکار
تو قارن پئے جنگ افراسیاب
سپہ لیکے آیا پئے رزم کیں
نہ جاں کا تھا اپنی کسیکو دریغ
وے اہل ایران کو پہونچی شکست
پکارا یہ میدان میں تاجدار
تو آکر مقابل ہو میرے شتاب
ہوا آنکے رزم جو مثل شیر
سناں بر سناں ضرب بر ضرب تھی
گرا وقت پیکار رتھا خاک پر
ولیکن جہاندار تھا پر ملال
سخن باپ کا یاد آیا وہیں
جہاندار نے تب یہ اُنسے کہا
کہ لشکر ہے اپنا زبون سر بسر
مجھے یلنے لیجائیں کر کے اسیر

جوانان شمشیر زن سے ہزار
خزروان ہا ساسج و پہلوان
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب
ادھر سے بھی نوذر یہ سنکر شتاب
ملک زادہ نے نامور سے پشنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
ہوا آنکے میدان میں رزم جو
پسر کاوہ کا قارن نامور
قباد اس جوانمرد کا نام تھا
وہ اشتۂ پولاد کی ایک ضرب
سوئے تازیان لیکے آیا سپاہ
ہوا گرم بازار جنگ و نبرد
سواران جنگ آور و کینہ خواہ
گیا کرکے آراستہ فوج کو
ہوئے گرم پیکار جنگ آوران
ہزاروں ہوئے کشتہ و خستہ واں
جہاندار نوذر نے دیکھا یہ جب
کہ ہرگز نہیں اسمیں کچھ فائدہ
جسے نصرت و فتح دے کردگار
ہوئے تیغ زن دونوں طرف سے یل
ستیزہ کناں ہو گئی شام پر
غرض رزم موقوف کر ہر دو شاہ
ملازم کوئی شہ کی سرکار کا
کہا تھا منوچہر نے یہ کہ اں
کہ بدخواہ کی غالب آئی سپاہ
اگر بھاگئے تو کدھر جائیے
بہتر ہے کہ کشتہ ہوں میداں میں

جوانمرد و شائستۂ کارزار
سپہ کے تھے سالار با فر و شان
کہ اب بخت بدخواہ آیا بخواب
ہوا عازم جنگ افراسیاب
کھایں کرلے شاہ فیروز جنگ
تو باہم ہوئے پہلوان کینہ خواہ
کھاؤں کہ ہوئے جیسے آرزو
کہ سردار لشکر تھا باکر و فر
نہ ہرگز طلایہ کا آرام تھا
جو کھائی تو دی جان ہنگام حرب
ہوا ساتھ بدخواہ کے رزم خواہ
کسیکو کسی کا نہ تھا کچھ بھی درد
وہیں پھر گئے سوئے آرامگاہ
کہ کمر تھے مردان پیکار جو
قیامت ہوئی ایک برپا وہاں
زمیں ہو گئی سر بسر گلستان
کہ لشکر ہم آ بیدل خیرہ اب
کہ کشتہ ہو ناحق یہ خلق خدا
کرے پادشاہی وہ لیل و نہار
ہوا کارستہ ج بنوک سنان
ہوا زخم کاری نہ کچھ کارگر
پھرے رزمگہ سے سوئے خیمہ گاہ
وہاں سے وہ دیہیم لایا اٹھا
تجھے فوج ایران سے پہونچا زیاں
یہ سوچا کہ ہو کام اپنا تباہ
حفاظت کی اب جا کہاں پائیے
بچاؤں میں اب زندہ زن کہیں

طہماسپ ہمراہ قارن طرف سیستان و جلوس بر تخت شاہی ایران

حضور ملک زادہ پہونچا جب
خوشی سے وہیں ساتھ قارن کے سب
ہوا جلوہ گر تخت شاہی پہ وہ
گیا شاہ پھر سوئے افراسیاب
گیا خوار ہوکر جو پور پشنگ
تھا بھائی اغریرث نامور
روا تو نے رکھا برادر کا خون
رہی پھر نہ کچھ قدر افراسیاب
کیا اسنے ہر روز و شب عیش و جام
جہانمیں باقبال و جاہ و جلال

دیا زال کا اوسکو پیغام تب
طرف سیستان کے ہوا تیز رو
ہوئی اک جہانکو خوشی نو بنو
لڑائی کی لایا نہ ہرگز وہ تاب
نہ عزت ہوئی کچھ حضور پشنگ
تیرے پاس حاضر ہوا آن کر
کیا فوج ایران نے تجھکو زبوں
ہوا ناگوارا اسکو آرام و خواب
جہاں کو رکھا خوب آباد و شاد
رہا شاہ زمانہ دو پنج سال

کہا یوں کہ چلئے سوئے سیستان
جب آیا خداوند تاج و سریر
سو ملک پارس وہاں کی سپاہ
گیا بھاگ بدخواہ توران میں
پشنگ اس سے بولا کہ اے نابکار
کیا تو نے والے ہمکو ہلاک
نہیں کام تیرا ہے رو برو
جہاندار خسرو دین پناہ
یل زال قباد و سب پہلوان
سپہر آخر کو پہونچا پیام اجل

وہ پہلے سے اورنگ شاہی پہ ز
ہوئے گرد سب اسکے فرمان پذیر
ہوا اہل ولایت میں پھر دخل شاہ
تصرف ہوا اسکا ایران میں
نہ آئی تجھے کچھ شرم زنہار
خدا کا نہ ہرگز کیا خوف اک
مرے سامنے سے ہو دفع رو
ہوا جبکہ ایران کا بادشاہ
تپ و درد رنج تھے شاہ کے تن
گئی جان قالب سے اسکی نکل

داستان نشستن گرشاسپ شاہ بر تخت و باز آمدن افراسیاب بہ تسخیر ایران

ہوا باپ کے بعد گرشاسپ شاہ
پشنگ دلاور کو پہونچی خبر
بصد لطف تقصیر افراسیاب
سپاہ گراں لیکے پور پشنگ
پھر آیا سپاہ لیکے افراسیاب
مگر سن کے رستم کو اب سرگروہ
لگا کہنے رستم سے پھر زال زر
تو کار آزمودہ نہیں ابتلک
بڑی مصلحت گر یہ ہو تو کہہ شتاب
یہ بولا تہمتن کہ ہوں مرد رزم
کو جاؤں اگر آپ کو وقت جنگ
کہا پھر یہ رستم نے اے پہلوان
دکھانے تہمتن کو پھر سپر

خداوند اورنگ و تاج و کلاہ
کہ اک طفل ایران کا ہو تاجور
معاف اسنے کرکے کہا یوں شتاب
ہوا سوئے ایران رواں بیدرنگ
کیا چاہئے اب تدارک شتاب
اُدھر بھیجتا ہوں میں صاحب شکوہ
کہ حیران ہوں میں کیا کروں اس پر
کہ اے ناز پروردہ زیر فلک
جو ہو تجکو منظور سو دے جواب
کروں جنگ بدخواہ کو ہے یہ عزم
نہ ٹھہرے مرے آگے شیر و پلنگ
مجھے چاہئے اسپ و گرز گراں
دکھائے گئے اسپ تھے جس قدر

ولے تھا پذیرندہ رائے زال
پشنگ اپنے دل میں لگا کہنے تب
کہ تاکشتی سوئے ایران کر
بزرگان ایران یہ سنکر خبر
وہ بولا کہ میں تو ہوا سال خورد
یہ سنکر ہوئے شاد سب نامجو
ہوا ایک در پیش دشوار کار
تجھے کیونکہ بھیجوں لئے کارزار
غرض آزماتا تھا رستم کو زال
بہ تن ہے پرزور و دست درشت
یہ گفتار سن خوش ہوا زال زر
حضور اسکے لائے وہ گرز سام
رکھا پشت پہ ہاتھ جس اسپ کے

کہ تھا بادشاہ جہاں خردسال
کہ تسخیر ایران آسان ہے یہ
لئے کینہ خواہی تو باندھا کمر
لگے زال سے کہنے اے نامور
ستیزہ ہے کار جہانگرد
کیا جیسے اقبال اس بات کو
کہ بس سو گرزال ہو نا شقرار
سو شیر مردان جنگی سوار
کہ ہو بامہیں جنگ کا کچھ خیال
نہیں کچھ ملیگا تو آرام و ناز
دعا دی کہ با ہم ہو تجھے ظفر
تہمتن ہوا دیکھ کر شاد کام
وہ تیار بہر جنگ ہو گیا بس

وہ بے مادیاں ایک تھی سخ جنگ ۔ لگا اُسکے تھے جسم پیلا در رنگ
اور اسکا تھا اک بچہ پیلتن ۔ ہوا دیکھ کر خوش یل صف شکن
پہ چاہا کہ ڈالے کیانی کمند ۔ کرے تا کہ اس گرد کو پائے بند
لگا کہنے رستم سے چرگا بان ۔ کمند اپنے مت ڈال اے پہلوان
کہ مادر ہے کرے گی خونخوار تر ۔ غضبناک اور مردم آزار تر
کئے اُسترین تیز خیز خون.. ۔ میادا تجھے بھی کرے سرنگوں
تہمتن نے آخر کو ڈالی کمند ۔ سر رخش لایا وہیں زیر بند
غضبناک ہو کر وہیں جلد ان ۔ دواں آئی مانند شیر ژیان
یہ چاہے چباوے تہمتن کا سر ۔ کہ اتنے میں رستم بھی جوں شیر نر
ہوا جبکہ میدان میں نعرہ زناں ۔ تو ہیبت سے خیرہ ہوئی مادیاں
غرض خش ہی تھا نام اسکی ہی کا ۔ توانا و زور آور و چست تھا
کمند اُسکے سر پہ ہوئی جبکہ بند ۔ لگا کھینچنے تب یل ارجمند
کیا زور اس خش نے اسقدر ۔ کہ رستم کو بس لے چلا کھینچکر..
ولیکن تہمتن بھی پر زور تھا ۔ بزور اسکو قابو میں اپنے رکھا
کیا رخش کو زین ہوا پھر سوار ۔ بصد کامیابی یل نامدار
اور گنج پھر زال نے وا کیا ۔ تہمتن کو گنج زر و ل دیا
سپاہ گراں ساتھ و یکر شتاب ۔ روانہ کیا سمت افراسیاب..
ولیکن ہوا مضطرب زال زر ۔ نہ لایا وہ تاب فراق پسر
گیا آپ بھی بعد دو روز کے ۔ ملا جا کے بس رستم گرد سے..
یہ کہتا تھا ہر روز افراسیاب ۔ کہ رستم ہے کودک کہاں ہمکو تاب
جو جھجے کرے رزم کی آرزو ۔ وہ کیا چیز ہے بس ہے بے ورو
ہوا زال بھی پیر و دیرینہ سال ۔ نہیں یہ ہے تسخیر ایراں محال
سپاہ اسکی تھی پر دل شاد کام ۔ ور افواج ایران تھی بیدل تمام
یہ تھا زال کو سوچ شام و پگاہ ۔ کہ ناداں نہایت ہے گرشاسپ شاہ
کوئی چاہیے بادشاہ دلیر ۔ کہ یاں جسکی ہیبت ہو مانند شیر
روانہ کئے ہر طرف مردمان ۔ کہا زال نے یوں ہر اک سو کہاں
نژاد فریدوں سے کوئی اگر ۔ کہیں ہو تو دو مجھکو آکر خبر
کسی نے کہا آنکر یوں بیاں ۔ کہ ہے کوہ البرز میں اک جواں
فریدوں نسب شاہ فرخ نہاد ۔ دلیر و جوانمرد ہے کیقباد
ہوا یہ خبر سنکے دل شاد زال ۔ ہوا بند سے غم کے آزاد زال
پھر رستم سے بولا کہ اے نامور ۔ کمر باندھ رخش کو زین کر
روانہ ہو ابتاں سو کیقباد ۔ یہ کہہ جا کے اے شاہ فرخ نہاد
تمنا یہ رکھتے ہیں سب پہلوان ۔ تو چلئے ہو بادشاہ جہان
مددگار دولت ہو یاور ہو بخت ۔ مہیا ہے تجھکو وہاں تاج و تخت
وہ کہتے ہیں تو ہے بچہ ان تلک ۔ زیادہ نہ ہو دیر زیر فلک
یہ سُنکر وہیں وہ یل باشکوہ ۔ روانہ ہوا سوئے البرز کوہ

روانہ کردن رستم را برائے طلب کیقباد بکوہ البرز و آمدن کیقباد و نشاندن زال کیقباد را بتخت

اتر کوہ البرز سے کیقباد ۔ کہیں آکے بیٹھا تھا مسرور شاد
ہوا رستم گرد کا واں گزر ۔ وہ شہزادہ حیراں ہوا دیکھکر
لگا کہنے دل میں عجب ہے جواں ۔ تماشا ہے رخش اور گرز گراں
ہوا میل خاطر کہ ہو ہمنشیں ۔ تہمتن کو آواز دی بس وہیں
کہ تنہا اسقدر تو سجا ہے جواں ۔ اتر کر ذرا اسپ سے بیٹھ یاں
مے و نقل یہ دیکھ طیار ہے ۔ وہ بولا نہیں مجھکو درکار ہے
مگر اے جوانمرد فرخ نہاد ۔ مجھے دے نشان شہ کیقباد
وہ کہنے لگا یہ کہ آ تو یہاں ۔ تو اس نامور کا ابھی دوں نشاں
تیرے ساتھ ایک مرد عاقل کروں ۔ سکاں تک تجھے اسکے ارسال کروں
لگا پوچھنے یہ کہ اے پہلواں ۔ بتایا ہے کس نے یہ دی نشاں
یہ بولا تہمتن کہ اے نامور ۔ پدر میرا ہے پہلواں زال زر
کہا [illegible] ۔ [illegible] زادہ یا شکوہ
جوانمرد ہے کیقباد اسکا نام ۔ تو پایا ہے یہ اسکو پہونچا پیام
کہ ہے پہلوانوں کی یہ آرزو ۔ کہ ہو شاہ ایراں [illegible]

یہ سنکر وہ بولا کہ میں ہوں تباہ
تجھے تخت ایران مبارک مدام
دو باز سفید آئے ایران سے
ہوا اسطرف کو ترا اب گذر
ہے تجھے اور میرے باپ کی
غرض سے ایران وہیں شاد شاد
یہ سرحد میں پہنچے جب ایرانکے
قلون نے کیا نیزہ اسپر رواں
جو کشتہ قلون دلاور ہوا
وہیں تھے نہاں دشمن شام تک
اسے اُسنے یک ہفتہ پنہاں رکھا
قباد دلاور کو باکرّ و فر
جو لشکر سے لشکر مقابل ہوا
ادھر سے سماساس آیا وہیں
وہیں زال سے رستم نوجوان
پکاروں کہ اب آئے افراسیاب
تو پھر زہرہ شیر ہوجے آب
یہ کہکر گیا سوئے میدان دلیر
اسے دیکھکر مرد ہاں سے وہیں
کہ ہے پور زال اور رستم ہے نام
کہ لے طفل آیا جو تو بہر جنگ
تہمتن نے بھی گرز کو رکھدیا
کمر بند اسکا پکڑ کین سے
گیا ٹوٹ لیکن دوال کمر
اُدھر سے بھی وہیں بفرمان شاد
گریزاں ہوئے ترک سالار ترک
لگا کرنے فریاد یوں باپ سے

پدر بر پدر نام رکھتا ہوں باج
ہمیشہ تیرا بخت دولت مدام
سر تخت شاہی بٹھایا مجھے
بلطف خدا اے یل نامور
دو باز سفید اے یل نامجو
روانہ ہوئے رستم و کیقباد
ہوا سدِّ راہ وہ بھی تب آنکے
کہ سینہ ہو رستم کا وقف سنان
اگر سینہ بندہ یکدست لشکر ہوا
رواں شب کو ہوتے تھے زیر فلک
بشغل مے ناب شاداں کھا
سر تخت شاہی کیا جلوہ گر
سوے رزم ہر ایک مایل ہوا
ہوا ساتھ قارن کے لیکن گرم کین
یہ بولا کہ اے پہلوان جہاں
مرے ساتھ ہو رزم جو تو شتاب
اگر سامنے آئے افراسیاب
ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
لگا کہنے سالار ترکان چین
رکھی ہاتھ میں اپنے ہے گرز سام
تو کیا احتیاج سنان و خدنگ
ہوا بے براق اس سے جنگ آزما
اُٹھاکر تہمتن نے بس زین پر
وہ چھٹ کر وہیں گر پڑا خاک پر
لشکر کو تہمتن کے پہونچی سپاہ
ہوئی سرد گرمی بازار ترک
کہ پہلے ہی کہتا تھا میں آپ سے

تہمتن نے سر کو دیا پھر جھکا
تہمتن سے بولا یہ پھر نامور
دم صبح پھر باد دل شادمان
یہ کہکر وہاں نوش کی پھر شراب
بس اب اُٹھے تا سوے ایران چلیں
قلون دلاور یل نامدار
تہمتن قلون کے مقابل ہوا
وہیں نیزہ رستم نے بس چھین کر
بصد شادمانی وہ دونوں جوان
غرض رفتہ رفتہ وہ پہونچے وہاں
ہوئے یکدل اتنے میں پیر و جوان
گیا قصہ پھر سوے افراسیاب
اِدھر سے تو قارن یل نامدار
سماساس یکسر ہوا غرق خون
مرے دل میں ہے جاؤں میدان نہیں
نہ کر قصد جنگ اس سے لا بہ زاری
تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں
کہا ارن کو لے ترک افراسیاب
بتاؤ کہ ہے کون یہ نوجوان
مقابل تہمتن کے آیا وہ ترک
ذرا زور شیر پنجہ دکھلاؤں میں
کیا ترک نے زور ہر چند پر
یہ چاہا کہ لیجائے شاد شاد
بس اتنے میں آپہونچے اسکے سوار
ہزار و صد و شصت جنگی جوان
اتر آپ جیحون سے پور پشنگ
کہ ایرانیوں سے نہ کیجے مصاف

بسجا فرط خدمت کی لا کر کہا
مجھے شب کو اک خواب آیا نظر
اُتر کوہ سے آ کے بیٹھا یہاں
کہی پھر یہ رستم نے تعبیر خواب
تیرے سر یہ ہم تاج شاہی رکھیں
طرف سے تمہارے شتاب کے راہوار
سوے رزم ہر خاص مایل ہوا
قلون کے جو مارا وہیں سینہ پر
ہوئی پیشتر اس مکاں سے رواں
یل نامور زال زر تھا جہاں
تو پھر زال نے روز ہشتم وہاں
ہوئے پہلوان شاد کے ہمرکاب
گیا سوئے میدان پئے کارزار
زمیں پر گرا اسپ سے سرنگوں
کروں خوار دشمن کو ایکآن میں
مقابل ہو اسکے یہ کس کی مجال
اسے اسپ سے لاؤں بر زمین
مقابل تو مجھسے ہو آکر شتاب
یہ سنکر کہا مرد ہاں نے بیان
زباں پر یہ گفتار لایا وہ ترک
ابھی باندھکر تجھکو لیجاؤں میں
رہا وہیں قایم یل نامور
شتابی حضور شہ کیقباد
ہوا گرم ہنگامہ کارزار
ہوئے کشتہ ہاتھوں سے رستم کے ولے
آیا خستہ خاطر حضور پشنگ
مجھے رکھے اسپات نہ تھے معاف

تھا کیقباد اب وہاں تاجدار / وہ ہے مرد جنگ آور و ہوشیار
بہت یوں تو ایران میں ہیں پہلوان / ولے نسل سے سام کے اک جوان

عجب صاحب زور پیدا ہوا / نہ ہم پنجہ شیر نر اسکا ہوا
یل پیلتن رستم اسکا ہے نام / زبوں اس سے ہے اپنا لشکر تمام

بیاں اسکی قوت کا میں کیا کروں / کرلیں ور وا اسکے چھوٹا وہیں
جدا کرکے یکبارگی زین سے / پکڑ لیتا تھا وہ کہیں سے

کمر بند ہیرا جو لوٹا وہیں / تو ہیں ہاتھ سے اسکے چھوٹا نہیں
ہوا سو ہوا پیشتر اے پدر / ولے اب گذشتہ تو مت یاد کر

یہ ہے مصلحت آشتی ہو بہم / نہ ہوں کینہ جو کیقباد اور ہم
کہی یہ حقیقت جو پیش پشنگ / تو اک نامہ اسنے لکھا بیدرنگ

نوشتن نامہ صلح پشنگ والی توران نہ کیقباد

کیا بھیجکے دلبنہ کو نامہ رواں / سو کیقباد شہ خسروان

حضور جہاندار دلشہ گیا / سپہدار توران کا نامہ دیا
پڑھا کرکے دانشاہ نے سربسر / یہ اسمیں لکھا تھا کہ اے تاجور

اگر تو نے خون ایرج کیا / منوچہر نے اس کا بدلا لیا
ہوا پھر ادھر عازم افراسیاب / تحمل کی تھی اسکو ہرگز نہ تاب

کیا اس نے پاداش تور و سو بس / نکالی غرض اپنے جی کی ہوس
ہوا پور طہماسپ پھر کینہ خواہ / کیا فوج توران اسنے تباہ

بہت ہم کو کینہ خواہی ہوئی / بہت فوج کی بس تباہی ہوئی
یہ بہتر ہے اب آشتی کیجئے / نہ کینے کو بس دل میں راہ دیجئے

کہ ہم تم نہیں غیر کچھ زینہار / برادر ہیں یکجدی اے شہریار
موافق فریدوں کی تقسیم کے / رہینگے جدا اپنی اقلیم کے

کریں تازہ پیمان یہ تم استوار / نہ لشکر کشی پھر کریں زینہار
غرض آب جیحوں رہے درمیان / ادہر ہم ادہر تم رہو حکمران

یہ پاسخ لکھا شاہ نے پھر وہیں / کہ ہرگز نہیں ہم سے آغاز کیں
ادہر سے ہوئی ابتدا ظلم کی / ولیکن خدا نے سزا تم کو دی

نہیں عہد و پیماں میں تم استوار / تمہاری نہیں بات کا اعتبار
سر نو اگر ہووے قول و قسم / تو ہوں صلح پر راضی البتہ ہم

لگا کہنے رستم کہ اے تاجدار / نہ کر صلح اور آشتی زینہار
کیا گرز نے میرے اسکو زبوں / ملایا عدو کو تہ خاک و خوں

یہ سنکر وہ شاہنشہ نامجو / طلب کرکے محراب اور زال کو
یہ بولا تمہارا جو ہو مشورہ / کرو مجھ کو آگاہ اس سے ذرا

یہ بولے وہ شاہ قوی چنگ سے / کہ ہے صلح بہتر شہا جنگ سے
غرض شاہ نے با نشاط و خوشی / سپہدار توران سے کی آشتی

دیا رستم و زال کو گنج و زر / عنایت کئے خلعت پر گہر
کہا یوں کہ اے رستم نامجو / ترے جسم کا ایک بھی تار مو

بصد ملک توران نہ دوں یہ بہا / کروں گا فزوں تیرا عز و وقار
شہ ہفت اقلیم نے بعد ازاں / روانہ کئے جا بجا پہلوان

وہ لائے تصرف میں ملک وسیع / ہوئے شہ کے شاہان عالم مطیع
بہت نامداروں نے پھر شاد شاد / نہ فرمان سے پھیرا سر انقیاد

بصد کامیابی و فتح و ظفر / کیا سو برس شہ دادگر
یہ داد و دہش شاہ نے کی وہاں / کہ اک خلق با خاطر شادمان

ہوئے صبح خواں شہ کیقباد / فریدوں کو ہرگز کیا پھر نہ یاد
رہا سو برس شاہ گیتی پناہ / جہانمیں خداوند تاج و کلاہ

یہ سوچا شہنشہ کو یکبارگی / کہ آخر ہوئی اپنی اب زندگی
شہ دادگر کے تھے فرزند چار / انہیں ایکدن شاہ فرخ تبار

طلب کرکے بولا کہ کاؤس کے / عزیزو تمہارا بڑا بھائی ہے
یہ ہوئے خداوند تاج و سریر / رہو تم شب و روز فرماں پذیر

معاون رہو اسکے شام و سحر / کہ فتنہ نہ برپا ہو بار دگر
سبھو نے پذیرا کیا یہ سخن / بجا لائے فرمان شاہ زمن

وہ بولے کہ ہم اے شہ نامدار / اطاعت سے پھیریں نہ سر زینہار
کئی روز کے بعد پھر ناگہاں / ہوا سوئے ملک عدم شہ رواں

داستان جلوس کیکاؤس بر تخت سلطنت ایران

ہوئے بند جب وہ جو کیقباد
لگا کرنے داد و دہش روز و شب
کہ آب و ہوا ہے بہت خوشگوار
کہ ہرگز نہیں اب چھپے بیل بزم
فریدون و ضحاک جمشید سے
یہ جی میں ہے کشورستانی کروں
یہ گفتار خاقان آفاق گیر
فریدون و جمشید عالی وقار
یا ہیں زور و قوت شہنشہان
وہ گرشاسپ گستم طوس جوان
ہوئے یکدل اسبات پرگرد سب
پہونچتے ہی نامہ کے وہ نامور
پہلاں سے جہاندار کشورکشا
کہ ہم اور رستم چلکے شہ کے حضور
کہ سمجھا شہنشاہ یا داد و دیں
شہنشاہ نے گفتار لطف و کرم
کہا اسنے پھر ذکر مازندراں
کہا زال نے عرض اے نامور
فریدون جمشید نے پیشتر
کہا تاز رنج سے مازندراں
لگے کہنے پھر سب سران سپاہ
یہ پاسخ دیا شاہ نے زال کو
خدا ہے مرا یاور و دستگیر
تم اے زال اور رستم پہلوان
پدا لسوزی اے شہ کشورکشا
معاون ہیں اسکا رہونگا مدام

تو پھر شاہ کاؤس فرخ نہاد
لگا رہنے مشغول عیش و طرب
سدا فصل گل ہے ہمیشہ بہار
ہوا دل طلبگار میدان رزم
نہیں کم ہے کچھ زور و قوت مجھے
ہر اک ملک میں حکمرانی کروں
ہوئے سنکے حیران امیر و وزیر
منوچہر شاہنشہ نامدار
نہ عازم ہوئے سوے مازندراں
وگرو زرا اور گیو نامی یلاں
کیا چاہئے زال کو یاں طلب
روانہ ہوا سیستاں سے ادھر
یہ بولا کہ اب جاؤ تم پیشوا
رکھیں شاہ کو اس ارادے سے دور
نہ دیکھا کہیں اور سنا ہے کہیں
کہیں پیش زال ستودہ شیم
یہ سنکر کہا شاہ نے یوں کہ ہاں
یہ سنکر خبر میں بھی آیا ادھر
کیا تھا ارادہ کہ جاویں ادھر
عذر تو یہی کہ اے شہ خسرواں
کہ ہم ہیں ترے بندہ نیکخواہ
کہ اے گرد دانا و فرخندہ خو
کروں جاکے دیوونکو فرماں پذیر
طرف سے مری یاں رہو حکمراں
جو کچھ عرض کرنا تھا ہمنے کیا
مددگار یاور ہیں ہونگا مدام

خداوند اورنگ و افسر ہوا
ہوا ایک سازندہ خاطر دہاں
یہ سنکر کیا قصد مازندراں
مبادا اگر ہوں میں آرام گیر
مشقت بھی لازم ہے انکی نشاں
پہ کھینچوں اب سوے مازندراں
بظاہر یہ بولے کہ ہے بات نیک
رکھیں خوب ہے یاد فیروزگی
نہیں ہے مناسب عزیمت ادھر
وہاں تھے ولیکن یہ طاقت کسے
وہیں زال کو ایک نامہ لکھا
یہ سنکر تعجب ہوا شاہ کو
ملے جاکے جب زال سے پہلواں
جب آئے حضور شہ نامور
ہمیشہ تو شاہ جہانگیر ہو
وہیں رستم یل کی پہونچی خبر
ارادہ ہے میرا اس طرف سے درست
رکھوں تاکہ اس عزم سے تجھ کو باز
سنا جبکہ ہے خانۂ دیوسار
نہ تسخیر ہو زور و شمشیر سے
یہ ہے عرض اے شاہ عالیجناب
فریدوں سے افزوں ہے میرا حشم
طلسم اور افسونکو توڑوں تمام
لگا کہنے پھر شہ سے وہ نیکخواہ
مجھے کیجئے رخصت سوے سیستاں
غرض شاہ سے پھر سوے سیستاں

جہاں پرور و عدل گستر ہوا
لگا کرنے تعریف مازندراں
وزیروں سے بولا شہ جہاں
تو برباد ہو ملک تاج و سریر
کہ قائم ہے افسر ملک و مال
کروں سکہ و خطبہ اپنا وہاں
ولے جی میں کہنے لگا یوں ہر ایک
اطاعت میں انکے تھے دیو و پری
کہ آتی نہیں کامیابی نظر
کہ غصہ کو رکھے باز اس بات سے
رقم اس میں احوال سارا کیا
کہ کیسے حکم آتا ہے کیونکہ مجھ
یہ تم نے کہا زال نے تب بیاں
لگا کرنے تعریف شہ زال زر
ولایت ستاں تیری شمشیر ہو
وہ بولا دعاگو ہے شام و سحر
کمر ملک گیری پہ باندھی ہے چست
ذرا سوچ اے خسرو سرفراز
طلسم اور جادو وہاں بیشمار
نہ فائدہ آئے افسون تدبیر سے
نہیں یہ ارادہ قرین صواب
منوچہر و جم سے نہیں ہوں میں کم
سر دیو سرکا لو چھوڑوں تمام
کہ ہیں بندے ہم اور تو بادشاہ
مرخص ہوا پہلوان جہاں
مرخص ہوا پہلوان جہاں

رفتن کاؤس برائے تسخیر مازندراں و گرفتار شدن بدست دیوان

یل نامور ایک میلاد تھا
اسے شاد کا جس نے یوں کہا

کہ سو تھا تجھے بنے اپنا نگاہ
کوئی آکے جو تجھسے ہو کینہ خواہ

تو پھر زال رستم کو بھیجو خبر
مہاون تھے ہونگے وہ آنکر

یہ کہکر جہاندار کشورستاں
روانہ ہوا سوے مازندراں

گیا لیکے واں لشکر بیشمار
یلان جہانگیر جنگی سوار

بفرمان شاہنشہ نامور
گیا گیو لشکر کو لے پیشتر

جب آئی حد ملک مازندراں
تو پہونچے وہ جنگجو پہلواں

زراعت کو یکسر جلاتا گیا
مکاں خاک میں سب ملاتا گیا

ہوا سامنے جو بعزم ستیز
تو کھینچا اسے بس تہ تیغ تیز

گیا تا در شہر غارت کناں
بہت مال و زر ہاتھ آیا وہاں

گلستاں سے وہ شہر کچھ کم نتھا
زن و مرد خوش منظر و خوش لقا

ہوا شاہ مازندراں قلعہ بند
کہ غالب تھی فوج شہ ارجمند

روانہ کیا ہوکے پھر نا امید
کسی دیو کو سوے دیو سپید

کہا یوں کہ ایجان میں تنگ ہوں
کیا شاہ ایراں نے مجھکو زبوں

نشانی مدد کر تو اے اہرمن
دگرنہ جانبر ہو یاں ایک تن

یہ سنکر شتاباں ہوا نابکار
وہ لایا بہت لشکر دیو سار

ہوا شاہ سے آنکر کینہ خواہ
ہوئی قتل پر انکی ساری سپاہ

ہوئے کیبر اور شاہ کاؤس بھی
وہ گودرز و گستہم اور طوس بھی

گرفتار چنگال دیواں ہوئے
پراگندہ دل اور حیران ہوئے

کہا دیو ازرنگ نے شاہ سے
کہ تم خوش ہوئے یہ طرف آنکے

ہوا اس مکاں کی خوشی آگہی تھی
قضا سے گلستاں کی بہار تھیں

یہ سنکر کہا شاہ نے دیو سے
کہ آگاہ نہ تھا بلکے میں یوں سے

وزیر نے مجھکو کیا منع تھا
ولے میں نے انکا نہ مانا کہا

ہوا پھر میں آخر یہاں آکے خوار
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار

اسیر شدن کیکاؤس در مازندران

جہاں قید تھا شہریار زمن
نگہبان تھے بارہ ہزار اہرمن

و فرستادن گُرد را پیش زال بطرف سیستان و مخلصی یافتن باعانت رستم

بوقت اسیری سوے سیستاں
روانہ کیا شہ نے اک پہلواں

کہ پہونچا دے تا زال زر کو خبر
سو اس پہلواں نے یہاں آنکر

بیاں زال سے ماجرا سب کیا
طرف سے یہ کاؤس کے پھر کہا

کہ اس وقت میں اے یل پیلتن
نہ لایا جو خاطر میں تیرا سخن

تو پائی سزا میں نے آخر کو آہ
ہوئی کشتہ یکدستہ ساری سپاہ

ہے زندہ باقی جو یاں چند تن
سو ہیں قید کے پنجۂ اہرمن

یہ پیغام میں نے کہی جب خبر
تو دلگیر ہوا وہیں زال زر

یہ رستم سے بولا صد افسوس ہے
کہ والی ہمارا جو کاؤس ہے

سو ہو قید اور ہم رہیں جام سے
کہ اب شب و روز آرام سے

یہ ہے وقت یاری و امداد کا
کہ حق نے تجھے زور بازو دیا

نہ ہرگز رہی مجکو تاب جنگ
کہ پیری سے ہے سست بازو و جنگ

تو ہمت کو اب کام فرما شتاب
ہو تسخیر مازندراں جا شتاب

قلم نے قضا کے یہ فتح بلند
لکھی تیرے نام اے یل ارجمند

خوشی سے یہ بولا یل نامجو
کہ ہے جنگ دیوان مری آرزو

سنے دوری راہ سے ہے خطر
کروں کیسے جانے تلک اے پدر

نہیں مجھ سگالان ناپاک خو
مبادا کہ ضائع کریں شاہ کو

کہا زال نے اس سے اے پہلواں
کہ ہیں تین رستے پہونچنے کو واں

دو راہ جو والا ہے دور و دراز
نہیں اس میں ملتا کوئی حیلہ ساز

گیا دور کی راہ کاؤس تھا
تو اس راہ سے اے تہمتن نہ جا

جو نزدیک کی اک ہے ایک راہ
نہیں آدمی کو وہاں پر پناہ

بہت راہ میں ہیں بلائیں عظیم
ہر اک منزل اسکی ہے پرخوف و بیم

گر اس راہ سے جائے اے پہلواں
تو چھ سات دن میں تو پہونچے وہاں

تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں
پناہ حق ہے بر چرخ بریں

کروں فتح میں ہر بلا کو شتاب
طلسم اور جادو شیاطین کو خراب

کروں قتل دیو لشکر بدو کو
چھڑا لاؤں کاؤس اور گیو کو

یہ کہکر ہوا رخش پر جب سوار
دعا ماں نے دی کہ لیل و نہار

تو ہو سکا اسباب اے پیل نامور
ہے سمجھ میں تیری فتح و ظفر

بوقت وداع پیل نوجوان
ہوئی خوب رو دایہ گریہ کناں

لگی کہنے درد جدائی مجھے
ستائے تو کیا فائدہ ہے تجھے

تہمتن نے ماں کو یا پاسخ دیا
کہ زندان میں ہیں بندگان خدا

ان سے چھوڑا نیکو جاتا ہو نہیں
بفتح و ظفر یاں پھر آتا ہوں میں

غرض ہو کے رخصت سوئے ہفتخوان
روانہ ہوا رستم پہلوان

نہ ساتھ اپنے کوئی لیا زینہار
فقط رخش تھا اور وہ نامدار

داستان رفتن براہ پر بلاے

ہفتخوان برائے رہائی کیکاؤس شہر مازندران و احوال منزل اوّل

ہوا گام فرسا بیابان میں
سر شام پہنچا نیستان میں

کیا صید اک گور کو واں شتاب
لگا کر وہیں اسنے کھائی کباب

دیا چھوڑ صحرا میں پھر رخش کو
گیا خواب میں وہ پیل نامجو

نمایاں ہوا ایک شیر ژیان
طرف رخش کے وہیں آیا دواں

لگا ور سو جنگ مائل ہوا
بتر بر زماں سے مقابل ہوا

اٹھا شیر کے سر پہ ملنے و دشت
پچھاڑ کر گیا اسکو و نتولے پست

پھر آخر ہوا شیر جنگی زبون
رواں اسکے تن سے ہوا بحر خون

ہوا جبکہ بیدار وہ شیر نر
تو حیران نہایت ہوا دیکھکر

کہا رخش سے ہوکے پھر خشمناک
کہ تجھکو اگر شیر کرتا ہلاک

تو لے کون چلتا سلاح و سلب
کہا ہی کیا تھا یہ تو نے غضب

اگر پھر بلا ہو کوئی آشکار
تو ہونا مقابل نہ تو زینہار

تو بیدار و ہشیار کرنا مجھے
شتابی خبردار کرنا مجھے

احوال منزل دوم و ماجرائے ہلاک نمودن اژدہا بتائید ایزد تعالیٰ

ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
تو رستم روانہ ہوا پیشتر

نظر چاہ و چشمہ نہ آیا کہیں
ہوا تشنہ پانی نہ پایا کہیں

خدا سے تہمتن نے کی التجا
کرم مت رکھ تو بند و نہ سختی روا

نمایاں ہوا ایک آہو وہاں
کہ آیا تہمتن کے آگے وہاں

پھر آراستہ کرنے لگا وہ رزم
تو یہ سمجھا وہ رستم تشنہ کام

کہ بیشک ہے بخشایش کردگار
یہ دیکھ اسکے دل کو پھر آیا قرار

ہوا پھر وہ دنبال آہو رواں
تو پہنچا سر چشمہ وہ پہلوان

سپاس خداوند لایا عجب
اتر رخش سے اسنے پانی پیا

کیا گور کو تیر سے پھر شکار
اور آتش بھی کی سنگ سے آشکار

تناول کئے بس بنا کر کباب
ہوا بس وہیں گرم آرام خواب

گئی جب گزر نصف شب تب نہاں
ہوا ظاہر اک اژدہا ناگہاں

کہ ہشتاد گز وہ درازی میں تھا
غضبناک تھا قہر تھا وہ بلا

ہوا رخش گرم خروش فغاں
کہ بیدار ہو خواب سے پہلوان

ہوا وہ تو بیدار پر اژدہا
نہاں وہیں زیر زمیں ہو گیا

خفا رخش سے ہوکے بولا وہ یوں
کہ ناحق کیا مجھکو بیدار کیوں

یہ کہکر تہمتن تو پھر سو گیا
پھر اتنے میں نکلا وہیں اژدہا

کیا رخش نے پھر جو دیکھا اسکو شور
تو جاگا وہیں رستم پیل زور

وے پھر وہیں اژدہائے پلید
بزیر زمیں ہو گیا ناپدید

نہ آیا نظر کچھ چھپا رہتا تب
کیا رخش پر اسنے خشم و غضب

وہ بولا دوبارہ جگایا مجھے
خوش آیا نہ آرام میرا تجھے

اگر پھر ہوئی تجھسے ایسی خطا
تو سر تن سے تیرے کرونگا جدا

پیادہ سوئے شہر مازندراں
رواں اسکے ہوں تیغ گرز گراں

گیا خواب میں جب یل ارجمند
تو سویا وہیں اژدہائے بلند

ہوا پاس رستم کے استادہ رخش
ہوا جانفشانی کو آمادہ رخش

جدھر آتے تھا اژدہائے سیاہ — اودھر رخش ہوتا تھا بس سدراہ
پھراتے ہیں بیدار رستم ہوا — وہیں گرم پیکار رستم ہوا
ولیکن نہ ہرگز ہوئی کارگر — تو ہی اژدہا کی فراپشت پر
کہاتے نہیں آیا سو پہلوان — دہن کرکے وا اژدہائے دمان
جو دیکھا کہ رستم پہ ہے وقت تنگ — کیا کام کیا رخش تے بیدرنگ
تہمتن نے ایک تیغ ماری وہیں — ہوئی خون سے اسکی رنگیں زمین
وہ جب آگیا متصل ناگہاں — ہوا تب خروشان و حملہ کناں
تہمتن نے پھر کھینچا ایک تیغ — دلیری سے ماری وہیں بیدریغ
یہ چاہا کرے زخم دیگر روا — کرتا ہو دو پارہ تن اژدہا
دم اژدہا گرم تر آتش سے تھا — وہ ناچار سوئے عقب ہٹ گیا
کمر و اسنے پکڑا اسے دوڑ کر — پھر اس تند ولے نے اٹھایا نہ سر
ہوا کشتہ جب اژدہائے دمان — لگا کرنے شکر حق پہلوان

بیان احوال منزل سوم راہ ہفتخوان و طے کردن بتائید پروردگار جہان

روانہ ہوا واں سے پھر صبحگاہ — دراز آئی اس کو در پیش راہ
ہوا جبکہ رستم سکونت گزیں — تب آئی وہاں اک زن مہ جبیں
بہت خوب تھا اسکے بر میں لباس — غرض بیٹھی آکر وہ رستم کے پاس
پھر احوال رستم نے پوچھا تمام — لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام
بیابان میں پہونچائے ہو نقل و مے — جو کچھ چاہئے یاں سو موجود ہے
یہانتک وہ محفوظ و خرم ہوا — کہ پھر نغمہ سنج آپ رستم ہوا
ہوئی وہ بھی مستفسر حال جب — زبانپر وہ لایا وہیں حمد رب
تہمتن پہ تب یہ ہوا آشکار — کہ ہے ساحرہ کوئی دلبسار
یہ بولا کہ تو کون ہے سچ بتا — زن ساحرہ ہوں یہ اُسنے کہا
سر شام پہونچا وہ اک چشمہ پر — کہ سبزہ بھی تھا خوب واں تازہ تر
صراحی مے ہاتھ میں اسکے تھی — نہ تنہا صراحی کہ طنبور بھی
تہمتن نے اسکو بغل میں لیا — اور اک جام مے اسنے لیکر پیا
کہ ہیں ہمنشین صالح و حق پرست — مجھے وہ خداوند بالا و پست
ترنم سرا پھر ہوئی نازنین — ہوا سنکے رستم مسرت قرین
نہ جانا کہ یہ زن ہے اک سحرکار — ہوا راز پنہاں نہ کچھ آشکار
سنا جبکہ نام جہاں آفریں — ہوا تیرہ رنگ رخ نازنین
گیا اسکو وہیں ابر کمند — غضبناک ہو پھر یل ارجمند
قلم تیغ سے کرکے پھر اسکا سر — گیا خواب میں وہ یل نامور

بیان احوال منزل چہارم راہ ہفتخوان

جو واں سے ہوا صبحدم رہ نورد — تو پہونچا عجب دشت میں شیر مرد
وہ طے کرگیا راہ تاریک کو — سر چشمہ پہونچا یل نامجو
جڑی ایکسا جہلے آنکر پاؤں پر — ہوا وہ وہیں بیدار وہ نامور
یہاں کا ہے حاکم مرا ہی پسر — کہ جسکے مقابل نہ ہو نرہ شیر
تو ہو جان سے سیر آیا مگر — گر بزندہ ہو یا نسے اب زود تر
مجھے تجھپہ آتا ہے رحم اے جوان — کہ ضایع کہیں تو نہ ہوئے نہاں
طمانچہ مرا منہ پہ کہا اسقدر — کہ بیٹھی دواں تھرتھرے سر بسر
وہ مشغول سہیہ فگن تھا کہیں — یہ سنکر سیاہ لیکے آیا وہیں
کہ ہوتا تھا خورشید کم جلوہ گر — اندھیرا ہی تھا واں پیشتر
گیا خواب میں وقت شب پہلواں — تب آیا وہاں دشتباں نگہباں
لگا کہنے رستم سے وہ دشتباں — کہ اولاد کرد دلاور جہاں
تصرف میں ہے چند فرسنگ زمیں — پرندونکا بھی یاں گزار نہیں
وگرنہ جو اولاد آجائے گا — تو پھر بچ کے جانے نہیں پائیگا
یہ سنکر تہمتن نے ہو خشمگیں — پکڑ کان اسکے اکھاڑے وہیں
گیا دشتباں پاس اولاد کے — کہا حال سب جاکے وقت اسے
اسے دیکھکر رخش پر ہو سوار — مقابل ہوا رستم نامدار

یہ اولاد رستم سے کہنے لگا / مجھے تک بتا نام ہے تیرا کیا
کہ یہ نام مازندرے ترجماں / یہ گفتار سنکر یل نوجواں
لگا کہنے یوں نام میرا ہے ابر / قوی زور ہوں مثل پیل و ہزبر
دلیروں کا زہرہ وہیں آب ہو / سنیں گر کہیں وہ مرے نام کو
پھر اولاد بولا بتا یہ مجھے / کہ آیا ہے تو کونسی راہ سے
یہ بولا وہیں رستم نامور / رہ ہفتخواں سے ہیں آیا ادہر
یہ تیرے بازو و فضل خدا / سہ منزل میں کیں دفع ہر سہ بلا
چہارم یہ منزل جو درپیش ہے / تو تو سد راہ ہے بد اندیش ہے
ترے تن سے بھی اب جدا سر کروں / تہ تیغ یکدست لشکر کروں
سنا جبکہ اولاد نے یہ کلام / تو اس کے اڑے ہوش اسکے تمام
کیا خوف دہشت نے دل پر اثر / نہ ہرگز بڑھا آپ پھر پیشتر
سواروں سے بولا کہ یکبارگی / کرو حملہ دیو کے ایک بارگی
وہ جنگ آور کھینچکر تیغ کین / سوے رستم گرد آئے وہیں
کوئی پہلواں بیشتر سے تھا / اسے پہلے رستم نے تک کیا
لگا قتل کرنے چپ و راس پھر / نہ آیا کوئی پہلواں پاس پھر
سپاہ مخالف گریزاں ہوئی / بیاباں میں بیسر پریشاں ہوئی
وہ اولاد واں سے فراری ہوا / وہیں دشت پیمائی خواری ہوا
کیا پھر نہ آرام رستم نے واں / ہوا اسکے دنبال ہی وہ دواں
وہ جاتا تھا گاہے ادہر گہ ادہر / غرض مثل روباہ تھا حیلہ گر
ہوا اگرچہ عاجز یل نامدار / ولیکن نہ چھوڑا اسے زینہار
پہونچ اسکے نزدیک ڈالی کمند / کیا کھینچ اولاد کو کرکے بند
اسے بند کر وہ پھر اشہسوار / پھر اک چشمہ کے پاس پڑا اوتر
شجر سے دبا باندھا اولاد کو / ہوا استراحت کناں نامجو

بیان احوال منزل پنجم راہ ہفتخواں

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار / تو بولا یہ اولاد سے نامدار
کہ دیو سفید اور کاؤس شاہ / ہوئے تھے جو رزم آور کینہ خواہ
وہ احوال کر تو مفصل بیاں / کہی اسنے القصہ سب داستاں
یہ رستم نے چاہا وہیں بیدریغ / کہ اولاد کو کیجیے زیر تیغ
بصد عجز اسنے کیا یوں بیاں / اگر تو نہ قتل کرے مجھے پہلواں
کروں میں شب و روز فرمانبری / کروں رات دن خدمت و چاکری
لگا کہنے رستم کہ کاؤس شاہ / مقید جہاں ہے بحال تباہ
وہاں تک اگر لے چلے تو مجھے / تو کشتہ کروں میں نہ ہرگز تجھے
بتادے تو گر جانتے دیو سفید / تو بر آوے تیری دلی امید
پذیرا کیا اسنے اس بات کو / یہ ظاہر کیا پھر کہ اے نامجو
مکاں ایک ہے درمیان دو کوہ / وہاں شاہ کاؤس گردوں شکوہ
گرفتار ہے اور سر کوہسار / نگہباں ہیں دیو بارہ ہزار
دیا جبکہ زنداں کا اسنے نشاں / تب اسپر تہمتن ہوا مہرباں
رہا وہیں اولاد کو پھر کیا / دے قول اور عہد و پیماں کہا
کہا یوں کہ اب رہنمائی تو کر / مراعات تجھپر کروں پیشتر
وہ بولا کہ نزدیک ہے وہ مکاں / جہاں قید ہے بادشاہ جہاں
وہی شہر مازندراں کی ہے راہ / کہ ہے دیو زادوں کی آرامگاہ
اور اک دشت پر کوش ہے درمیاں / کہ سنگ گراں سنگ رہ ہے جہاں
سوا اسکے اے پہلوان جہاں / ہزاروں وہ صد پیل جنگی ہیں واں
سراپا ہو تو سنگ و آہن اگر / گزر اس مکاں سے ہے دشوار تر
یہ گفتار سنکر ہوا خندہ زن / لگا کہنے اولاد سے پیلتن
کہ ہو راہبر تو اگر واں تلک / تو واں دیکھنا پھر کہ زیر فلک
کروں ہوں میں کسطرح سب کو ہلاک / ملاتا ہوں کیونکر تہ خون و خاک
ہوا ساتھ اولاد کے پھر رواں / یل پیلتن رستم پہلواں
جہاں تک تعلق تھا اولاد کا / مقابل نہ آئی کوئی واں بلا
غرض اک شب و روز وہ شیر مرد / ہوا دشت میں چیرہ رہ نورد
کہیں نصف شب قلعہ کوہ پہ / تہمتن کو ناگاہ آیا نظر
کہ آتش ہے افروختہ جا بجا / جو پوچھا تو اولاد نے یوں کہا
کہ دروازہ شہر مازندراں / یہی ہے کہ آتش ہے روشن جہاں

وہ دیو سپید اور بھی دیو سب سکونت گزیں ہیں جہاں در وجب
فروزندہ ہر دیو نے آگ کی کہ دستور انکا ہے ہر شب یہی
یہ سنکر ہوا وہ مسرت قریں ہوا دشت میں وہ سکونت گزیں
کہا اب تو ہے شہر نزدیک تر رواں یاں سے ہونگے وقت سحر
درخت ایک تھا اس سے اولاد کو دیا باندھ اور سو رہا نامجو
بہم گرچہ تھا عہد اور اختلاط ولے راہ میں شرط تھی احتیاط

بیان احوال بہ اختلال منزل ششم راہ ہفتخوان

دم صبح اولاد کو ساتھ لے روانہ ہوا رستم اس دشت سے
ولے تھی کمند اسکی گردن بند وہ رہبر تھا پیش پیل ارجمند
یہ اولاد بولا کہ اے نامور یہ منزل ہے پرخوف بیم و خطر
نگہبان ہیں ارژنگ بیدار ژنگ نہیں جیسے انسان سوتا چنگ
نہ اندیشہ رستم نے ہرگز کیا جہاں تھا لب ارژنگ خاواں گیا
دلیرانہ جاکر کیا جب غریو تو خیمے سے نکلا وہ ارژنگ دیو
تہمتن نے اسکے کریں دست کہ تا پہلو انکو کرے وہیں پست
تہمتن نے ہاتھ اسکے رکھ کتف پر پکڑ دوسرے ہاتھ سے اسکا سر
جسے خاک پر پھر فگندہ کیا سر دیو ناپاک کندہ کیا
جہاں اور جو دیونکی تھی انجمن دیا پھینک ان پر سر اہرمن
ہوئے پھر گریزندہ سب دیو زاد ہوا واں سے رستم رواں شاد شاد
سر کوہ جس وقت رکھا قدم وہاں پر توقف کیا ایک دم
روانہ ہوا پھر پیل ارجمند غرض کرکے طے راہ پست و بلند
جہاں شاہ ایران گرفتار تھا وہاں ساتھ اولاد کے وہ گیا
سنا کل وہاں خواب غفلت میں تھے بجا پر سلطاں ہوا گرد سے
تہمتن نے پوچھا جو احوال راہ تو رستم نے تکبیر کہہ پیش شاہ
گرفتار زنجیر کاؤس تھا تہمتن نے اسدم ارادہ کیا
کہ کیدست توڑے وہ بند گراں کہ اتنے میں جاگے وہاں پاسباں
لیا گھیر رستم کو لیکن کر ولے پہلواں کو نہ تھا کچھ خطر
جو سردار تھا قوم کا بند دیو مقابل ہوا وہیں کرکے غریو
وہ بولا کہ بیٹے بفضل خدا کیا تن سے ارژنگ کا سر جدا
خدا نے دیا اسقدر مجھکو زور کہ دیونکو سمجھوں ہوں مانند مور
میرے ہاتھ سے مرگ دیو سپید ہیں آیا ہی کر کے دل میں امید
کروں قتل اس دیو ناپاک کو نہ جان اپنی دے ہوکے تو رزم جو
اطاعت میری کر تو اب اختیار کہ یہ خواہش بہتر نہیں زینہار
اگر جنگ کی دل میں ہو کچھ ہوس تو سر تیر اور تیغ براں ہے بس
ہوا دیو فرماں پذیر اسکا وہیں کہ پیدا ہوئی ہیبت تیغ کیں
کہا اور دیوان ناپاک کو کہ رستم ہو پیش پیل نامجو
گرفتار تھے جتنے ایرانیاں انہیں لاکے حاضر کیا پھر وہاں
نکالتے رستم سے پیکر اہرمن کہ دیو سپید اسے پیل پیلتن
ہوا کشتہ گر ہاتھ سے تیرے دل تو فرما تیری ہم کریں سب بجاں
تہمتن وہاں سنکے ناخوش ہوا اور اک دیو ساتھ اسکے وانسے ہوا
بیاباں میں تھا وقت شب وہ سپہر وہ اولاد اور دیو تھا راہبر
دکھا ایک لشکر نظر دور سے کہ فزوں تیغ سے تھا اور سوے
بیا اولاد سے پوچھنے وہ لگا کہ یہ فوج کسکی ہے مجھکو بتا
وہ بولا کہ ہے فوج دیو سپید سنا یاس اسکے اور اک دیو بد
کہ نکلے ہے جب چشم پر آفتاب ہر اک دیو سوتا ہے پھر گرم خواب
اگر اسوقت تو انسے ہو کینہ خواہ تو پھر ہو مظفر بفضل اِلٰہ
ہوئی بات اولاد کی دلپذیر ہوا رات کو رستم آرام گیر

احوال منزل ہفتم و کشتہ شدن دیو سپید

سحر جبکہ خورشید تاباں ہوا پل پیلتن تب شتاباں ہوا
جہاں لشکر دیو تھا واں گیا کوئی خواب میں کوئی بیدار تھا
تہمتن [illegible] لگا قتل کرنے انہیں بید ریغ
ہوئے پھر خبردار کیدست دیو کیا گرد رستم کہ کرکے غریو

چھپا وہ رہا تھا تہمتن پہلواں
جو آیا مقابل ہوا کشتہ واں

رہی جب نہ زنہار تاب ستیز
ہوئی وانسے دیو نے راہ گریز

پھر آیا وہ یل بادل پر امید
سو خانہ جاے وہ دیو سپید

پر از جادواں تھا وہ یکسر مکاں
نہ تھا نام کو روشنی کا نشاں

وہی جو رہبر ہوا رہنما
یل پیلتن کو وہاں لے گیا

کوئی غار تاریک تھا تر وہاں
کہ دیو سپید لعین تھا جہاں

نکل غار سے وہ مقابل ہوا
سو رستم گرد مائل ہوا

اسے دیکھ رستم ہوا خوفناک
پناہ لیگیا سوے یزدان پاک

دلیری سے پھر لیکے نام خدا
کیا زخم شمشیر اسپر رہا

ہوئی خستہ اس زخم سے آن دیو
ولے دوڑ کر اسنے کر کے غریو

بغل میں لیا اپنی رستم کو دب
لگا زور کرنے وہ خانہ خراب

جواں نے بھی اقدام کیا خوب ور
دلیرانہ باہم ہوا خوب زور

ادھر یوں کہے تھا یل نامجو
کہ اب دیکھئے جانبری کسکو ہو

کہے تھا ادھر دلمیں دیو سفید
کہ ہوں جلنے سے آج میں نا امید

غرض ہمدگر خوب کشتی ہوئی
ادہر اور اُدہر سے درشتی ہوئی

بہم ہو کے عاجز ہوئے پھر جدا
جدا ہو کے یکدم توقف کیا

زمیں پر بچایک پڑی جو نظر
تو دیکھی زمیں خون سے رستم نے تر

یقیں یہ ہوا زخم کاری لگا
ہوا دل قوی رستم گرد کا

اٹھایا پکڑ کر کمر دیو کو
دیا پھر پٹک خاک پر دیو کو

کیا وہیں خنجر سے اسکو ہلاک
نکالا جگر دل کیا اسکا چاک

نگاہ کی جو رستم نے پھر سوئے غار
تو کشتہ بہت پائے واں دیو سار

یہ پوچھا انہیں قتل کسنے کیا
جواب اسکو اولاد نے یہ دیا

کہ با جان دیو سپید لعین
ہر اک کی تھی وابستہ جان حزین

ہوا کشتہ وہ جب تو سب مر گئے
جہنم میں ساتھ اسکے یکسر گئے

یہ کہکر کہا پھر کہ اے نامدار
کچھ انعام کا ہوں نہیں امیدوار

تہمتن یہ بولا کہ تجھے اے جواں
کروں حاکم شہر مازندراں

پھر اولاد کو وہ جگر دیو کا
یل پیلتن نے حوالے کیا

تہمتن وہاں سے پھر آ شاد شاد
کیا پیش کاؤس فتح نہاد

دیا مژدہ فتح جب شاہ کو
تو شاداں ہوا خسرو نامجو

لگا کہنے پھر شاد باد و دریں
کہ اے مرحبا آفریں آفریں

داستان بر تخت نشستن کیکاؤس شاہ مازندران و نامہ نوشتن بشاہ جادوان

جو سردار دیووں کا تھا چند نام
ہوا وہ مطیع شہ ذوالکرام

وہ لایا وہاں ایک اورنگ زر
ہوا اسپہ کاؤس کے جلوہ گر

وہ گودرز و گستہم اور طوس و گیو
وہ گرگین و بہرام اور خیل دیو

ہوئے ایستادہ چپ و راس جب
کمر بستہ چوں بندگان باادب

یل نامور رستم پہلواں
سر کرسی زر تھا جلوہ کناں

سر تو ہوئی محفل انبساط
مہیا ہوا ساز و برگ نشاط

رہا سات دن تک یہ جشن طرب
سبھی روز و شب مائل عیش سب

سو شاہ مازندراں بعد ازاں
کیا شاہ نے ایک نامہ رواں

فرستادہ کا نام فرہاد تھا
غرض نامہ شاہ وہ لیگیا

دیا شاہ مازندراں کو شتاب
کہا یوں کہ لکھ دیجئے اسکا جواب

شہ جادواں نے پڑھا کر کے وا
لکھا تھا کہ اک گرد زور آزما

رواں ہو کے ایراں سے آیا یہاں
قوی زور ہے مثل شیر ژیاں

دلیر و جوانمرد رستم ہے نام
ہژبر افگنی ہے سدا اسکا کام

وہ دیو سپید اور ارژنگ دیو
جہاں میں تھا قوت کا جنکی غریو

ہوئے ساتھ رستم کے جب ہم جنگ
تو وہ دونوں کشتہ ہوئے بیدرنگ

کہاں ہو تجھے زور کی اس سے تاب
تو حاضر ہو یاں آنکے اب شتاب

ہمیں ملک اپنا حوالے تو کر
تجھے خواہش خیر ہے کچھ اگر

ترے حق میں بہتر ہے فرمانبری
وگرنہ ہو دشوار پھر جانبری

یہ مضموں پڑھا جب تو ہو کر خفا
شہ جادواں نے یہ پاسخ دیا

کہ دیو سفید اور ارژنگ اگر
ہوئے کشتہ تو یاں ہوا کیا ضرر

ہوا زور رستم درخشندہ جب   یہ مانگی دعا شاہ ایران نے تب
کہ یا رب بری مقرون ہو ظفر   زبوں ہوویں دیوان بیداد گر
وہیں غیب سے پھر یہ آئی صدا   کہ ہو فتح تیری بفضل خدا
یہ سنکر شہنشاہ فرخ نہاد   گیا سوی مازندرگہ شاد شاد
کہا حملہ آور ہو ساری سپاہ   کرو فوج مازندران کو تباہ
تہمتن سوے شاہ مازندران   شتابان ہوا مثل پیل دمان
کھڑے اسکے آگے تھے پیلان مست   کیا گرز سے اسنے ہرایک کو پست
کشادہ ہوئی راہ جب سربسر   گیا راست تب رستم نامور
رہا ہاتھ سے گرز اسدم ہوا   طلبگار نیزہ وہ رستم ہوا
وہیں گیو نیزہ وہاں لے گیا   تہمتن کو جاکر حوالے کیا
بل پیلتن لیکے اس نیزہ کو   شہ جادوان سے ہوا رزم جو
وہ ٹوٹ تھی جادو کی ہنگام جنگ   شہ جادوان بنگیا مثل سنگ
جو دیکھا وہ کوہ گران سد راہ   تو جبران رستم کینہ خواہ
پہونچکر وہیں شاہ کاوس کو   یہ بولا کہ اے شاہ فرخندہ خو
پھرے ساتھ جب لیکے گرز گران   ہوا رزم جو شاہ مازندران
تو بیٹھے کیا زخم نیزہ رہا   اور اسدم یہ دلمیں گمان پھر ہوا
کہ اس خم سے ہوا غرق خون   ہوا شاہ مازندران سرنگوں
ولیکن یہ حائل ہوا ایک کوہ   یہاں سخت حیرت میں ہیں ایک وہ
لگا کہنے پھر بادشاہ جہاں   کہ جتنے ہیں پر انکے زور آوران
اٹھا لاویں اس کوہ کو زود تر   یہ سنکر وہ زور آوران سربسر
لگے زور کرنے ولیکن وہ کوہ   بلا ابھی نہ اسنے ہوئے سب ستوہ
پھرا آخر کو وہ رستم پہلوان   اٹھا نہ سکا واں سے کوہ گراں
پس پشت تھے وہ دلیران تمام   خوش و خرم و آفرین خوان تمام
خوشی سے سر رستم نامدار   بہت گوہر و زر کیا واں نثار
غرض لاکے رکھا وہ کوہ گران   کہ شاہنشہ نامور تھا جہاں
خروشاں ہو چون شیر سوے جنگ   تہمتن یہ بولا کہ ہاں بیدرنگ
نکل آئی شہ جادوان سنگ سے   رہائی نہیں اب تجھے جنگ سے
وگرنہ ابھی لیکے تیغ و تبر   کروں ٹکڑے اس کوہ کے زود تر
یہ آواز سنکر شہ جادوان   جو نکلا تو کاوس شاہ جہاں
لگا کہنے کچھ ہمیں او نہ پاک   ملا دوں اب اس کو تہ خون و خاک
وہیں کھینچکر پھر تہمتن نے تیغ   کیا پارہ پارہ اسے بیدریغ
جو کشتہ ہوا شاہ مازندران   ہزیمت پڑی فوج کے درمیان
گریزاں ہوئے مردم واہرمن   پریشان ہوئے زیر چرخ کہن
بفیروزی و فتح شاہ جہاں   ہوا داخل شہر مازندران
شہ جادوان کا جو تھا تختگاہ   ہوا جلوہ گاہ شہ دین پناہ
ہوئے مردم شہر دیوان تمام   پرستار شاہنشہ ذوالکرام
بہت ہاتھ آیا وہاں مال و گنج   ہوا دور یکدست پھر اسکے رنج
سپاس عنایات و لطف خدا   جہاندار کاوس لایا بجا
جہاں اس فتح سے شہ خوشدل ہوا   ز بخشش و جود مائل ہوا
دُر بے بہا خلعت پُر گہر   زر و مال و اسپان با زین زر
کنیز و غلامان زرین لباس   بصد بہجت و شفقت و بیقیاس
تہمتن کو دیکھ کیا سرفراز   ہوا پہلوان کا فزون اعتبار
پھر اولاد کو بادشاہ طرب   حضور جہاندار کرکے طلب
کیا عرض رستم نے اے بادشاہ   یہ اولاد ہے بندۂ نیک خواہ
بہت اسنے کی خدمت چاکری   یہ ہے لائق عزت و برتری
حکومت یہاں کی اسے دیجئے   جہاں میں سرافراز اب کیجئے
شہنشاہ نے خرم و شاد ہو   زروے عنایات اولاد کو
کیا حاکم شہر مازندران   فزوں کی وہیں اسکی توقیر شان
وہ گستہم اور طوس عالی وقار   وہ گودرز اور گیو جنگی سوار
یہ جتنے تھے گردان جنگ آزما   زر و مال آنکو عنایت کیا

داستان لشکر کشی کردن کیکاوس بر شاہ ہاماوران و ہزیمت

خوردن شاہ ہاماوران و دادن دختر خود کیکاؤس را

بتا بید اقبال و نیروی بخت — جو مازندران سے لیا تاج و تخت
تو پھر سوئے ایران فتح و ظفر — روانہ ہوا خسرو نامور
ہوئی ایک عالم کو یہ آگہی — کہ با شوکت و فر و شاہنشہی
خدیو جہانگیر کاؤس کے — بلند اقتدار و زبردست سے
کیا جسنے تسخیر مازندران — ہوا اپنی و بران پہ اب حکمران
ہوئے سرکشان تنکے اندیشہ مند — مبادا کہ ناگاہ پہونچے گزند
بہت بادشاہان گردن فراز — ہوئے کام فرسائے راز و نیاز
ہر اک نے زر و گوہر و طوق و تاج — حضور اسکے بھیجا برسم خراج
اطاعت پہ جسنے نہ باندھی کمر — تو اسکی ولایت کو پہونچا ضرر
بہت کجروان شہ نے سیدھے کئے — سکان ملک توران کی اسکے لئے
نہ لیکن ہوا شاہ ہاماوران — مطیع شہنشاہ کشورستان
نمایاں ہوئی اس سے جب یہ سرکشی — تو کی شاہ نے اسپہ لشکرکشی
کیا اسقدر پہلوانوں نے تنگ — کہ ہرگز رہا پھر نہ یارائے جنگ
وہ رکھتا تھا اک دختر خوب نام — صنوبر قد و گلرخ و لالہ فام
جہاندار اسکا ہوا خواستگار — نہ انکار اس نے کیا زینہار
بندھا عقد باہم برسم شہان — ہوا شاہ کاؤس پھر مہمان
رہا ملک ہاماوران برقرار — مراعات کی اور بھی بیشمار
پیام سپہدار ہاماوران — یہ آیا حضور شہ خسروان
کہ تشریف اب قلعہ میں لائیے — یہاں تک قدم رنجہ فرمائیے
قبول اب میری مہمانی کرو — میرے حال پر مہربانی کرو
کیا شہ نے اقبال اسبات کو — ولیکن وہ دلدار فرخندہ خو
یہ لڑکی کہ اے خسرو نامدار — میرے باپ کا کچھ نہیں اعتبار
وہ کمبخت ظالم سیہ کار ہے — بڑا ہی دغاباز و مکار ہے
نہ جاؤ غرض قلعے کے درمیاں — کہ ہرگز نہیں خوب جانا وہاں

داستان مہمان نمودن شاہ ہاماوران کیکاؤس را و گرفتار نمودنش وخبر یافتن رستم و نامہ نوشتن آن بشاہ ہاماوران

ہوا جاکے مہمان شہ کامگار — گئے ساتھ اسکے کئی نامدار
وہاں سات دن وقت اترا کیا — نہ وسواس و اندیشہ ہرگز کیا
تمنائے سالار ہاماوران — بر آئی کہ آیا وہ شاہ جہاں
شب و روز خدمت میں حاضر رہا — جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا
کمیں کیا کہ خدمت سے خوشدل کیا — شہنشہ کو حیلے سے غافل کیا
کیا قید پھر شاہ کاؤس کو — کیا بند گودرز و طوس کو
ہوا جب گرفتار کاؤس شاہ — تو راہی ہوئی سمت ایران سپاہ
یہ سنکر سپہدار افراسیاب — سپہ لیکے توران سے پہونچا شتاب
تصرف کیا آکے ایران میں — کیا ملک تسخیر اک آن میں
بزرگان ایران نے پھر زینہار — اطاعت نہ کی ترک کی اختیار
گئے زابلستان میں رستم کے پاس — شکستہ دل و پر غم و بیحواس
کیا جاکے احوال سارا بیان — کرے تا کہ تدبیر کچھ پہلوان
سنا جبکہ رستم نے یہ ماجرا — تو پہلے شاہ ہاماوران کو لکھا
سنا ہوگا احوال مازندران — یہ [illegible]
ہوا شاہ مازندران بھی ہلاک — ملے دیو سرکش تہ خون و خاک
تمہیں بھی یہ لازم کہ کاؤس کو — باعزاز و اکرام یاں بھیجدو
وگرنہ سواران زابلستان — نہ چھوڑینگے ہاماوران کا نشان

جواب نامہ نوشتن شاہ ہاماوران برستم و روانہ شدن رستم بہ ہاماوران

در جنگ کردن و ظفر یاب شدن کیکاؤس شاہ

لکھا لشکے پاس کہ کاؤس کی / نہایت ہے دشوار اب مخلصی
اگر تو بھی آویگا میدان میں / تو ہوگا گرفتار اک آن میں
پڑا جبکہ نامہ کا اپنے جواب / تو پھر زابلستان سے جوں موج آب
روانہ ہوا سوئے ہاماوراں / پل پلتن لیکے فوج گراں
مخالف نے پھر جمع لشکر کیا / شہ مصر و بربر کو یاور کیا
غرض باسپاہ گراں ہر سہ شاہ / تہمتن سے آکر ہوئے کینہ خواہ
کیا پہلواں نے سپاہ زر طلب / کہ جو چاہے جسکا مقابل ہوا اب
ہوا دل میں ہر ایک پیدا خطر / کیا رزم سے اسکے سب نے حذر
ہوا شاہ ہاماوراں پر غضب / گئے پہلواناں بھی ناچار تب
کیا قصد رستم نے پیکار کا / ولے جبکہ رستم نے حملہ کیا
سراسیمہ وہیں گریزاں ہوئے / یلاں ہر سہ کشور ہراساں ہوئے
پھر آیا نہ میدان میں اک سوار / مقابل نہ کوئی ہوا زینہار
جو دیکھا کہ بیدل ہے ساری سپاہ / تو غیرت سے پھر مصر و بربر کے شاہ
گئے سامنے پہلواں کے دلیر / مقابل ہوا وہ بھی مانند شیر
سو تاریک سرور مصر کا / کیا گرز رستم نے جسدم رہا
بچا کر وہ ضربا اسکی بھاگا وہیں / ولے بخت بد سے تھا چارہ نہیں
تہمتن نے پھر آپ ڈالی کمند / ہوا الغرض وہ گرفتار بند
شتابی سے گرزیں سے اسکو جدا / اسے مردواں کے حوالے کیا
سپاہ لیکے پھر حملہ آور ہوا / شتابان سو فوج بربر ہوا
گریزاں سواران بربر ہوئے / تب یک حملہ وان رزم آور ہوئے
تباہ و پراگندہ لشکر ہوا / گرفتار پھر شاہ بربر ہوا
نہ تنہا ہوا شاہ بربر اسیر / چہل نامداراں ہوئے دستگیر
تہمتن سے پھر شاہ ہاماوراں / ہوا آرزومند امن و اماں
ہوئی شاہ کاؤس کی مخلصی / چھٹے قید سے طوس و گودرز بھی
جہاندار کاؤس پا کر و فر / ہوا تخت شاہی پہ تب جلوہ گر
سپاہ سہ کشور بصد آرزو / ہوئی ہمرکاب شہ نامجو
روان سوئے ایران ہوا بادشاہ / زیادہ تھی شش لاکھ سے بھی سپاہ

مراجعت فرمودن کیکاؤس شاہ بسمت ایران و جنگ آمدن افراسیاب والی توران و ہزیمت او از دست رستم

جب آیا جہاندار عالیجناب / سپہ لیکے پہنچا تب افراسیاب
صف جنگ آراستہ واں ہوئی / جہاں میں قیامت نمایاں ہوئی
سپہدار توراں نے پھر یوں کہا / کہ اے پہلوانان جنگ آزما
پکڑ لائے رستم کو گر کوئی مرد / کرے قتل یا آ کے وقت نبرد
کروں صاحب تاج افسر اسے / سوا اسکے دوں اپنی دختر اسے
یہ سنکر کئی مرد میدان میں / گئے اور ہوئے کشتہ اک آن میں
پھر آیا سوئے رستم افراسیاب / ولیکن نہ ہرگز ہوا کامیاب
پل پلتن لیکے پھر گرز گراں / ہوا جبکہ میداں میں صاحبقراں
تو سالار توراں ہراساں ہوا / سراسیمہ و دل سے گریزاں ہوا
دلیرانہ کھینچ کر تیغ کیں / ہزاروں کئے قتل ترکان چین
ہوئے کشتہ تورانیاں یاں تلک / کہ کشتوں کے پشتے ہوئے تہ فلک
گیا سوئے توراں افراسیاب / ہوا شاہ کاؤس کے فتحیاب
ہوا ایک ایک ان میں پھر بند و بست / ہوئے سرکشان جہاں خوب پست
ہوئے شہ کے محکوم دیو و پری / لگے کرنے جوں بندگاں چاکری
مکاں لمبے نادر برابر فلک / بنائے بہت کوہ البرز تک
کروں ان مکانوں کی تعریف کیا / کہ تھا ہر مکاں در یاقوت کا
سوا اسکے ہر جا تھے شیشے لگے / جہاندار کاؤس کے حکم سے
غرض بو فزائش باد شاہ / سرانجام کرتے تھے شام و پگاہ

ولیکن یہ تنگ آگئے تھے تمام — وہ ناچار اس فکر میں تھے مدام
کہ غنے کو کسی طرح کیجیے ہلاک — جہانیں ہیں تا کہ ہو خوف و باک
پھر ابلیس سے سنکے وژخیم دیو — گیا بس وہیں پیش کیہان خدیو
کیا عرض اے بادشاہ جہاں — تو ہے خسرو خسروان زماں
وے ہے حیف ہو یہ کہ رازِ فلک — نہیں تجھکو معلوم کچھ اب تلک
کواکب کی گردش کا بھی زینہار — نہیں تجھپہ احوال کچھ آشکار
اگر ہو تو عازم سوئے آسمان — تو ظاہر ہو یکدست رازِ نہاں
سنی بات جب دیو گمراہ کی — تو گم ہو گئی عقل پھر شاہ کی
یہ کہنے لگا اس سے پھر تاجور — کہ تو لیجلے کا مجھے چرخ پر
تو میں تجھکو انعام دوں بیشمار — زیادہ کروں عزت و افتخار
وہ بولا کہ تدبیر اس کی کروں — سر چرخ پر آپ کو لے چلوں

رفتن کاؤس شاہ بسیر آسمان و افتادن بدشت چین و آوردن سواران در ایران و باز بر تخت نشستن

گیا پیش ابلیس وژخیم دیو — کہا یوں کہ راضی ہو کیہان خدیو
ولے اس کی تدبیر فرمائیے — کہ گردوں پہ کس طرح لیجائیے
بتائی وہاں اسنے تدبیر اک — کہ نزدیک ابلیس کے تھی وہ نیک
گیا پھر حضور شہ نامدار — عقاب اسنے جنگل سے منگوائے چار
کھلایا انہیں گوشت شام و سحر — تو ہی زور اُنکے ہوئے بال و پر
نہیں ساتھ مردم سے خوگر کیا — کئی روز پھر ان کو فاقہ دیا
رکھی ران برہ لاکے اک تیر پر — کیا ایک طیار پھر تخت زر
عقابوں کو باندھا سر تخت سے — کہا پھر یہ شاہ قوی بخت سے
کہ اب بیٹھئے آپ اس تخت پر — ہوا جلوہ گر خسرو نامور
کہ قصد یہ تھا سر آسماں — ہو رزم آور بہ تیر کماں
اڑے تخت کو لیکے چاروں عقاب — سو گوشت پرواز کی پھر شتاب
جہاں تک انہیں زور پرواز تھا — پہنچے اوج گیرا پرے ہوا
نہ ہرگز رہی تاب پرواز جب — سر خاک پر گر پڑا تخت تب
گرا بیشہ چین میں وہ تاجدار — مگر تھا نہ اس کو یہ چارہ کچھ زینہار
کہ ٹکڑے ہوئے تھا تو ہی تخت کو — غرض دشت میں خسرو نامجو
چہل روز غمگین و خستہ رہا — پراگندہ و دل شکستہ رہا
شب و روز روتا تھا وہ زار زار — خدا نے کیا رحم انجام کار
بشارت ہوئی خواب میں انکو — کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
وزیروں نے القصہ کی جستجو — روانہ کیے دیو ہر چار سو
ملی اسکے دیوں نے پھر یہ خبر — کہ ہے بیشہ چین میں وہ تاجور
روانہ ہوئے تب سران سپاہ — شہنشہ کو لائے سوئے تختگاہ
ہوا جلوہ گر شاہ جب تخت پر — تو گودرز و رستم نے واں آنکر
ملامت بہت کی کہ افسوس ہے — ہوئی اک قلم گم تری عقل ہے
ستم ہے کہ ہر بار اے بادشاہ — تو دیتا ہے بدخواہ کو تختگاہ
ہوا تو گرفتار خواری سہ بار — ولیکن نہ سمجھا ذرا زینہار
بہت خوب کیا تجھسے کار زمیں — کیا پھر جو قصد سپہر بریں
یہ سنکر شہنشہ پشیماں ہوا — خجالت سے سر در گریباں ہوا
لگا عذر کرنے وہ شاہ جہاں — کیا شغل و وحشی بعد ازاں
کیا بسکہ عدل و کرم صبح و شام — شہنشہ سے راضی ہوئے خاص و عام
سر تاجداران تھا کیہان خدیو — پرستار تھے اسکے افغان و دیو
جہاں میں کوئی شاہ گیتی پناہ — نہ ہرگز ہوا مثل کاؤس شاہ
ولے وہ پھر میں اب جو ہوتا اگر — تو پھر پیش اکبر شہ نامور
کمر باندھ تا جاوداں بندہ وار — شب و روز ہوتا وہ خدمتگزار
الٰہی یہ شاہ خلائق پناہ — رہے اس جہاں میں بہ تیغ و کلاہ
سمند قلم کی میں پھیروں عناں — لکھوں اسکے سہراب کی داستاں

داستان تولد سہراب از بطن تہمینہ دختر والی سمنگان

نہیں ایک دن رستم نامدار — گیا دشت میں ہو کے پئے شکار
ہوا سیر اک گور کر کے کباب — کیا پھر وہاں اسنے آرام و خواب

اکیلا نکل وہ مقابل ہوا ۔ سوئے جنگ سہراب مائل ہوا
یہ سہراب نے اُس سے پوچھا کہ اُن ۔ تیرا نام کیا ہے بتا سچ اں
کروں سر کو اب تیرے تن سے جدا ۔ یہ کہکر کیا زخم نیزہ رہا
دلیری سے سہراب نے بعد ازاں ۔ رواں کر کے پہلو میں اُسکے سناں
وہاں ایک تھا گژدہم پہلواں ۔ اور اُسکی تھی اک دختر دلستاں
جہاں میں تھا گرد آفرید اسکا نام ۔ ہنر جنگ کے یاد اُس کو تمام
تو مانند مردان شمشیر زن ۔ لباس نبرد اُسنے کر زیب تن
خروشاں ہوئی جبکہ وہ شیر ۔ تو سہراب حیراں رہا دیکھ کر
غرض سمت سہراب وہ تیر زن ۔ ہوئی جوں نگہ اپنی ناوک فگن
سناں سے اٹھا کے ریزیں ۔ سر خاک پٹکا وہ کین سے
سوار اسپ پر ہو کے وہ دلربا ۔ ہوئی مثل مردان نبرد آزما
اسیر کمند اُس پری کو کیا ۔ سر زین سے وہ ہوئی پھر جدا
وہ خنداں ہوا جیسے صبح حسین ۔ تو سہراب عاشق ہوا بس وہیں
تو بس وہ وہیں گنج و زر بیشمار ۔ کہ اس قلعہ میں ہے مرا اختیار
گئی قلعہ میں جبکہ وہ نازنین ۔ پدر اور برادر سے اُسنے وہیں
کہ اس ترک میں ہیں نہیں خوب یاں ۔ گریزاں ہوئے الغرض وقت شب
شتابی سے توڑا در قلعہ کو ۔ گیا قلعے میں پھر ملی نا کچھو
تو سہراب کا دل ہوا بیقرار ۔ ہوئی خاطر آشفتہ پھر زلف دار
کیا پیش کاوس گردوں وقار ۔ کہا یوں کہ اے خسرو نامدار
تماشہ یہ ہے عمر میں خورد ہے ۔ کم از چاردہ سال وہ گرد ہے
مقابل ہوا جبکہ اسکے ہجیر ۔ تو وہ لے گیا کر کے وہیں اسیر
یہ اپنی صلاحت ہے کہ اے شہریار ۔ تو غافل نہ ہو جلد کر فکر کار
کہ لے پیلتن رستم پہلواں ۔ یل نامور گرد کشورستاں
عدو سوز ہے تیری تیغ و سناں ۔ جہانگیر ہے تیرا گرز گراں
دلیر و قوی پنجہ سہراب نام ۔ زبوں اُس سے ہیں پہلواں سب تمام
سوا تیرے اسے پہلوان جہاں ۔ نہیں کوئی اسکے مقابل یہاں
ہوا گیو نامے کو لیکر رواں ۔ بفرمان شاہ سوئے زابلستان

مبارز کیا جبکہ اُسنے طلب ۔ گیا سامنے اُسکے سہراب تب
دیا اُسنے پاسخ کہ ہوں میں ہجیر ۔ قوی ازدو زورمند و دلیر
بہت زور اُسنے کیا لیک سے ۔ ہلا پر نہ سہراب جب زین سے
اٹھا زین سے پٹکا وہ برخاک پر ۔ اُسے لیگیا پھر گرفتار کر
سو وہ پہلوانی میں تھی بے نظیر ۔ ہنرمند دانا شجاع و دلیر
سنا جبکہ گرد دلاور ہجیر ۔ ہوا وقت پیکار زندہ اسیر
شتابی سے ہو باد پا پر سوار ۔ دلیرانہ آئی وہ پیکار زار
گماں ہے کیا زن ہے یا مرد ۔ ہوا یا کوئی طفل پرخاش جو
لگی بیخطا چھوڑنے تیر جب ۔ سپر لیکے سہراب نے منہ پہ تب
وہ لے دخت نے کھینچکر تیغ کین ۔ دو نیزہ کیا نیزے کو بس وہیں
دلیری یہ اُسکی جب آئی نظر ۔ تو مشتاق سہراب نے زودتر
گرا خود تارک سے پھر خاک پر ۔ پریشاں ہوئے سر سے گیسوئے سر
کہا دلستاں نے یہ سہراب سے ۔ کہ ہو بند سے گر رہائی مجھے
رہا اُس کو سہراب نے پھر کیا ۔ وہ لے عہد و پیمان محکم کیا
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیاں ۔ یہی مصلحت سب نے سمجھی وہاں
ہوا جبکہ خورشید جلوہ کناں ۔ تو آواز مردم نہ آئی وہاں
نہ پایا کہیں مردماں کا نشاں ۔ نہ دیکھی جو وہ دختر دلستاں
ادھر تھا یہ ہمدوش فتح و ظفر ۔ ادھر گژدہم قلعے سے بھاگ کر
جوان ایک آیا ہے توران سے ۔ مشابہ ہے سام و نریمان سے
وہ لے پیلتن ہے جوان دلیر ۔ قوی بازو وحشت مانند شیر
گئی سامنے جبکہ گرد آفرید ۔ تو یہ بھی رہی فتح سے نا امید
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں ۔ تہمتن کو نامہ لکھا بھیجیں
تو ایرانیوں کا ہے پشت و پناہ ۔ تو ہے سرگروہ سران سپاہ
تو جلدی پہنچ زابلستان سے ۔ کہ آیا ہے اک گرد توران سے
سوار و توانا و پرزور ہے ۔ بیاں زور کا اُسکے اک شور ہے
ہوا نامہ طیار جب سربسر ۔ دیا گیو کو شہ نے مہر کر
وہاں جبکہ رستم کو نامہ دیا ۔ وہ حیران ہوا جبکہ نامہ پڑھا

یہ پوچھا کہ اے گیو کر یہ بیاں کہ کس شکل و صورت کا ہو وہ جواں
یہ ولیکن لگا کہنے وہ پیلتن کہ جاہی تھی بیٹے سمنگاں یمن
وہی طفل شاید کہ ہو یہ جواں جسے سام ہیکر کہے ہے جہاں
دروغ اُسکی ماں کیونکہ کہتی تھی ہاں بھلا کس لئے مجھ سے رکھتی نہاں
کہ پہنچوں وہاں ہوکے پیادہ شتاب حضور شہنشاہ عالی جناب
یہ کہکر کیا جشن ترتیب ہاں ہے سات دنتک وہ شادی کناں
نہیں یاں ہے لازم توقف یہاں بجا لائیے حکم شاہ جہاں
نہیں کوئی پہنچے جسکے زور کو یہ ہے تاب کس کی مقابل جو ہو
غنیمت ہے یہ صحبت ہمدگر کہ ہے آخر کار جینا اُدھر
ہوا جبکہ یوں وہ بہم جلوہ گر تو پھر زابلستان سے باکرّ و فر
زوارہ جو اُسکا برادر تھا خرد اُسے لیگیا ساتھ اپنے وہ گرد
تو وہیں وہ شاہنشہ نامور ہوا خشمگیں رستم و گیو پر
کہ اتنا توقف وہاں کیوں کیا مرا حکم لائے نہ ہرگز بجا
ہوا پر غضب طوس پر شہریار کہا جلد لیجا انہیں سوئے دار
تہمتن سے جھگڑا ہوا کی کدورت خروشندہ پھر ہوکے [illegible]
سمجھتا نہیں کون کاؤس ہے مجھے آکے کیا چیز پھر طوس ہے
مخاطب ہوا پھر سے شہریار یہ تندی سے بولا یل نامدار
تو سہراب کو کھینچ اب دار پہ بد اندیش کو خستہ و خوار کر
کروں آتش خشم کو تیز اگر تو خس سے بھی کمتر ہے پھر تاجور
کہ سر پر رکھو اپنے تاج شہی کرو ملک ایراں میں فرماندہی
پذیرا جو کرتا میں تاج شہی پہنچتی نہ تجھ تک کلاہ مہی
یہ کہکر وہیں رخش پر ہو سوار رواں سوئے زابل ہوا نامدار
یہ احوال گودرز سے پھر کہا یہ سنکر حضور شہنشہ گیا
جو رستم کو آزردہ خاطر کیا یہ زنہار تجھ کو مناسب نہ تھا
توقف نہ کر اب شتابی سے جا دلاسا تو کرکے تہمتن کو لا
یہ ظاہر ہے اور تجھ کو معلوم ہے کہ عاجز ہے دانش سے کاؤس کے
پشیماں ہوا خود ہی جو بادشاہ سر نو کیے عہد ہو عذر خواہ

وہ بولا کہ کہتے ہیں یوں خاص و عام کہ ترکیب و شکل اسکی ہو مثل سام
تولد ہوا ہو گئے اس سے پسر کہ تھی حاملہ جیسے وہ سیمبر
یہ پھر سوچ کہنے لگا نامور کہ دختر ہوئی واں یہ آئی خبر
تہمتن سے کہنے لگا پھر یہ گیو کہ ہے اسطرح حکم کیہان خدیو
وہ بولا کہ کیا اضطراب اسقدر ذرا بادۂ لعل گوں نوش کر
یہ پھر گیو نے روز ہشتم کہا کہ اے پہلوان نبرد آزما
یہ بولا وہاں رستم نامدار نہ کر خوف و اندیشہ کچھ زینہار
کداؤنگا جب آپ کو جاکے واں رہیگا نہ سہراب کا پھر نشاں
رہی اور دو روز بزم طرب خوشی سے رہے بادہ کش روز و شب
روانہ ہوا رستم پہلوان گئی ساتھ اسکے سپاہ گراں
غرض ہو کے منزل بمنزل رواں گیا پیش کاؤس جب پہلواں
کہا طوس سے یوں رہ غضب کہ دونوں کو تو دار پر کھینچ اب
زبردست تھا طوس ہرچند پیر کیا رستم نامور سے حذر
پھر اُس سے سوئے رستم سرفراز کیا لاجرم ہاتھ اپنا دراز
یہ بولا کہ ہے کون سا نامور جو لیجا کے کھینچے مجھے دار پر
مجھے جز خداوند یزدان پاک نہیں ہے کسی کا ذرا خوف و باک
نہ ہو گرم مانند شعلہ تو اب کہ بیجا نہ دے ہے شہا یہ غضب
تبہ کاری کی تو نے اب اختیار تو شاہی کے لائق نہیں شہریار
دلیران و گردنکش و نامجو یہ کہتے تھے مجھسے بصد آرزو
ولیکن نہ اقبال میں نے کیا کہ جز بندگی کچھ ارادہ نہ تھا
ہے میری سزا تو نے جو کچھ کہا بجا ہے روا تو نے جو کچھ کیا
جو آزردہ ہو کر گیا پہلواں تو بیدل ہوئے قوم پیر و جواں
کہا اس نے یوں شاہ کاؤس کو کہ یہ کیا کیا آپ نے شہ تا بجو
پشیماں ہوا شاہ گیتی ستاں لگا کہنے گودرز سے یوں کہ ہاں
ہوا اُٹھنے گودرز وہیں واں تہمتن سے جاکر کیا پھر بیاں
تمیز اسکو اے پہلواں کچھ نہیں جو آئے زبانپہ کہے بس وہیں
تو ہووے گا آزردہ شہ سے اگر تباہ ہوگئے ایرانیاں سر بسر

کہ ہے یہی گرو ہر ایک یاں ۔ کہ سہراب ہے وہ دلاور جواں
کوئی پہلواں جسکے ہمسر نہیں ۔ کوئی گرد اس سے قوی تر نہیں

خدا کے لئے اے یل نامور ۔ تو اب راہنوں پہ ذرا رحم کر
کہ پشت و پناہ دلیراں ہو تو ۔ نگہدار اقلیم ایراں ہے تو

سمند عزت کی پھیر اب عناں ۔ تو ہرگز نہ جلسے زابلستاں
وگرنہ ہوں گردان توران دلیر ۔ دلیری کریں آپکے مانند شیر

زبانپر ہو لوگوں کے پھر یہ سخن ۔ کہ اک طفل سے رستم پیلتن
یہاں تک ہراسان و ترساں ہوا ۔ کہ بے جنگ بانسے گریزاں ہوا

یہ سنکر وہیں رستم پہلواں ۔ پھر آیا حضور شہ خسرواں
اٹھا تخت سے شاہ تعظیم کو ۔ کہا پھر کہ اے رستم نامجو

یہ تندی و گرمی ہے میری سرشت ۔ نہیں چھوٹتی مجھ سے یہ خوئے زشت
بلایا تجھے اسلئے بیٹھے یاں ۔ کہ ہوں چارہ جو تجھ سے اے پہلواں

ترا ورنہ آنا ہوا تا گوار ۔ ہوا تند پھر تجھ پہ بے اختیار
ہوا تو جو آزردہ اے شیر دل ۔ تو پھر میں پشیماں ہوا اور خجل

ہوا رستم گرد بھی عذر خواہ ۔ کہ بندہ ہوں تیرا میں اے بادشاہ
جو کچھ حکم ہووے سو لاؤں بجا ۔ شہنشہ نے ارشاد تب یوں کیا

کریں آج ترتیب بزم طرب ۔ بسر ہم کریں عیش و عشرت سے شب
سحر یاں سے لیکر سپاہ گراں ۔ سو دشمن کے لینے چلو ہو رواں

رفتن کاؤس شاہ و رستم پہلوان بہ عزم جنگ با سہراب

درخشاں ہوا جبکہ مہر منیر ۔ تو کاؤس سلطان آفاق گیر
دلیران ایراں کو کرکے طلب ۔ یہ بولا کہ تابع ہو رستم کے سب

لیا پیلتن با سپاہ گراں ۔ ہوا سوے سہراب دانے رواں
چھپا گرد لشکر سے رخسار روز ۔ نہاں ہو گیا مہر گیتی فروز

جو پہنچا وہ نزدیک حصن متیں ۔ تو لشکر ہوا واں اقامت گزیں
گیا پھر وہاں شاہ کاؤس بھی ۔ گئے گیو گودرز اور طوس بھی

جو سہراب نے قلعے سے کی نگاہ ۔ تو دیکھا کہ ہے بیکراں یہ سپاہ
یہ ہومان سے کہنے لگا دیکھ تو ۔ کہ ہے کس قدر لشکر جنگجو

جو یہ کثرت فوج آئی نظر ۔ تو ہومان کے ہوش اڑ گئے سربسر
یہ سہراب بولا ہراساں نہ ہو ۔ کروں قتل اک دم میں یہ سب فوج کو

کھنچا پھر سراپردہ و پیش حصار ۔ بفرمان سہراب عالی تبار
گیا اس سراپردہ میں رات کو ۔ خبر کے لئے رستم نامجو

نظر سے مردم کے ہو کر نہاں ۔ لگا کرنے احوال دریافت واں
جو دیکھا تو سہراب ہے تخت پر ۔ چھپا ور است سب اسکے ہیں نامور

جما ہے بزم نشاط و طرب ۔ خوشی سے مے لعل پیتے ہیں سب
کوئی بزم میں زندہ تھا پہلواں ۔ پڑی اسپہ اسکی نظر ناگہاں

اٹھا وہیں اور رستم کے روبرو ۔ لگا پوچھنے یوں کہ ہے کون تو
تہمتن نے یک مشت مارا جو سخت ۔ تو کشتہ ہوا زندہ خفتہ بخت

گیا واں سے پھر رستم نامور ۔ اور اک شخص ناگاہ آیا ادھر
جو دیکھا تو افتادہ ہے اک جواں ۔ کہ ہرگز نہیں اسکے قالب میں جاں

کوئی دیکھنے کو جلایا چراغ ۔ تو زندہ کا واں کشتہ پایا چراغ
یہ سہراب لوگوں سے کہنے لگا ۔ کوئی آ کے جاسوس کاؤس کا

نمود اپنی دکھلا گیا اب یہاں ۔ خبر لیگیا آنکہ بے گماں
عوض زندہ کا صبح ہوتے ہی لوں ۔ کروں ایک لشکر کو میں غرق خوں

نہ چھوڑوں پھر زندہ کاؤس کو ۔ ملاؤں تہ خاک و خوں طوس کو
زبانپر تھا سہراب کے یہ سخن ۔ ادھر شام سے رستم پیلتن

یہ کہتا تھا اے بادشاہ جہاں ۔ کروں کیا میں سہراب کا اب بیاں
جوان و قوی ہیکل و زورمند ۔ قد اسکا ہے مانند نخل بلند

تکلف نہیں اسمیں کچھ زینہار ۔ بعینہ ہے بشکل سام سوار
یہ چاہت ہے اے چرخ فیروز رنگ ۔ پدر اور پسر ہوں باہم سر جنگ

سنی اور دیکھی بہت رزم بزم ۔ پر ایسی سہراب و رستم کی رزم

داستان جستن سہراب کشتگان

عوض قند کے رات کھائی قسم
اگر پاس ناموس عزت بھی ہے
یہ کہہ کر لگا کھینچنے انتظار
ہوئی جب نہ اسکا ہوا ہم نبرد
بچا اٹھا ہے دل رزم سے جو شہا
کوئی جلد رستم سے جا کر کہو
دواں طوس پیش تہمتن گیا
کوئی اور جا کر ہوے رزمگاہ
وے طوس نے جب کیا یہ بیاں
یہ سہراب بولا کہ لشکر سے ہم
تو سہراب نے یوں کہا اے جواں
یہ سنکر وہیں رستم نامدار
وہیں ہوں دلاور یل نامجو
یہ کہنے لگا سنکے یہ داستاں
یہ سنکر اسے یاس افزوں ہوئی
ہوا نہ خم کوئی نہ واں کارگر
بہم ضرب پر ضرب تھی بید پیچ
کہ حیراں رہا دیکھ چرخ کبود
عرق میں ہوا تر سراسر بدن
ذرا راست کرنے لگے اپنا دم
نہ زنہار دیکھا جہاں میں یہ شیر
باہم وہیں لیکر کمان خدنگ
پکڑ کر کمر ہمدگر بعد ازاں
تو دیتا جبل کو زمیں سے ہلا
اسے چھوڑ سہراب نے لی ہار
یہ سنکر لگا کہنے سہراب پھر
تو رکھ چھوڑ تا کہ وقت پگاہ

کروں گنتے کاؤس کو صمدم
تو آ کر مقابل ہو کاؤس کے
کہ آتا ہے اب کولنا نامدار
ہوا تب خروشندہ وہ شیر مرد
تو کیوں نام کاؤس اپنا رکھا
کیا یار انہیں ہے کسی گرد کو
تہمتن سے یہ ماجرا سب کہا
پراندیش سے چلکے ہو کینہ خواہ
تو ناچار پھر رستم پہلواں
ستیزندہ ہوں چلکے یکسو بہم
نہیں ہے کسی کو تاب و تواں
لگا کہنے اے کودک خام کار
کہ دیو سپید سپہ کار کو
کہ شاید تو ہے رستم پہلواں
بہم جنگ پھر زیر گردوں ہوئی
دو نیزے شکستہ ہوئے سربسر
شکستہ ہوئے آخر کار تیغ
ہوئے آخرش سچ سراسر عمود
ہوئی خشک یکدست کام و دہن
ولیکن نہ کینہ ہوا دل سے کم
نہ ہرگز کوئی دیو آتا نظر
دلیران جنگی لگے کرنے جنگ
لگے زور کرنے وہ دو نوجواں
ولیکن نہ سہراب بھی سو ہلا
لیا ہاتھ میں گرز از روے کیں
کہ ہے جنگ کی تجھ میں کچھ تاب پھر
ترے ساتھ پھر آکے ہوں نیزہ گزار

سواران ایران کو امید نہیں
سوا اسکے ہوئے جسے عزم جنگ
ولیکن نہ نکلا کوئی نامور
کہ شاہوں کو غیرت ذرا چاہیئے
یہ آواز کاؤس نے دی وہیں
جدا اس گروہ سے چلا کے ہو کینہ خواہ
کیا تھا یہ رستم نے اسدم قرار
سپاہ جو سب پہلواں ہوں نہاں
پہنکر زرہ رخش پر ہو سوار
کہا یوں تہمتن نے اچھا چلو
جو مجھ سے مقابل ہو امید نہیں
نہ سرسختی اب پنجہ کاروں سے تو
کیا گشتہ اک دم میں ہنگام جنگ
وہ بولا کہ زنہار رستم نہیں
ہوئے یک بیک نیزہ ستیزہ کنار
دلیروں نے پھر کھینچ کر تیغ تیز
لیا ہاتھ میں پھر عمود گراں
ہوئی پارہ پارہ زرہ یک قلم
جدا گانہ پھر دونوں استادہ ہو
تہمتن بھی یہ دل میں کہنے لگا
بچھڑتے ہیں سہراب نے لیا کہا
ہوئے دم میں ترکش تہی سربسر
کیا پہلے رستم نے زور اسقدر
کیا زور اسنے بھی ہر چند پر
جو مارا تہمتن کے بالا سے سر
تہمتن یہ بولا ہوا دن تمام
وہ سہراب نے جھٹکے گرز گراں

نہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں
نبرد آزما تجھ سے ہو بعد جنگ
کہ تھا دل میں ہر اک کے خوف و خطر
زجنگ آوراں سے ذرا چاہیئے
کہے نامداران ایراں زمین
ہراساں مخالف ہے یکسر سپاہ
کہ پہلے کرونگا نہیں کارزار
تو پھر میں نبرد آزما اس سے ہوں
گیا سوئے میداں پئے کارزار
کہے جبکہ یکسو وہ پیکار جو
کرونگا تجھے قتل اک آن میں
نہ جنگ آوروں سے ہو پرخاش جو
نہ جانے ہے مجھ سے شیر پلنگ
میں اسکا ہوں اک جا کر کے ستیز
لگی چلنے باہم سناں پر سناں
کیا گرم بازار کین و ستیز
لڑے اسقدر ہر دو جنگ آوراں
رہا پھر نہ زنہار گھوڑوں میں دم
وہ سہراب اور رستم نامجو
کہ اس قدر تھا و قوت و زور کا
کہ تیر و کماں لے کے ہوں جنگ آزما
ہوا پیدا کہ تیر بھی نہ کارگر
کہ وہ زور کرتا اگر کوہ پر
ولیکن ہلا نہ رستم نامدار
تو رنجیدہ ہوا رستم نامور
قریب آگیا ایکدم وقت شام
سوئے لشکر شاہ آیا وہاں

جو دیکھا کہ رستم ہوا ہے گرم کین / تو ناچار سہراب بولا وہیں
تو مائل ہوا اسکے کشتی اگر / تو ہاں میں بھی کشتی کو حاضر ہوں [illegible]
نہیں چاہتا یہ کہ سمجھے جوان / مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہاں
یہ کہکر وہ دونوں یل نامدار / لگے کرنے کشتی کے فن آشکار
کیا زور رستم نے واں صد سے بیش / گیا آگے سہراب کی کچھ نہ پیش
ہوا وہ خرد تشنہ چوں پیل مست / کیا زور سے اسنے رستم کو پست
جو کھینچا پکڑ کر کمر بند کو / تو سنبھلا نہ پھر رستم نامجو
زمیں سے بہم پشت رستم ہوئی / خرابی تہ چرخ پر ختم ہوئی
گرا خاک پر جب یل نامور / تو سہراب بیٹھا وہیں سینہ پر
لیا کھینچ پھر خنجر آبگوں / یہ چاہا کہ اسکو کرے غرق خوں
کیا چاہا یہ رستم نے سو قت کل / لگا کہنے سہراب سے اے جواں
یہاں کے یہ آئین نہیں بے نہار / کرے زیر جس کو کوئی ایکبار
تو سر کو کرے اسکے تن سے جدا / مگر ہو دگر بار زور آزما
اسے قوت و زور سے لاوے زیر / کرے شوق سے قتل پھر وہ دلیر
یہ سنکر وہ اسکے اٹھا سینے سے / غرض ہاتھ اٹھایا وہیں کینہ سے
گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد / طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد
کہا جبکہ ہومان سے یہ ماجرا / کیا اسنے افسوس اور یوں کہا
کہ عیاری و مکر سے کینہ خواہ / رہا ہو گیا ہاتھ سے تیرے آہ
نہ دیکھا تھا گاہے فراز و نشیب / تو اک طفل تھا تونے کھایا فریب
تہ دام آیا تھا شیر ژیاں / دیا چھوڑ تونے کیا قہر یاں
ہوئی بیوقوفی یہ تجھ سے کمال / رہائی تیری اس سے اب ہے محال
یل نوجواں نے کہا کیا ہے غم / کرونگا اسے زیر پھر صبحدم
گیا جبکہ رستم سوئے خیمہ گاہ / رہا شب کو زاری کناں تا پگاہ
دعا اسنے مانگی کہ اب یا خدا / وہی زور دے مجھکو پہلے جو تھا
اسے ابتدا میں تھا زور اسقدر / زمیں چاک ہوتی تھی ہر گام پر
وہ عاجز بہت وقت رفتار تھا / زمیں پر خرام اسکا دشوار تھا
ہوا تھا تب اس بات کا خواستگار / کہ کچھ زور کم ہووے پروردگار
ہوئی تھی مناجات اسکی قبول / مراد اسکی [illegible] کی تھی حصول
غرض کرکے شب زاری و انکسار / ہوا زور پیشیں کا وہ خواستگار
خدا نے پذیرا کی اسکی دعا / وہی زور اسکو کیا پھر عطا

داستان کشتہ شدن سہراب از دست رستم بروز دگر و نوحہ نمودن رستم در ماتمش

سحر دیکھ کر قوت و زور تن / ہوا شادمان پہلوان زمن
سپاس عنایات پروردگار / بجا لا کے اور رخش پر ہو سوار
گیا تھا وہ خرم سے رزمگاہ / ہوا جا کے سہراب سے کینہ خواہ
یہ سہراب نخوت سے کہنے لگا / کہ چنگال سے میرے ہو کر رہا
تو پھر آج آیا ہے کارزار / عزیز اپنی شاید نہیں جان زار
تہمتن یہ بولا کہ جبتک ہو جان / ترے ساتھ ہونگا ستیزہ کناں
وہ کرنے لگے پھر وہ کشتی بہم / ہوئے مائل زور و کشتی بہم
بہم خوب زور آزمائی ہوئی / نہ سہراب کو پھر رہائی ہوئی
پکڑ کر کمر بند سہراب کا / زمیں سے لیا پیلتن نے اٹھا
پٹک کر زمیں پر اسے پھر بزور / سر سینہ بیٹھا وہ از روئے کیں
یہ سوچا کہ یہ گرد زور آزما / جو پھر اٹھ کھڑا ہو تعجب ہے کیا
غرض کھینچکر خنجر آبدار / کیا سینہ و دل کو اسکے فگار
وہ خستہ جگر کھینچکر ایک آہ / یہ بولا کہ تھے بخت میرے سیاہ
یہاں میں جو آیا جو یہ تھی مراد / کہ دیدار سے باپ کے ہونگا شاد
تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی / ہلاک عدم جان واصل ہوئی
جو دریا میں اب ہو تو تہ نشیں / دیا جائے بالائے چرخ بریں
مرا باپ تجھکو نہ چھوڑیگا واں / کریگا ہلاک آن کر اے جواں
کہا نام کیا اسنے تب یوں کہا / کہ ہے نام رستم میرے باپ کا
جب اس خستہ تن سے سنا یہ سخن / تو غش کھا گیا رستم پیلتن
پڑا ہو کے بیہوش بر خاک پر / جب آیا ذرا ہوش میں تب [illegible]

لگا کہنے اس سے یہ گریاں
ترے پاس رستم کا کیا ہے نشاں

یہ سہراب نے تب کے پاسخ دیا
کہ صد حیف اے گرد گیتی ستا

نشانی تو دیکھو اب زرہ کر کے وا
کہ مہرہ ہے بازو پہ میرے بندھا

وہ مہرہ جو دیکھا زرہ کر کے وا
تو رستم نے پھر شور و نالہ کیا

پسر کو کسی نے بھی مارا نہیں
نہیں یہ ہوا جور ہرگز نہیں

یہی مصلحت ہو کہ ہوں میں ہلاک
کروں اپنے سینے کو خنجر سے چاک

پڑا تھا سہراب بسمل ادھر
ادھر رستم گرد تھا نوحہ گر

تو سمجھے یہی دل میں پیر و جواں
کہ کشتہ ہوا رستم پہلواں

گئی یہ خبر پیش شاہ جہاں
کہ رستم سے خالی ہوا اب جہاں

سوار اک گیا تا کہ لاوے خبر
مبادا ہو کشتہ رستم اگر

جو سہراب سے ہوئے پھر کینہ خواہ
نہیں تاب رکھتی ہے ہرگز سپاہ

کرے ہے فغاں اور بیتاب ہو
تڑپتا پڑا واں بھی سہراب ہے

اٹھا کر سر رستم نامور
لگے پوچھنے سب کہ کیا ہے خبر

ہوا ہاتھ سے میرے ایسا ستم
رہیگا قیامت تلک یاد غم

یہ کہکر وہیں کھینچ خنجر لیا
کہ سر تن سے کرے اپنی گردن جدا

زوارہ نے پارہ گریباں کیا
غم و درد سے شور و غوغا کیا

جگر پر مرے زخم کاری لگا
نہیں کچھ بھروسہ ہوا زیست کا

الہی سیاہ بخت سے یار ہا
جو پوچھا تو پوشیدہ اس نے رکھا

مقابل مرے جبکہ رستم ہوا
تو پرسان حال اس کا ہر دم ہوا

کوئی کیا کرے کسکا ہے چلتا
نہیں چارہ تقدیر سے رہا

یہ احوال سنکر ہوئے نوحہ گر
زوارہ ادھر اور رستم ادھر

یہ سہراب دلخستہ نے پھر کہا
کسی کو نہیں اس جہاں میں بقا

سمجھ تم کو بیٹے کیا اپنا خوں
ولے التماس ایک کرتا ہوں یوں

نہ ہو جائے ترکوں سے پھر کینہ خواہ
نہ کھینچے سے ملک توران سپاہ

اگر زندہ رہتا تو ہر ایک پہ
مراعات کرتا میں شام و سحر

جگر خستہ نے جو کہ ہمدم کہا
تہمتن نے یکدم پذیرا کیا

جو ہے خاص تر نوشدارو ملا
مگر اس سے چارہ ہو سہراب کا

جو گریں ہی بے بخت رستم ہوا آہ
جہاں جسکی آنکھوں میں تیرہ ہوا

بہت گرم الفت سے مرا دل ہوا
ولے تو ادھر کچھ نہ مائل ہوا

نہیں زخم سے اب ہے طاقت مجھے
جو کھولوں زرہ اور دکھاؤں تجھے

یہ بولا کہ اے جان میں بیگناہ
تو کشتہ ہوا ہاتھ سے میرے آہ

نہ چھوڑیگا زنہار مجھ کو یہ غم
رہونگا گرفتار رنج و الم

یہ سہراب بولا کہ کیا فائدہ
نہیں چارہ زنہار پیش قضا

جو دیکھا کہ رخش یل نامدار
کھڑا ہے بہت دیر سے بیسوار

وہیں اڑ گئے یک قلم سب کے ہوش
اٹھا ایک لشکر میں شور و خروش

کیا حکم شہ نے کہ کیباسگی
ادھر جاؤ دوڑا کے اب بارگی

تو دیکھو کہ تدبیر کچھ اور یاں
کہ ایسا نہیں اب کوئی پہلواں

سواران لشکر گئے جب ادھر
تو دیکھا کہ رستم پڑا خاک پر

یہ جانا کہ زخمی ہیں دو نوجواں
لگا زخم کاری ہوئے ناتواں

زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
لگا کہنے یوں رستم پیلتن

مرے روتے سر پہ پڑی ہے خاک
پسر کو کیا میں نے ناحق ہلاک

پکڑ کر شتابی سے رستم کا ہاتھ
لگے رونے گردان فرخ صفات

کہا پھر یہ سہراب سے کیا ہے حال
وہ بولا کہ ہے درد مجھ کو کمال

یل و پیلتن کے سراپا نشاں
مری ماں نے مجھکو کہے تھے بیاں

مجھے نام رستم بتایا نہیں
رکھا [illegible] غافل جتایا نہیں

رکھا اس نے بھی نام اپنا نہاں
کیا [illegible] سے آنے نہ ہرگز عیاں

پسر کی اجل باپ کے ہاتھ تھی
ازل [illegible] ہونی یہی تھی

لگے کوٹنے سینہ و سر وہاں
کیا دیدہ تر سے دریا رواں

نہ تم گریہ و نالہ اتنا کرو
ذرا صبر کو دل میں یہ راہ دو

کہ زنہار اب رستم ارجمند
نہ پہنچاوے لشکر کو میرے گزند

کہ مولد مرا ملک توران ہے
مری جا ہے بازی گہ میدان ہے

پدر بعد میرے مدارا کرے
تلطف مدام انکا رکھا کرے

کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
کہ جا کر حضور شہ نامجو

وہیں آ کے پیش شہ نامدار
ہوا نوشدارو کا وہ خواستگار

لگا کہنے سنکر یہ شاہِ جہاں
کہاں ہے وہ نوشدارو یہاں

کہ جس سے سہراب ہو تندرست
توانا و زور آور و چاق و چست

پڑے پیر مردِ خجستہ صفات
کچھ ہے یاد رستم کی اس نے بات

کہ کس کیا مجھے نا ملائم کہا
زباں پر جو آیا وہ اس دم کہا

کیا سرکشی سے نہ پاس ادب
رہ و رسم ہی ہاتھ سے اس نے سب

سخنہائے دشوار کہکر کیا
اسے قید کوئی نہاں کر سکا

سوا اسکے سہراب کی گفتگو
سنی خوب کیسے وہ وقت ہی تو

سمجھ اپنے دل میں کہ فہمیدہ ہے
جہاں میں تو مرد جہاندیدہ ہے

کہے تھا وہ مردم سے ہر دم یہی
کہ رستم کو دوں تخت و تاج شہی

جب ایسے دلاور ہوں دو پہلواں
ہے پھر یہ اور تاکہ لشکر کہاں

سنا جبکہ گودرز نے یہ سخن
گیا پھر وہ پیش یل پیلتن

کہا یوں کہ خود ہے یہ شہریار
یہاں کیا کروں تجھ پہ ہو آشکار

تہمتن یہ سنکر ہوا دردمند
گیا آپ پیش شہ ارجمند

محل میں تھا اس دم شہ نامور
برآمد ہوا تب یہ پہنچی خبر

کہ سہراب کا کام آخر ہوا
نشاں مٹ گیا نام آخر ہوا

ہوا سنکے رستم پیادہ دواں
گیا نعش پر اسکے زاری کناں

فغاں کرکے کہتا تھا یہ دمبدم
مرے ہاتھ دو عیب ہیں کرنے قلم

جگر گوشہ کو اپنے میرے سوا
جہاں میں بھلا قتل کس نے کیا

سنے جبکہ ماں اسکی تب کیا کرے
جو کچھ وہ کرے سود بیجا کرے

غرض رکھ کے تابوت میں نعش کو
گیا سوئے خیمہ یل نامجو

وہ خیمہ اور اسباب تھا جسقدر
جلا کر کیا خاک پھر سر بسر

ہوئے اسکے ماتم میں پیر و جواں
خروشاں و گریاں و نالہ کناں

گیا شاہ کاؤس رستم کے پاس
جو دیکھا تو ہے بہت بیحواس

کہا سخت ماتم ہے اور رنج و درد
ولے کچھ نہیں چارہ اے نیک مرد

ہر اک کو ہے آخر یہی رہگذر
کوئی دیر جاوے کوئی زود تر

سمجھ اب تو دانا و ہشیار ہے
شکیبائی و صبر درکار ہے

کیا عرض رستم نے اے تاجدار
ہوا سو ہوا کچھ نہیں اختیار

رہے یہ وصیت ہے سہراب کی
کہ ترکوں پہ کیجو نہ لشکر کشی

یہی عرض کرتا ہوں اب بار بار
بہ لطف و کرم کا ہوں امیدوار

کہ ہومان کی حرمت رکھو تم نگاہ
نہ ہووے پراگندہ اسکی سپاہ

کرو رخصت اسکو بعزّ و وقار
یہ سنکر لگا کہنے یوں شہریار

ہوا اب جو کچھ کہ یہ رنج و غم
تو ہے سب ہی دلکو ہوا رنج و غم

پذیرا کیا میں نے تیرا سخن
مجھے پاس خاطر ہے اے پیلتن

کریں مجھ سے گو ترک اب سرکشی
کروں میں نہ تو ترک لشکر کشی

زوارہ سے رستم نے پھر یوں کہا
کہ جیحوں تلک ساتھ ہومان کے جا

زوارہ گیا ساتھ جب بے خطر
گیا آپ جیحوں سے ہوماں گذر

معاودت کاؤس بایران و رفتن رستم با تابوت سہراب طرف سیستان و آمدن تہمینہ

باقبال و دولت سوئے تختگاہ
روانہ ہوا شاہ گیتی پناہ

یل نامور رستم پہلوان
گیا ہو کے رخصت سو سیستان

غرض لیکے تابوت سہراب کا
پراگندہ دل شہر میں جب گیا

سیہ پوش ہو زال پہنچا وہاں
ہوا ساتھ تابوت کے وہ رواں

خروشاں و گریاں گئے گھر تلک
قیامت تھی برپا بزیر فلک

وہ رودابہ رستم کی ماں اسقدر
ہوئی دیکھ تابوت کو نوحہ گر

کہ برپا وہاں روزِ محشر ہوا
غضب ایک ٹوٹا زمیں پر ہوا

کیا دفن پھر لاش کو زیرِ خاک
دل پیر و برنا ہوا دردناک

گئی جب بسوئے سمنگاں خبر
تو تہمینہ کو غم ہوا اسقدر

کہ آتش وہیں کرکے افروختہ
گری آگ میں با دلِ سوختہ

رہا کھینچ مردم نے پھر دوڑ کر
ولیکن جلے سر بسر اسکے سر

تن نازنیں بھی ہوا داغ داغ
جہاں اسکی نظروں میں تھا بے چراغ

لگی باپ سے کہنے ناچار ہو
کیا قتل رستم نے سہراب کو

سو سیستاں کھینچ جلدی سپاہ
تہمتن سے چلکر تو ہو کینہ خواہ

کہا اس نے اے دخترِ نامور ‌ سپہ اپنی رستم کے ہمسر نہیں
گئی آپ تہمینہ ایک سپاہ ‌ سو ہیبتاں با دلِ کینہ خواہ
تہمتن سے جا کر کہو یہ سخن ‌ کہ تہمینہ آ پہنچی اے پیلتن
کہ نکلے ہے یہ بھی دلیس اب عزم جزم ‌ کرے سر کو تن سے قلم وقت رزم
یہ سنکر سراسیمہ رستم ہوا ‌ پشیماں بہت دلیس اس دم ہوا
سراپردے میں آ کے پہنچے یہ جب ‌ نکل آئی تہمینہ پس پردہ تب
کہا زال نے سوے خانہ چلو ‌ شبستاں کو رشکِ گلستاں کرو
لے گئے رستم کو لاؤ شتاب ‌ کیا جس نے یوں اپنے گھر کو خراب
گیا پیش تہمینہ جب پہلواں ‌ تو کھینچ اسنے پھر خنجر جاں ستاں
پکڑ ہاتھ اسکا لیا زال نے ‌ یہ تہمینہ نے پھر کہا زال سے
عدم سے جو پھرتا ہو سہراب کا ‌ تو کر رستم و زال کا سر جدا

دباشا نے جب اسے یہ جواب ‌ تو پھر ولیس لکھا کر بہت پیچ و تاب
قریب آ کر اسنے اک پہلوان ‌ روانہ کیا اور کہا یوں کہ ہاں
وہ لائی ہے ساتھ اپنے فوج گراں ‌ دلیرانِ گردان و جنگ آوراں
فرستادہ پیش تہمتن گیا ‌ کہا تھا جو اسنے وہ کہہ کر کہا
وہیں ساتھ لے زال و رودابہ کو ‌ کہا سنے تہمینہ وہ نام جو
جہانگیر مرد ہیں ہمدگر ‌ کیا نذر سہراب کو یاد کر
لگی کہنے تہمینہ اے نامرد ‌ مرے دل کو رستم سے پہنچا ہے درد
نہیں پوچھوں ہوں اس سے اوکینہ جو ‌ کیا کشتہ کیوں اسنے فرزند کو
یہ جانا کہ رستم کا چیرے شکم ‌ کرے غرق خوں اسکو بے درد و غم
کہ تقدیر پہ کچھ نہیں اختیار ‌ نہیں چارہ پیش قضا زینہار
غرض خوب سمجھا کے وہ نامور ‌ لیا لیکے تہمینہ کو اپنے گھر

رفتن تہمینہ بہ شبستان رستم پہلوان بہ تفہیم زال زر و حاملہ شدنش از رستم و بعد انقضائے مدت نہ ماہ ولادت فرامرز و جاں بحق سپردن تہمینہ بغم و الم سہراب در یک سال

وہ تہمینہ اور رستم نامدار ‌ بہم واں لگے رہنے لیل و نہار
ہوئی بارور وہ نگارِ دلارام ‌ تہمتن نے رکھا فرامرز نام
وہ تہمینہ رہتی تھی غمگیں مدام ‌ تصور تھا سہراب کا صبح شام
پس از مرگ سہراب وہ باجمال ‌ رہی زندہ با رنج و غم ایک سال
بہ جنت تو ہیں کر چکا سب بیاں

ہوئی حاملہ پھر وہ رشکِ قمر ‌ ہوا بعد نو ماہ کے پیدا پسر
سپرد ایک دایہ کو وہیں کیا ‌ لگا پرورش پانے وہ مہ لقا
دل اسکا تھا نالاں خرو خونچکاں ‌ لگی آہ کرتی تھی گاہے فغاں
نہ غم سے رہائی ہوئی زینہار ‌ وہ دے بیٹھی جان اپنی انجام کار
سیاوش کی اب آگے سنو داستاں

داستان تولد شدن ملک زادہ سیاوش از بطن دختر شاہ بلغار و برائے تعلیم و تربیت ہمراہ رستم رفتن

کوئی بیشۂ خرم و دلکشا ‌ کہ نزدیک دریائے جیحوں کے تھا
پڑی ناگہاں ایک دختر نظر ‌ پری پیکر و مہوش و سیمبر
یہ پوچھا جوانوں نے اے مہ لقا ‌ تو ہے کون تیری حقیقت ہے کیا
کہ گرسیوز اسکا چچا ہے بنام ‌ وہ نسل فریدوں سے ہے نیک نام

گئے ایکدن واں برائے شکار ‌ بہم طوس اور گیو جنگی سوار
لباس اور زیور تھا شاہانہ سب ‌ کرشمہ ستمراں و غمزہ غضب
بُتِ ماہ پیکر یہ کہنے لگی ‌ کہ دختر ہوں میں شاہ بلغار کی
مجھے چاہتے تھے بہت تاجور ‌ ولیکن یہ چاہے تھا میرا پدر

خداوند غفار کو یاد کر
سیاوش گیا آگ میں بے خطر

نہ پہنچا اسے کچھ ضرر زینہار
سلامت وہ نکلا بہ انجام کار

سیاوش کو شہ نے بغل میں لیا
سر و چشم پہ اسکے بوسہ دیا

ہوا سخت سودابہ پر خشمناک
کہا یوں کہ کرتا ہوں تجھکو ہلاک

ولیکن شفاعت سیاوش نے کی
بہانہ ہی چاہے تھا کاؤس بھی

سر خوں سے گذرا شہ دین پناہ
غرض اسپہ کی مرحمت کی نگاہ

داستان رفتن ملک زادہ سیاوش بجنگ افراسیاب و فتح کردن بلخ

وہ سودابہ از بسکہ بدکیش تھی
سیاوش کی ناحق بداندیش تھی

ملک زادہ کے قتل کا قصد تھا
یہ تدبیر ہی اسکو صبح و مسا

خطرناک رہتا تھا وہ نامدار
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار

کریگا حضرت ایزد ذوالجلال
شتابی کہیں یاں سے مجھکو نکال

پہنچی خبر اندنوں ناگہاں
کہ توران سے لشکر بیکراں

ادھر پھر ہوا عازم افراسیاب
یہ سنکر جہاندار عالی جناب

ہوا خشمناک اور کہنے لگا
کہ اے نامداران جنگ آزما

بداندیش ترکان نخوت شعار
نہیں عہد و پیمان پہ استوار

کبھی صلح جو ہوں کبھی کینہ خواہ
یہ رکھتے ہیں لعین خیال تباہ

سپاہ کھینچکر بلخ تک اب کی بار
کروں اسکو آوارہ و قتل و خوار

سیاوش نے کاؤس سے یوں کہا
کہ اے شاہ شاہان کشور کشا

مجھے بھیجئے سوئے افراسیاب
کروں جا کے اسکو تباہ و خراب

کہا شاہ نے تجھکو کہاں ہے یہ تاب
جو ٹھہرے ذرا پیش افراسیاب

زبردست ہے تجھسے وہ ایچراں
قوی جنگ ہیں اسکے سب پہلواں

یہ مقصود تھا اسکو اس بات سے
کہ دوری ہو اس چشم بدذات سے

یہ بہتر ہے ہیں آپ لیکر سپاہ
بداندیش سے جاکے ہوں رزمخواہ

وہ بولا کہ اس سے نہ کمتر ہوں میں
ہنر اور قوت میں ہمسر ہوں میں

یہ لشکر بھی اپنا ہے جنگ آزما
سدا فوج توراں پہ غالب ہوا

حضور شہنشاہ جوہر شناس
کیا پھر تہمتن نے یہ التماس

کہ ہمراہ شہزادۂ نامدار
مجھے کیجئے رخصت اے شہریار

کرو آپ تکلیف ہرگز نہ اب
رہو یاں بآرام عیش و طرب

ملک زادہ اور بندہ کافی ہیں یاں
پئے جنگ ترکان نخوت نشاں

الہی الغرض کیکے سامان جنگ
روانہ کیا شہ نے بیدرنگ

وہ شہزادہ اور رستم نامور
دلیری سے پہنچا وہ بلخ پر

وہاں پہ جو تھا حکمراں تازیاں
سو آیا پئے کینہ خواہی دواں

ہوئی فوج ایراں جو گرم ستیز
تو بس اسنے لی وہیں راہ گریز

نہ ہرگز رہی طاقت کارزار
ہوا جا کے محصور انجام کار

یہ سنکر گئے بلخ پہنچا شتاب
سپاہ لیکے واماد افراسیاب

دلاور تھا گرشیوز اسکا تھا نام
ہوا دیکھ کر تازیاں شاد کام

بہم متفق ہو کے پھر بیدرنگ
ہوئے شاہزادے سے خواہان جنگ

رہی دو روز تک کشت و خوں
کیا فوج ایراں نے اسکو زبوں

ہوئی رزم کی پھر نہ تاب و تواں
تو ناچار گرشیوز و تازیاں

گریزاں ہو جیحوں سے گذرے شتاب
گئے خستہ دل پیش افراسیاب

ہوا بلخ میں دخل شہزادہ کا
یہ شہزادے نے پھر ارادہ کیا

کہ ہو کر رواں بلخ سے پیشتر
گذر آب جیحوں سے با کر و فر

سپہدار توراں سے ہو رزمخواہ
کرے اسکے لشکر کو یکسر تباہ

سران سپہ نے یہ اس سے کہا
کہ جلدی کی مت کام فرما ذرا

تو لکھ شاہ کو نامہ اے نامدار
وہ کچھ لکھے جو تجھے شہریار

سیاوش نے مرقوم نامہ کیا
لکھا یہ کہ اے شاہ کشور کشا

گیا حاکم بلخ کھا کر شکست
اور اپنا ہوا بلخ کا بندوبست

گذر جاؤں جیحوں سے اگر حکم ہو
سپہدار توراں سے ہو رزمجو

لکھا شاہ کاؤس نے یہ جواب
کہ ہے سخت بیکار افراسیاب

اگر وہ نہ جیحوں سے آیا ادھر
تو ہرگز ادھر کا ارادہ نہ کر

سیاوش بفرمان شاہ جہاں
ہوا بلخ میں پھر توقف کناں

آمدن گرشیوز داماد افراسیاب باہدایہ نزد سیاوش بدرخواست آزادگی کاوس و طلب سیاوش رستم

جہاں تھے سپہدار توراں وہاں ۔ گئے جب وہ گرشیوز تا زیاں
گذارش کیا اسنے احوال جنگ ۔ یہ سنکر اڑا اسکے چہرے کا رنگ
کیا خواب میں شب وہ افراسیاب ۔ تو ناگاہ آیا نظر ایک خواب
تھا حال سے اسکے گرم فغاں ۔ سنا جب تو گرشیوز آیا وہاں
یہ پوچھا کہ اے سرورِ نامور ۔ تجھے خواب میں اب پڑا کیا نظر
جو یکبارگی تو خروشاں ہوا ۔ ہراساں ہوا دل پریشاں ہوا
بسکنے لگا اس سے افراسیاب ۔ کہ اسوقت دیکھا ہے میں نے خواب
کہ اک دشت میں بیکراں سانپ ہیں ۔ مری فوج بھی ہے وہاں لڑ رہی
شتاباں ہوا ابر میں ایک بار ۔ ہوا ابر سے سیل کے آشکار
وہیں باد صرصر ہویدا ہوئی ۔ پھر اس میں سے اک فوج پیدا ہوئی
کیا سب کے لشکر کو اس نے ہلاک ۔ ملایا ہر اک کو تہ خون و خاک
پکڑ کے مجھے لیگئے مردماں ۔ شہنشاہ کاوس بھی تھا وہاں
جواں ایک تھا رشکِ خورشید ماہ ۔ وہ بیٹھا تھا نزدیک کاوس شاہ
اٹھا وہیں اور کھینچکر اسنے تیغ ۔ کیا چاک پہلو مرا بیدریغ
ہوا دلکو از بسکہ اسوقت درد ۔ خروشاں ہوا پھر میں اے نیکرو
لگا کہنے داماد افراسیاب ۔ کہ برعکس ہوتی ہے تعبیر خواب
نہ دل میں ذرا خوف اندیشہ کر ۔ بیسر تجھے ہوگی فتح و ظفر
یہ تعبیر اس کے نہ آئی پسند ۔ کیا دل سے ہرگز نہ خوف گزند
طلب اسنے دانشوروں کو کیا ۔ مفصل کہا ماجرا خواب کا
ہوئے سب کے سب خامش دانشوراں ۔ کہ تھا دل میں ہر ایک کے خوف جاں
لیے ایک نے عقدہ بیاں کیا ۔ سپہدار توراں نے پھر یوں کہا
کہ ہرگز نہ کر قصہ پیکار تو ۔ سیاوش سے اب شاہ صلح جو
وگرنہ خرابی پڑے ہے لغار ۔ سپاہ اک ہے جابے نوع دگر
پسند آئی گفتار آخر شناس ۔ عطا کی اسے نعمت بے قیاس
رواں پھر کیا شہ نے داماد کو ۔ سوئے بادشاہزادہ تاجور
فقط نام اسکے حوالے نہ تھا ۔ تحائف بھی انواع وہ لیگیا
کہا جبکہ گرشیوز نام جو ۔ سیاوش اٹھا وہیں تعظیم کو
وہ تحفہ دیا اور نامہ دیا ۔ پئے آشتی اسنے کی التجا
سیاوش ہوا دیکھ کر شادماں ۔ پھر اک بزم آراستہ کی وہاں
ہوئے محفل آرا بعیش و طرب ۔ گئی الغرض جب گذر نصف شب
اٹھا وہیں داماد افراسیاب ۔ ہوا جا کے سرگرم آرام و خواب
سیاوش نے رستم سے پھر یوں کہا ۔ کہ اے پہلواں مصلحت اب ہے کیا
ہوا آشتی خواہ افراسیاب ۔ تہمتن نے سنکر دیا یہ جواب
کہ بدخواہ عاجز تھا جب کال ۔ کیا آشتی کا تب اسنے سوال
دلے سخت بیکار ہے بدنما ۔ نہیں اسکے کچھ قول پر اعتماد
فرستادہ کو دیجئے یہ جواب ۔ کہ گردان و خویشان افراسیاب
جنہیں ہم کہیں وہ آویں یہاں ۔ برسم گروگاں رہیں جاوداں
متعلق ہیں ایران کے جو کچھ کہا ۔ کہ اس سے بھی دست بردار ہو
یہیں اسطرح صلح منظور ہے ۔ وگرنہ رہ آشتی دور ہے
سحر جبکہ گرشیوز آیا وہاں ۔ کیا اسنے مرکوز خاطر عیاں
یہ احوال لکھ اسنے قاصد شتاب ۔ روانہ کیا پیش افراسیاب
کیا شاہ توراں نے سب کچھ بجا ۔ ہوئی آرزو سے دلی سب حصول
بخارا و خوارزم اور چاچ کو ۔ سمرقند و سنجاب کے تھی سبھی
عزیزان و خویشان و قوم نہاں ۔ دلیران و گردان عالی نژاد
تہمتن نے جن کا لیا نام تھا ۔ روانہ پیش شہزادہ انکو کیا
کہا شاہ و شہزادہ نامدار ۔ تہمتن کو بھیجا سوئے شہریار
لکھا صلح کا شاہ کو حال سب ۔ کہ تھے توراں کے سالار سب
سنی تھی خبر شاہ نے پیشتر ۔ کہ بدخواہ کو خواب آیا نظر
اٹھا ہول سے جسکے ہوش و حواس ۔ بہت دل میں اسکے ہوا خوف و ہراس
سوا اسکے خبر خاص نے بھی ۔ کہا شاہ کاوس سے تھا ابھی

کہ تیرا اسا دن ہے پیروزگار / ظفرمند ہوگا تو اے شہریار
تباہ ہوگی افواج افراسیاب / وہ ہوگا گرفتار رنج و عذاب
حضور شہنشہ جو رستم گیا / کیا ماجرا سب بیان صلح کا
لگا کہنے تب بادشاہ جہان / نہیں صلح منظور اے پہلوان
یہ پیغام رستم پہلواں نے کہا / کہ ہے جنگ سے صلح بہتر شہا
کہا شہ نے تم صلح کرتے ہو گر / تو میں اور کو بھیجتا ہوں ادھر
تہمتن نے آزردہ ہو کر کہا / کہ حاضر رہونگا میں ہاں جو مرا
روانہ کیا طوس کو پھر شتاب / جہاندار نے سوئے افراسیاب
کہا کچھ تامل توقف درنگ / نہ کیجیو ذرا ہو جیو گرم جنگ
سیاوش کو پھر ایک نامہ لکھا / کہ تورانیوں کو تو یاں بھیج آ

آزردہ شدن بادشاہزادہ سیاوش از کیکاؤس و رفتن نزد افراسیاب و پیش آمدن او بتعظیم و تواضع و دادن دختر خود و ملک بخشیدن بہ شاہزادہ سیاوش

پڑھا جب کہ نامہ سیاوش نے جب / ہوا دل پریشان اندوہ تب
سران سپاہ کو بلا کر کہا / کچھ سوچ کر مصلحت اب ہو کیا
دیا باپ نے پاسخ کرہ بہ بہ / کہ لاؤ بجا حکم کاؤس کے
وہ بولا کہ خویشان افراسیاب / جو واں جاویں تو شاہ عالیجناب
کرے قتل ہر ایک کو بے یقین / کہ دل میں بھرا اسکے ہے بغض و کین
مرے عہد و پیماں کا پھر اعتبار / نہ کوئی کریگا یہاں زینہار
سوا اسکے سوا یہ ہے کینہ جو / پدری و دشمن جہاں ہو وہ زشت خو
خدا جانے کیا ظالم نابکار / مرے سر پہ لائے بلا ایک بار
نظر آئے جب یہ گزند و ضرر / تو پھر جاؤں کیونکر حضور پدر
یہ دلمیں ہے یہاں چھوڑ کر سب سپاہ / سپہدار توران کی اب لوں پناہ
یہ سنکر بہت ہو کے اندوہگیں / یہ گودرز و بہرام بولے وہیں
نہیں مصلحت یہ قرین صواب / کہ بدخواہ تیرا ہے افراسیاب
سمجھ لے ملک زادہ نام جو / کہ ہرگز نہیں اعتماد عدو
دیا شاہزادے نے پھر یہ جواب / کرے گر مجھے قتل افراسیاب
تو بہتر ہے اس سے کہ لیل و نہار / رہوں میں حضور پدر خوار و زار
یہ کہکر وہیں ایک نامہ لکھا / سوئے شاہ توران روانہ کیا
لکھا یوں کہ اے خسرو نامور / مرا باپ ابھی نہیں صلح پر
عوض میرے بھیجا ادھر طوس کو / کہ ہو تجھسے اب آنکر رزم جو
مرا عہد و پیمان ہے استوار / اگر سر بھی جائے تو ان پہ نثار
نہ پھیروں میں سر عہد پیماں سے گاہ / رکھوں گا وہ رسم مروت نگاہ
غرض کچھ نہیں شاہ کاؤس سے / نہیں ہے مجھے کام کچھ طوس سے
یہ ہے قصد اب سیر چین بریں / کہیں اور جا کر ہو مسکن گزیں
نہ پہنچے جہاں ہاتھ کاؤس کا / رہوں ان ہی میں [illegible]
بتا دیجئے کوئی ایسا مکاں / کہ جا کر کروں میں اقامت وہاں
تمہارے عزیزان و خویشان کو اب / کیا میں نے رخصت بعیش و طرب
گیا پڑھ کے حیرت میں افراسیاب / لکھا اس نے نامہ کا پھر یہ جواب
کہ مجھکو بھی عہد و پیماں ہیں جیسے / ترے ساتھ ہو صلح میری درست
ولے وہ جو ہی کینہ ہے کاؤس سے / مری جنگ پرخاش ہو طوس سے
کہا طوس کو تا بیسے نیکمرد / کہ ہو آنکے مجھسے اب ہم نبرد
جو منظور رکھکر تو پاس وفا / ہوا میری خاطر پدر سے جدا
تو بیٹا کیا تجھکو اپنا پسر / محبت کروں میں بطور پدر
کروں بلکہ فرمانبری روز و شب / تو شوق سے یاں [illegible]
تو جو چاہے تجکو وہ آمادہ ہوں / ندوں گنج و اورنگ و دیہیم و [illegible]
تجھے بعد کاؤس بہادر دگر / کروں ملک ایران کا تاجور
چو نامہ پڑھا شاہزادے نے جب / ہوا [illegible] آزاد و [illegible]
[illegible] توران [illegible] کیا / [illegible] کاؤس [illegible]
کروں عرض کیا [illegible] / کہ پہلے [illegible] کشورستان
کیا [illegible] مجھکو [illegible] / [illegible]

یہ جانا کہ تجھکو کرے تو ہلاک | خدا کا نہ ہرگز کیا خوف و باک
کیا آخر آتش میں یہ خاکسار | ولیکن بالطاف پروردگار
سپہدار توران کو عاجز کیا | زرو اشتر و ملک اس سے لیا
عوض پھر کے تو ہوا خشمگیں | تو تجھ مجھے تجھسے اب کچھ نہیں
جو ہے سرنوشت اپنی وہ ہو گیا | ہٹے کب لکھا کلک تقدیر کا
طلب کرکے بولا وہ خورشید جاہ | کہ یہ کشور و ملک بلخ سپاہ
یہ کہکے ملک زادۂ نامدار | روانہ ہوا لیکے نہ صد سوار
یہ نزدیک تر شہر کے جب گیا | خوشی سے وہ آیا وہیں پیشوا
کیا ایک آراستہ شہر کو | بآئین دلخواہ و طرز نکو
سیاوش سے بولا یہ افراسیاب | تجھے دیکھکر میں ہوا کامیاب
سپہدار نے پھر بآئین نیک | کیا جشن شاہانہ ترتیب ایک
تواضع مدارا و تعظیم کی | برسم و پسندیدہ تکریم کی
تو ہے نور پور شہ کیقباد | جوانمرد و دانا و فرخ نہاد
مجھے تفاخر کا سامان ہوا | کہ تجھسا ملکزادہ مہماں ہوا
جھکا کر ادب سے سر انکسار | ہوا وہ پرستندۂ شہریار
کوئی نامدار اک وہاں پیر تھا | سیاوش سے اک روز اسنے کہا
بہت تجھ پہ ہے مہربانی شاہ | دو فور محبت ہے شام و پگاہ
تو ہو کتخدا اے ملکزادہ اب | بسر کر بعیش و طرب روز و شب
کہ تجھ سی حبیبے سے عالم | تو ہو شاہ ایران بجاہ و حشم
جو دختر نے شہزادہ سے یوں کہا | تو اسنے خوشی سے پذیرا کیا
اسے دلبر نے با دل پر صفا | کیا ساتھ شہزادہ کے کتخدا
نگار حسینہ ساتھ اسکے دختر شاہ | نہ کرتا تھا کاوس کو گاہ یاد
ترنگیس ہے دختر افراسیاب | کہ جسکا نہ جیسکے حضور آفتاب
سیاوش سے بولا کہ اب کیا گیا | دگر بار ساتھ اسکے ہوں کتخدا
طلب کرکے پھر موبد خاص شاہ | لگا کہنے اس سے وہ خورشید جاہ
[illegible] | کہ ہے [illegible]
[illegible] | [illegible]

ستارہ شناسوں نے جو کچھ کہا | وہ زنہار تو نے نہ باور کیا
سلامت رہا کچھ نہ پہنچا ضرر | کیا بلخ کو فتح یاں آن کر
نجومی یہاں آشتی ہے بہم | ولے تو نہ راضی ہوا ہے ستم
ہوا سخت ناچار و مجبور آہ | سوئے خانۂ خصم لیتا ہوں راہ
وہ نامہ سوئے خسرو نامجو | رواں کرچکا جب تو بہرام کو
ترے اب حوالے ہے طوس آوری جب | تو کر دیجیو اسکے تفویض سب
وہ دریائے جیحوں سے گذرا شتاب | گیا الغرض سوئے افراسیاب
ادھر شاہ اور شاہزادہ ادھر | پیادہ ہوئے دور سے دیکھکر
در شہر سے تا در شہریار | ہوا سر پہ شاہزادے کے زر نثار
کیا تو نے توران کو گلستان | ہوئی تیرے آنے سے رونق یہاں
دف و بربط و شاہد و جام نے | مہیا تھی عشرت کی ہر ایک شے
ملکزادہ کا پھر ہوا مدح خواں | کہ تجھسے مفخر ہے تو اے جواں
نکوروی و خوش خلق و پاکیزہ خو | حقائق شنو عاقل و راست گو
سنی جب یہ گفتار لطف و کرم | ہوا شاد شہزادۂ جم حشم
غرض روز و شب پیش گیتی پناہ | فزوں تھا سیاوش کا اعزاز و جاہ
کہ تو ہے دل و جان افراسیاب | ہوا جیسے مہمان افراسیاب
یہی اب ہے مقرون رائے رزیں | کہ اس شہر میں ہوئے مسکن گزیں
بفضل خدا بعد کاوس شاہ | تو ہو وارث تخت تاج و کلاہ
یہاں سے نزدیک ایران زمیں | نہ زنہار جا روز و شب یاں کہیں
جریرہ کی تھی دختر گلعذار | کہ گل شہر تھا نام رشک بہار
جو دیکھا رخ دلبر سیمبر | ہوا خوش ملکزادۂ نامور
کسی نے سیاوش کی پھر یوں کہا | کہ ساتھ اور کے کیوں ہوا کتخدا
تو ہوتا اگر اس بخت کا خواستگار | تو دیتا خوشی سے تجھے شہریار
بہ رسم شاہان عالی وقار | کہ زن چاہیئے شوق سے تین چار
کہ مصروف ہے خسرو نامور | مری پرورش میں ستانی پدر
کہا جاکے موبد نے سلطان کے پاس | پذیرا کیا شہ نے یہ التماس
ہوا شاد شہزادۂ نامور | کہا جاکے گلشہر سے یوں کہ گر

ترے ہی ہو اجازت تو لے دلربا
فرنگیس کے ساتھ ہوں کتخدا

دیا سنکے گلشہر نے یہ جواب
کہ راضی ہوں ہاں کیجیے انتخاب

یہ بہتر ہے ہم کو بھی نا لے تا بجو
کہ تو شاہ توران کا داماد ہو

بسان کنیزان لیل و نہار
فرنگیس کی ہو گئی خدمتگذار

یہ کہکر خوشی سے وہ گلرو شتاب
سوئے خانۂ شاہ افراسیاب

گئی لیکے اسباب شادی تمام
فرنگیس کی ماں ہوئی شادکام

ہوئی جا کے گلشہر خدمت کناں
ہوا اس سے ہر ایک شادی کناں

پھر اپنی طرف سے بھی اسباب سب
بصد شادمانی و عیش و طرب

فرنگیس کی ماں نے سونپا اُسے
ہوا خواہ دختر کا سمجھا اُسے

رہا سات دن جشن شاہانہ واں
بصد حشمت و جاہ و توقیر شاں

کیا کتخدا رسم و آئین سے
فرنگیس کو ساتھ شہزادے کے

در و لعل و اسپان و فیلان و زر
جہیز اس کو واں سے ملا اسقدر

کہ جس کا نہیں ہو سکے یاں بیاں
سوا اسکے ہو کر بہت شادماں

دیا شہ نے اس کو دیار ختن
کیا لطف سے شہریار ختن

سنی جبکہ کاؤس نے یہ خبر
کہ وہ بادشہ زادۂ نامور

گیا بلخ سے پیش افراسیاب
ہوا شاہ کے دل کو اک اضطراب

ہوا یہ پسر کی جدائی کا درد
کہ ہر دم لگا کھینچنے آہ سرد

خفا ہو کے شاہ سے سوئے سیستاں
روانہ ہوا رستم پہلواں

سپہدار توراں سے پرخاش کا
ارادہ جو کاؤس کے دل میں تھا

رکھا شہ نے موقوف اور کاؤس کو
لکھا یوں کہ پھر آ تو اے نامجو

رفتن شہزادہ سیاوش طرف ختن و باعث ناموافقت آب و ہوا روانہ شدن طرف دریائے گنگ و طیار نمودن قلعہ سنگین و دیگر مکانات رفیع و دلپسند و حسد بردن گرشیوز داماد افراسیاب و ورغلانیدنش و افراسیاب را و کشتہ شدن سیاوش از دست افراسیاب

سیاوش ملکزادۂ نامجو
مرخص سپہدار توراں سے ہو

فرنگیس کو لیکے با فر و شاں
گیا سوی شہر ختن شادماں

ہوا جبکہ رونق فزائے ختن
نہ ہرگز خوش آئی ہوائے ختن

تعین کیے مرزباں جا بجا
کہ ہو وے جہاں خوب آب و ہوا

خبر دو کہ مسکن گزیں جا کے ہوں
تا آرام عیش و طرب واں ہوں

لب گنگ اک جائے دلچسپ بھی
ملکزادہ کو آگے دی آگہی

کہ ہے اک مکاں مثل باغ جناں
ملکزادہ نے کی سکونت وہاں

بنایا وہاں ایک حصن حصین
حضور اسکی تھا پست بریں

بنا ہے درون حصار بلند
مکانہائے دلچسپ خاطر پسند

ہر اک جا تھے انواع نقش و نگار
بصد رنگ دکھلا جلوہ گر تھی بہار

کیومرث و جمشید فرخ نہاد
فریدوں منوچہر اور کیقباد

سپہدار کاؤس عالی جناب
پشنگ و سپہدار افراسیاب

نریمان و ہم رستم و سام زال
یہ جتنے تھے گردان ماضی و حال

لکھی سب کی صورت بخوبی وہاں
بنا ہر مکاں غیرت گلستاں

سنی شاہ توراں نے یہ جو خبر
تو بھیجے وہاں اور اہل ہنر

سوا اسکے بھیجا بہت مال و گنج
حضور ملکزادہ بے درد و رنج

پری چہرہ گلشہرہ رشک چمن
کہ تھی حاملہ وقت عزم ختن

سیاوش ملکزادہ سے واسطے
گیا چھوڑ تھا باپ کے گھر اسے

ہوا اندنوں اس سے پیدا پسر
کہ تھا حسن میں رشک شمس و قمر

سپہدار توراں ہوا شادکام
رکھا پھر خوشی سے فرود اسکا نام

وہیں طفل کے ہاتھ کو زعفراں
لگا اور پنجہ کا اسکے نشاں

حضور سیاوش روانہ کیا
تحائف بہت بھیجے اسکے سوا

گیا لیکے گرشیوز نابکار
بحکم سپہدار توراں دیار

سیاوش سے رکھتا تھا وہ بغض و کیں
یہ چاہے تھا کمبخت بیداد کیں

کہ شاہزادہ نا اہل ہے اس شاں سے
نکلوا دے اقلیم توراں سے

ہوئے کینہ سینے سے پوشیدہ تھا
بہت ساتھ اسکے مدارا کیا
تو پھر دلمیں اسکے ہوئی اور کد
تو ظاہر کیا یوں کہ اے تاجدار
دماغ اسکا نخوت سے یکسر بھرا
اطاعت سے تیری نہیں اسکو کام
سنبھلے یا طل کو افراسیاب
لگا کہنے یوں شاہ توراں زمین
مناسب ہو یہ اور بہتر ہے یہ
کو دیکھا سیاوش نے توراں دیار
یہ ہے مصلحت اے شہ ارجمند
یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب
سیاوش کو نامہ دیا جاکے جب
یہ سنکر وہ گرشیوز بد نہاد
فریب اسنے اسطرح دہن کیا
وہ خاموش رہا پھر نہ پاسخ دیا
سیاوش کو اسنے دیا یہ جواب
نہیں چاہتا زیر چرخ بلند
نہیں ہے گماں یہ مجھے زینہار
کیا کس طرح اسکو شاہ نے ہلاک
ارادہ یہ اسنے مصمم کیا
وہ بولا کہ ہوں بر سر آشتی
دگر جملہ اب تو ہے گر ہوشیار
یہی مصلحت ہے کہ اب جاؤں واں
غرض رفتہ رفتہ یہ پایا قرار
کہ نامور بادشاہ جہاں
ذرا بھی شفا ہو تو با چشم دید

بظاہر تھا مداح شہزادے کا
نہ آیا وہ در تک وہ بے پیشوا
زیادہ ہوا اور کین و حسد
سیاوش سے غافل نہ ہو زینہار
نہ کی تیری تعظیم اس نے ذرا
یہی سوچتا ہے وہ ہر صبح و شام
سمجھ اور کہا بس ہیں پیچ و تاب
کروں اسکو ضائع یہ لازم نہیں
کہ بھیجوں اسے پیش کاؤس کے
سب احوال یاں کا ہوا آشکار
کو رکھئے سیاوش کو اب کر کے بند
کہ پیش سیاوش تو پھر جا شتاب
کہا پڑھ کے اسنے بہ صد طرب
یہ سوچا کہ گر یہ گرامی نژاد
یہ شہزادہ نامور سے کہا
قسم دیکے شہزادے نے پھر کہا
کہ ہے بدگماں شاہ افراسیاب
کہ پہنچے تری جان کو کچھ گزند
کہ مجھ پر کرے کچھ ستم شہریار
خدا کا نہ ہرگز کیا خوف و باک
کہ کھینچے تجھے زیر چرخ جفا
غلط شاہ سے ہے بدگمانی کی
دہن میں ہلاکے نہ جا زینہار
بجا لاؤں فرمان شاہ جہاں
کہاں لکھے عذر آئینگا ایکبار
یہی آرزو ہے کہ حاضر ہوں اب
قدمبوس ہو حاصل کروں آنکے

کیا تہنیت نامہ وہ لیکے جب
بزرگی وحضوری کا آداب واں
وہ رخصت ہو نامے کا لیکر جواب
نہیں وہ سیاوش جو تھا پیشتر
فراہم بہت کی اب اسنے سپاہ
کرے ملک توراں میں برپا فساد
وہیں اپنے دلمیں یہ لایا خیال
پتہ جو کوئی لاوے اپنے حضور
سنی جبکہ گفتار افراسیاب
یقیں ہے کہ رستم کو لاوے یہاں
بہانے سے اسکو طلب کیجئے
دلاسا اسے دیکے اب لا یہاں
کہ پیش شہنشاہ والا جناب
روانہ ہو پہنچے شتابی وہاں
کہ جانا مناسب نہیں اب وہاں
تو یاں تک سخن کو ذرا لائیے
تو ہے اک ملک زادہ باتمیز
سیاوش نے سنکر یہ پاسخ دیا
یہ سنکر وہ بدکار کہنے لگا
فراہم کیا تو نے لشکر جو یاں
کیا اپنے یہ راز تجھسے عیاں
لگا کہنے گرشیوز بد نہاد
سیاوش نے سو سو طرح سے کہا
وے اسنے ہر بات کو رد کیا
فریب عدو واں ہوا کارگر
ولیکن فرنگیس رنجور ہے
وہ گرشیوز بد پر و کینہ جو

ہوا شاہزادہ قرین طرب
نہ لایا بجا و تریہ نشاں
گیا یاں سے جب پیش افراسیاب
بیاں کیا کروں اسکا ہیں کر و فر
وہ رکھے ہے دلمیں خیال تباہ
خبردار اے شاہ والا نژاد
کہ شہزادے کو اپنے دیجے نکال
دغا ساتھ اسکے ہو دانش سے دور
تو کمبخت نے پھر دیا یہ جواب
ترے ملک تسخیر سب بیگماں
نہ تاخیر کو راہ اب دیجئے
غرض لیکے نامہ ہوا وہ رواں
سر چشم سے جاؤنگا میں شتاب
تو باطل مری بات ہو بیگماں
وہ بولا کہ کس واسطے کر بیاں
حقیقت ہے کیا مجھے خبر لیجئے
مری جان ہے اور دل ہے عزیز
کہ سلطاں نے داماد مجھکو کیا
کہا غیرت اس کا برادر جو تھا
شہنشاہ توراں ہوا بدگماں
وہ دلمیں اپنے تو رکھو نہاں
کہا اے نامدار گرامی نژاد
کہ جو سوا اس کے ہرگز نہیں ہے روا
کہ تھا دشمن جان وہ شہزادہ کا
لکھا نامہ شہزادے نے زود تر
تو ناچار ہے بندہ مجبور ہے
روانہ ہوا واں سے لے نامہ کو

حضورِ شہنشاہِ توراں دیار / جو پہنچا تو بولا کہ اے شہریار
ذلیل اُس نے مجھکو کیا اے سخت / کہ بیٹھے بٹھایا مجھے زیرِ تخت
کہا یوں کہ ہرگز نہ جاؤں وہاں / جو چاہے کرے بادشاہِ کیاں
گیا اُس طرف شاہ لیکر سپاہ / کہ تا شاہزادے سے ہو کینہ خواہ
ہوئی راہ نزدیک اُسکے تمام / لگا کہنے شہزادۂ ذوالکرام
فرنگیس یہ سنکے گریاں ہوئی / کمال اسکی خاطر پریشاں ہوئی
کہا اُسنے چل تو بھی اے دلربا / فرنگیس نے تب یہ پاسخ دیا
مجھے چھوڑ کر یاں روانہ تو ہو / سلامت تو لیجا غرض جان کو
روانہ ہوا اور کہا یہ سخن / کہ پیدا پسر گر ہو اے سیمتن
یہ سنکر جو شاہِ افراسیاب / مقابل سیاوش کے پہنچا شتاب
ہوئے سربسر قتل ایرانیاں / رہا ایک تن بھی نہ زندہ وہاں
شجاع و دلیر و قوی ہے یہ مرد / دلیری و مردانگی میں ہے فرد
یہی مصلحت ہے کہ یکسر سپاہ / کرے تیر کا اس کو آماجگاہ
بھلا قتل یاں کس لئے کیجیے / مگر زندہ اس کو پکڑ لیجیے
تو پھر قتل کا حکم شاہ نے دیا / تو یوں پہلواں پیلسم نے کہا
رواں ہوکے پھر وہ افراسیاب / مکاں پر سیاوش کے آیا شتاب
فرنگیس آئی حضورِ پدر / پراگندہ گیسو و خستہ جگر
کہ ایراں سے آکے اے تاجور / سیاوش تیرے پاس لایا پناہ
نکو خستہ و خوار مجھکو تو یاں / برائے خدا بخش اسکی تو جاں
سمجھ بات کو اور مت کر وہ کام / کہ نفریں کریں خلق تجھپر مدام
ہوئی گرچہ زاری کناں شاہ کے / [illegible] بر سر رحم آیا نہ شاہ
فرنگیس آخر ہوئی ناامید / ہوا بس شبِ تیرہ روزِ سفید
یہ کہنے لگی ہوکے زاری کناں / کہ آیا وطن چھوڑ کے تو یہاں
خدا جانے کیا تھا یہ آئی بلا / جواب عہد و پیماں سے پھر گیا
مجھے باپ سے یہ نہیں تھی امید / کہ غم سے میں لرزاں ہوں مانندِ بید
غرض دوسرے روز اک پہلواں / بحکمِ سپہدار آیا وہاں
گیا ساتھ اسکے وہ گریہ کناں / سیاوش ہوا پھر مناجات خواں

سیاوش ملکزادہ مغرور ہے / دماغ اس کا اب عرش سے دور ہے
نہ ہرگز پڑھا نامے کو ایکبار / نہ میرا سخن کچھ سُنا زینہار
سنی شاہ توراں نے یہ بات جب / ہوئی مشتعل آتشِ قہر تب
سیاوش نے جسدم سنی یہ خبر / تو گفتارِ گرسیوزِ حیلہ گر
کہ جاتا میں گر پیش افراسیاب / تو بیشک مجھے قتل کرتا شتاب
سیاوش سے بولی کہ اے نامدار / گریزاں ہوا یاں سے ایراں دیار
کہ اب پنج ماہا حمل مجھکو ہے / کرونگی میں کیونکر بھلا راہ طے
سواران جنگ آزما یک ہزار / لئے واں سے ساتھ اور وہ نامدار
تو کیخسرو اس طفل کا رکھیو نام / اسے دیکھکر ہیو تو شادکام
ہوا بس وہیں گرم بازارِ جنگ / ہوا کارِ خنجر پہ تیغ و خدنگ
سیاوش کو بے اسپ آخر کیا / سپہدار توراں نے پھر یوں کہا
سیاوش کے نزدیک جو جائیگا / تو بس جان کو اپنی دے آئیگا
سپہ نے کیا رحم اور یوں کہا / سیاوش ہے اے نامور بیگناہ
ہجوم آخرش لاکے مرد و دلیر / سیاوش کو بس لیگیا کر اسیر
کہ شہزادے کے قتل میں زینہار / نہیں چاہیئے جلدی اے شہریار
ہوا دیکھ حیراں وہ سارے کماں / کہ تھے پاک قلم غیرتِ گلستاں
خروشاں و گریاں و تن چاک چاک / لگی کہنے یوں با دلِ دردناک
کیا قصد کیوں اسکے اب قتل کا / ستم بیٹا پر رکھا کیوں دلا
کہ دنیا کا ہرگز نہیں اعتبار / نہ دم کا بھروسہ ہے کچھ زینہار
ابھی رستمِ زال بھی زندہ ہے / سرِ تخت قائم ہے کاؤس کے
نہ خاطر میں لایا ذرا اسکی بات / اُٹھایا نہ خونِ سیاوش سے ہاتھ
حضورِ سیاوش گئی ماہ رو / کہ دیدارِ آخر کی تھی آرزو
رکھا شہ نے تجھکو بسانِ پسر / اسے تو نے سمجھا بجائے پدر
تجھے خون پر اسکے باندھی کمر / خدا کا نہ ہرگز کیا کچھ خطر
خدا تیری مشکل کو آساں کرے / دلِ بدسگالاں ہراساں کرے
سیاوش وہ میدان میں لیگیا / سیاوش پہ دل پیلسم کا جلا
کہ پیدا کرے داورِ دادگر / مرے تخم سے ایک فرخ پسر

جو شہ نے کہا سو پڑا کیا
ہوا فتنہ انگیز ان سو بے کمیں
فرنگیس کو اپنے گھر لے گیا
سیاوش کی تقصیر تھی کچھ نہیں
ہوا شاہ پر ظاہر آخر نیاز
پشیماں ہوا خسرو نامدار
کہ بد بخت گرسیوز کینہ ساز
گرا شہ کی نظروں سے وہ نابکار

ولادت کیخسرو از بطن فرنگیس و خواب دیدن افراسیاب

فرنگیس بیچاری خستہ جگر
رکھا نام کیخسرو اس طفل کا
نہ لایا غرض پیش افراسیاب
لئے شمع اک شخص آیا وہاں
کہ بیدار ہو خواب سے زود تر
ہوا خوف پیدا جو دیکھا یہ خواب
کہ یہ آج مجھکو ہویدا ہوا
لگا کہنے وہ اے شہ نامجو
ہوا خوف و اندیشہ ہمدم مجھے
اور اب دوسری ناحق اس طفل کو
غرض اس نظر سے پیرا یا نہیں
سیاوش کو جیسے کیا تھا ہلاک
سنی بات پیران ویسہ کی جب
وہ پرورده ہو کر بیاباں میں جب
کریں تربیت تا کہ شام و سحر
سیاوش کے فرزند کو مرد ماں
ولیکن یہ پہونچی خبر اب مجھے
مگر لوگ کہتے ہیں دیوانہ ہے
وہیں پیش کیخسرو ذو الکرام
غرض لیگئے دشت سے مرد ماں
لگا پوچھنے اس سے کچھ شہریار
سنی گفتگو طفل کی اس نے جب
جو کوئی بیابان میں پرورده ہو

رہے تھی آرام پیراں سے گر
پھر اندیشہ پیراں نے لیس کیا
بیاباں میں کودک کو بھیجا شتاب
سیاوش ہو دنبال اسکے دواں
شقاوت پہ ایام کے رکھ نظر
اٹھا کانپتا شاہ افراسیاب
فرنگیس سے پور پیدا ہوا
بیاباں میں پھینکوا دیا طفل کو
کہ ضائع کرے تو میا دا اسے
کرے قتل گر اے شہ نامجو
اسے لا کے تجھکو دکھایا نہیں
ہے تھا دل تاجور خوفناک
رہا وہ سپہدار خاموش تب
ہوا دس برس کا بالطاف رب
سکھا سے اسی الغرض سیہ نہر
بیابان میں گذرال آئے تھی تا کہ وہاں
کہ اس دشت سے ایک چوپاں آ
شعور و خرد سے وہ بیگانہ ہی
یہ پیران ویسہ نے بھیجا پیام
اسے با لباس شہانی وہاں
وہ پاسخ لگا دینے دیوانہ وار
سپہدار ہنسکر لگا کہنے تب
نہ کوئی ہو کیوں اے شہ نامجو

جو نو ماہ گذرے تو پھر ایک پسر
کر لیا یوں گرامی شاہ جہاں
ادھر خواب میں شاہ توراں کو شب
لئے ہاتھ میں تیغ الماس کار
شب جشن ہے اور روز طرب
طلب شاہ نے پیراں کو وہیں کیا
کیا اسنے اقرار تب یوں کہا
یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب
ہوا ایک تو ظلم یہ مجھسے آہ
تو ایسا نہ ہو پھر کہ آئے بلا
تری بہتری چاہوں شام و پگاہ
وہ دیکھے تھا خواب پریشاں جو آ
نہ لایا زباں پر سخن کو ذرا
تو پیران ویسہ نے بھیجے وہاں
وہ پیراں تھا شہ کا جو مختار کار
نہ زندہ ہے کودک شیر خوار
خوشی سے اٹھا لیگیا اپنے گھر
یہ پیراں سے بولا وہ افراسیاب
کہ دیوانہ بنکر تو یاں آئیو
کیا تاجور کو سلام اسنے جب
کہا شہ نے کچھ طفل نے کچھ کہا
کہ یہ طفل دیوانہ ہے بیگماں
کہا شہ نے طفل دیوانہ وار

تولد ہوا حسن میں رشک حور
تو ضائع کرے طفل کو بیگماں
نظر آئی یہ واردات عجب
یہ کہتا ہے وہ مرد برنا درآ
کہ پیدا ہوا شاہ کیخسرو اب
جو حاضر ہوا وہ تو اس سے کہا
کہ اس طفل کو اب مرے پاس لا
کہ یاں کیوں نہ لایا دیا یہ جواب
سیاوش کو کشتہ کیا بے گناہ
تو ہو وے گرفتار قہر خدا
کہ ہو نہیں تیرا بندہ کہ نیک خواہ
پراگندہ خاطر تھا ہر صبح و شام
تو پوچھا پھر اس طفل کا ماجرا
ہنر مند دانا و کار آگہاں
لگا کہنے اکدن کہ اے شہریار
نہ گردن پہ تیری ہو خون زنہار
کیا اسکو پرورده مثل پسر
کہ دیکھوں میں اسکو پلا کو شراب
زباں پر پریشاں سخن لائیو
ہوا کچھ سپہدار شرمندہ تب
سوال اور تھا واں جواب اور تھا
یہ بولا وہ پیران بے گماں
نہیں ہے کسی کا فرکا زینہار

نہیں کچھ بد و نیک کا اس کو ڈر
سیاوش کا جو ساختہ ہی مکان
سنی جب یہ گفتار افراسیاب
فرنگیس جب دم کہ پہونچی وہاں
فرنگیس و کیخسرو مہ جبیں

نہیں کینہ جوئی کا ہرگز خطر
عیاں ہے مزار سیاوش وہاں
تو پیران ویسہ نے اسکو شتاب
تو ویران پایا وہ شہر و مکان

جو چاہو تو لیجا کے اس طفل کو
یہ کہدو کہ مسکن گزیں جا کر ہو
حوالہ کیا پس فرنگیس کے
بالک زادے کے مشہد پاک پر

فرنگیس کے یہ حوالے کرو
رکھے پاس آپ اپنے فرزند کو
کیا گھر سے پھر اپنی رخصت اسے
جو دیکھا تو روئیدہ ہے اک شجر
ہوئے اسکے سائے میں مسکن گزیں

خبر یافتن شاہ عالیجناب کیکاؤس

از کشتہ شدن شہزادہ والا تبار سیاوش و طلبیدن رستم پہلوان از زابلستان و عزیمت تہمتن با فوج گراں برائے انتقام سیاوش طرف توران و جنگ با افراسیاب و فتح یافتن و ہفت سال در توران ماندن

سنی شاہ کاؤس نے یہ خبر
کہ رستم کو زابل سے لے آؤ یاں
سیاوش اسکو ہوا یہ الم
چلا اس سبب سے وہاں سے نکل
وہ بولا کہ اے شاہ آفاق گیر
یہ بدکیش ہے سخت بیدادگر
کیا قتل واں اسنے سودابہ کو
کروں قصد اب سوئے افراسیاب
دلیران و گردان ایران دیار
وہ پہونچے جو سرحد پہ توران کے
ہے وقت پیکار کے وہ جواں
عزیز دل شاہ افراسیاب
کہ رزم سرخہ کو کرکے اسیر
لیا طوس نے خنجر تیز جب
تصدق ہیں شہزادے کی روح کے
سنے ہے یہ الحاح و زاری بیاں
نہ ہرگز کروں رحم اے پہلواں

کہ ترکوں نے کاٹا سیاوش کا سر
یہ سنتے ہی وہ رستم پہلواں
کہ واصف ہے جسکے بیاں سے قلم
گیا بلخ سے یعنی سوے اجل
تو اسکا بھلا کیوں ہو فرمان پذیر
کروں تن سے اسکے جدا جاکے سر
نہ بولا اور وہ شہ نامجو
قیامت کروں جاکے برپا شتاب
گئے ہمرہ رستم نامدار
مقابل ہوا ایک گردان کے
ہوا قید ہستی سے آزاد واں
پئے جنگ یکبار آیا شتاب
حضور پدر لے گیا وہ دلیر
یہ کہنے لگا طوس سے سرخہ تب
مجھے بخش اور درگذر خون سے
کہے تو اسے جان ہی دوں اماں
کروں قتل ترکوں کو یا نوجواں

ہوا اسکے دلگیر و اندوہگیں
روانہ ہو زابل سے آیا شتاب
یہ بولا کہ تھا اے شہ نامدار
کہا شہ نے سودابہ کمبخت ہے
جو کوئی کہ ہو سرور انجمن
رہا سنکے خاموش شاہ جہاں
تہمتن لگا کہنے یہ بعد ازاں
یہ کہکر وہیں با سپاہ گراں
صغیر و کبیر اور پیر و جواں
کہ اس گرد کا نام آیا دیتا
یہ جب شاہ توران کو پہونچی خبر
فرامرز پور تہمتن وہیں
کہا طوس سے اسنے اے نامور
کہ تھا شہزادے کا یہی دستدار
سر رحم آیا وہ طوس دلیر
یہ بولا تہمتن خدا کی قسم
شتاب اسکے تن سے کرو سر جدا

کسی کو روانہ کیا پھر وہیں
حضور جہاندار کیواں جناب
اسے خوف سودابہ نابکار
مرا دل تپیگا اس سزا سخت ہے
یہ لازم نہیں ہو جو محکوم زن
گیا پھر شبستاں میں وہ پہلواں
کرے شاہ شاہنشہاں جہاں
رواں سوے توران ہوا پہلواں
سبھی تشنہ خوں ایرانیاں
وہ یعنی کہ حاکم تھا سنجاب کا
تو شہزادہ اک سرخہ نامور
مقابل ہوا اسکے از روے کیں
کہ مثل سیاوش اسے قتل کر
بہت اسکے غم سے ہوا اشکبار
یہ بولا کہ اے رستم شیر گیر
جہاندار کشور کشا کی قسم
یہ سنکر اسے ذبح اسنے کیا

ہمارا ہوا اب قتل منظور گر
تو پھر بچا کوئی نہ زنہار سر
یہاں تک سے اپنے ہر ایک کو
تو کر قتل اسے خسرو نامجو

ولیعہد ہوگا نہ یہ زینہار
جو اس انجمن سے کریں کارزار
کہا پہلوانوں نے جب یہ سخن
تو نکلیں ہوا سرد بر انجمن

کیا آپ ناچار پھر قصد جنگ
گیا سوئے میدان غرض بیدرنگ
کہا شاہ نے واں بآواز بلند
کہ اے پہلوان رستم ارجمند

تو اب مجھسے ہو آکے ہم نبرد
یہ سنکر ہوا خندہ زن شیر مرد
کہا جا کے یوں شاہ توران سے اب
سیاوش کا کینہ بالطاف رب

یہ کہکر گیا سوئے میدان شتاب
مقابل ہوا اُسکے افراسیاب
ہوئی بارش تیر پیلے وہاں
لگی چلنے باہم سناں بعد ازاں

سپہدار نے نیزہ اک آن کر
جو مارا سر رستم نامور
تو جا پہونچی چرم کمر تک سناں
رہا خیر سے لیک جسم جواں

یہ چاہے تھا پھر رستم ارجمند
کمربند میں نیزے کو کرکے بند
زمیں سے سپہدار کو لے اُٹھا
وہیں ایک جانب سے ہومان گیا

تہمتن نے مارا جو نیزہ شتاب
لگا بر سر اسپ افراسیاب
یہ بیتابی اُسدم ہوئی اسپ کو
کہ بس گر پڑا وہ شہ کینہ خو

غرض ترک نے رخش کو زود تر
دلیری سے مارا گرز آن کر
ہوا رخش اس ضرب سے دردمند
رہا لیک قائم یل ارجمند

لگی ہاتھ فرصت تو افراسیاب
سوار اور گھوڑے پہ ہو کر شتاب
گریزاں ہوا چھوڑ میدان کو
بچا لیگیا اپنی وہ جان کو

دلیری سے پھر رستم پہلواں
ہوا سوی ہوماں جو حملہ کناں
تو ہومان نے وانسے راہ فرار
گیا اُسکے دنبال وہ نامدار

وہیں لشکر رستم نامور
تہمتن کے شامل ہوا آن کر
نہ تورانیوں میں ہی تاب جنگ
فراری ہوئے سر بسر بیدرنگ

سہ فرسنگ چوں اژدہائے رواں
گئی فوج ایران تعاقب کناں
غرض اسطرح ترک کشتے ہوئے
کہ کشتوں کے تا چرخ پشتے ہوئے

ہوئی فوج رستم ظفریاب جب
ہوا شاہ توران کو اندیشہ تب
کہ شاہزادہ کیخسرو نامجو
پڑی ہاتھ رستم کے ایسا نہ ہو

روانہ کیے بس وہیں مردماں
کہ تا شہزادہ کو لے آویں یاں
گئے لوگ اُسکو لائے شتاب
حضور سپہدار افراسیاب

وہ آیا تو پیران سے شہ نے کہا
کہاں رکھئے اُسے یہ پاسخ دیا
رکھو اُسکو دریائے چیں کے اُدھر
کہ ہرگز نہیں ہے وہاں کچھ خطر

دیا بھیج شہزادہ کو پھر وہاں
کہ تا کوئی اُسکا نہ پاوے نشاں
سپہدار توران کو کرکے تباہ
تہمتن ہوا ملک توران کا شاہ

بہت ملک تسخیر اُسنے کیا
بہت گنج اور تخت و افسر لیا
سران سپہ کے لگا ہاتھ زر
تو انگر ہوئی وہ سپاہ سر بسر

کیا قتل ترکوں کو بس جابجا
نہ اک ترک واں جز زخیمت رہا
جو لیتا کوئی نام افراسیاب
تو رستم اُسے قتل کرتا شتاب

تہمتن بصد فر و جاہ و جلال
رہا ملک توران میں تا ہفت سال
روانہ کیا ات کر لیے حساب
بدنبال سلطان افراسیاب

تہمتن نے پھر قصد ایران کیا
طلب کر کے تب گیو کو یوں کہا
کہ لے گیو اب لا کے کر جستجو
تو کیخسرو نامبردار کو

غرض گیو کو کرکے رخصت وہ گرد
فرامرز کو ملک کرکے سپرد
ہوا سوئے ایران وہاں سے رواں
شگفتہ دل و خرم و شادماں

زر و مال و اسپان بازین زر
غلامان ترک اور گنج گہر
گیا لیکے جب پیش کاوس شاہ
بہت خوش ہوا شاہ گیتی پناہ

رفتن گیو بتلاش کیخسرو و نشان یافتن ملکزادہ و متاو و طرف ایران و جنگ با کلکہ

وہاں نامور گیو جنگی سوار
یہ فرمودہ رستم نامدار
شتابی سے شبدیز پر کرکے زیں
روانہ ہوا سوئے دریائے چیں

کسی کو نہ ساتھ اپنے وہ لیگیا
فقط آپ تھا اور کہ تنہا تھا
ہر اک جا سے لیتا ہوا اُسکی خبر
ہوا جادہ پیما یل نامور

ہر اک سے تھا پرساں تری زبان | نشان ناکسی زادہ جم نشان
ہر اک راہبر کو وہ جنگی جواں | کرے قتل تھا دشت کے درمیاں
رواں ہوگیا گیو جب بعد ازاں | یہ گودرز نے خواب دیکھا یہاں
جو دیکھا تو پھر اسنے وقت سحر | روانہ کئے چند مردم ادھر
بتادیں اسے اس جزیرہ کا نام | جہاں ہو وہ شاہزادہ ذوالکرام
اٹھاتا ہوا محنت و رنج و درد | شب و روز تھا گیو صحرا نورد
نہ خواب اسکو تھا اور نہ آرام تھا | بیاباں نوردی سے بس کام تھا
کہیں خسرو نامور کا نشاں | نہ پایا تو عاجز ہوا پہلواں
خیال آگیا دل میں یہ ایکبار | کہ پھر چلیئے اب سوئے ایران یار
کیا گیو نے رنج پھر اختیار | رکھا سر سوئ وادی کوہسار
لگے پوچھنے گیو سے اسجواں | تو سرگشتہ کیوں ہو اکیلا یہاں
کیا راہ کو گم شکار افگناں | بیاباں میں آگیا ناگہاں
کہا گیو سے یہ انھوں نے بیاں | کہ پیر انکے ہیں ہم فرستادگاں
سنا یہ سخن جب تو وہ شیر مرد | ہوا انکے ہمراہ جادہ نورد
کئی دن سے جو گیو بیخواب تھا | اسے خواب واں رات کو آگیا
اسے خواب میں الغرض چھوڑ کر | وہاں سے وہ غائب ہوئے سربسر
کیا تھا جو دریافت اسنے ادہر | روانہ ہوا گیو وقت سحر
گل تازہ کا طرہ سر پر ہوا ایک | کہ دست پر اسکے ساغر ہو ایک
کہا اپنے دلمیں اسے دیکھکر | کہ شاہ ہے یہ وہ خسرو نامور
مگر ہے سیاوش کا فرزند تو | جہاندار کیخسرو نام جو
کہ ہے گیو گودرز کا تو پسر | یہ سنکر وہیں پشت زین سے اتر
لگا کہنے پھر وہ یل نیک خو | کہا اے یادشہزادہ نام جو
مرے باپ کا ایک ایوان ہے | کہ خوبی سے رشک گلستان ہے
سہم رستم و طوس و گودرزیاں | جو آویں تو پہچان لوں بیگماں
یہ بولا کہ اے خسرو خسرواں | شگوفہ گیا لالی ہے تجھسے عیاں
پھر اک عرض اور بھی ہے خسروا | کہ بازو کو اپنے ذرا کیجیے وا
مقرر یہ ہوتا تھا اک نشاں | سر بازوئے خسروان کیاں

نشان اس کا کوئی بتاتا نہ تھا | مکاں اسکا ہر گز وہ پاتا نہ تھا
نہ پہونچائے تا کوئی جاکر کہیں | خبر پیش سالار توران زمیں
کہ مسکن کا اپنے بتاتا ہے نام | ملک زادہ کیخسرو ذوالکرام
کہ تا گیو کے جاکے ہوں راہنما | ہیں ساتھ اب اسکے صبح و مسا
نشاباں ہوئے زیر چرخ بریں | ولیکن ملا گیو آن کو کہیں
خورش گور پوشش بھی تھی چرم گور | بجائے نمک تھا وہاں آب شور
کیا گیو ویرانے میں سے گذر | نہ مقصد کا پھر ہاتھ آیا گہر
لگا کہنے افسوس کر کے کمال | گئی رائیگاں محنت ہفت سال
ولے مردمی نے اجازت نہ دی | حیا نے بھی زنہار رخصت نہ دی
دو چار آگے جا کر ہوئے چند کس | یکا یک ہوئے آنکے ہمنفس
بترکی زباں گیو نے یوں کہا | مجھے بیشتر شوق ہے صید کا
ولے یہ کہو یاں تمہارا گذر | کدھر سے ہوا جاؤ گے تم کدھر
خبر لینے کیخسرو کی جاتے ہیں ہم | فلانی جگہ ہے وہ فرخ شیم
نمایاں ہوئی رفتہ رفتہ جو شام | تو دیکھا کیا رہروان نے مقام
ہوئے گیو سے کچھ وہ اندیشہ مند | کہا ایسا تھا اس سی پہنچے گزند
وہ جاگا تو واں کو نہ پایا وہاں | ولے خسرو نامور کا نشاں
پھر اک چشمے پہ جاکے پہونچا وہاں | یہ دیکھا کہ اک بیٹھا ہے نوجواں
عیاں ہے جبیں سے شکوہ شہی | نمایاں ہے یکدست فربہی
وہیں گیو نے اسکو کیے سلام | گذارش کیا یوں کہ اے ذوالاکرام
یہ سنکر کہا اس جواں نے وہیں | کہ اے پہلواں مجکو ہے یہ یقیں
دیا گیو نے اپنے سر کو جھکا | ادب سے زمیں بوس حال کہا
مجھے تو نے پہچان کیونکر لیا | تب اس نوجواں نے یہ پاسخ دیا
کیسی صورت پہلواناں تمام | بتایا مجھے اسنے ہر اک کا نام
ولے کس طرح تو نے جانا مجھے | ہوا نام معلوم کیونکر تجھے
تری شان سے یہ ہوا آشکار | کہ ہے تو ہی کیخسرو نامدار
نشان کیاں تا پدیدار ہو | تشفی کریں تھا خاطر زار ہو
کہ تھا یعنی ارث سے کیقباد | دلیل درستی و نسل نژاد

سخن سنکے خسرو نے یہ گیو کا
یہ دیکھا تو شاداں ہوا پہلواں
کیا اسکو گھوڑے پہ اپنے سوار
فرستادہ پیراں کے اس خیمہ پر
ہوے جب نہ مقصد کی کامیاب
غرض گیو و خسرو قرین طرب
مبادا کہیں مردمان حسود
وہاں ہیں اور اک گرد بہزاد نام
یہ سنکر گیا گیو جنگی جواں
سوار اپنے ہوکر وہاں سے تبھی
یہ پیراں کو سنکر ہوا اضطراب
سہ صد لیکے ساتھ اپنے مرداں کار
اسے دیکھکر گیو جنگی سوار
سنی تھی یہ اختر شناسوں سے بات
رہیگا یہ محفوظ آفات سے
ہر اک طرف گھوڑے کو دوڑاے تھا
پھرا گیو جنگی بہ فتح و ظفر
کہا گیو سے شاہزادے نے یوں
مدد سے تمہاری اقبال کی
سوی ہراہ بے راہ وانسے دلن
کہا گیو کیا جاکے احوال جنگ
وہ گلباد کہتا تھا یہ بار بار
سپہ لیکے توراں سے پہنچا ہے آن
سپہدار پیراں کلینہ پژوہ
ہراول تھا اسکا دلاور پشن
نمایاں ہوا دور سے جب علم
چلایا وہیں خسرو گیو کو

وہیں اپنا بازو برہنہ کیا
ادب سے ہوا وہیں سجدہ کناں
جلو میں ہوا گیو فرخ تبار
گئے جب تو پائی انہوں نے خبر
تو دیں پھر گئے سوے پیراں شتاب
گئے جب فرنگیس کے پاس تب
خبر پاکے پہونچیں یہاں شل و دو
بہت دلپسند اور ہے تیز گام
بسوے چراگاہ اسپاں رواں
فرنگیس کیخسرو و گیو بھی
کہ ضامن تھا وہ پشت افراسیاب
کیا کرکے بل زشت عادت شعار
ہوا آکے آمادہ کارزار
کہ ہووے لگا کیخسرو خوش صفات
غرض جمع خاطر تھی اس بات سے
نہ تیروں کو خاطر میں کچھ لاے تھا
کیا پیش کیخسرو نامور
کہا تونے بیدار مجکو نہ کیوں
مخالف کی سب فوج پامال کی
وہ کھایا جو کچھ ہاتھ آیا وہاں
ملامت کی اسنے اسے بیدرنگ
نہیں سام و رستم سے کم وہ سوار
ہوا آپہ پیراں ولیسہ دواں
کہ ہر روز چلتا تھا یکصد کروہ
قوی دست گردکش و پیلتن
تو سوچی فرنگیس شمع شمیم
ہوے جبکہ بیدار تھے نام جو

برہنہ ہوا جبکہ بازوے شاہ
سپہدار ایران و توران کا
قریب طرب وانسے ہوکر رواں
کہ اک گرد اقلیم توران کا
فرستادہ گودرز کے بھی وہیں
وہ بولی کہ تاخیر کیجے نہ یاں
یہاں سے ہے نزدیک اک مرغزار
سیاوش کے گلے کا ہے اک سمند
وہیں کر کے لایا اسیر کمند
روانہ ہوئے سوے ایران بھی
روانہ کیا اُس نے گلباد کو
اُدھر خواب میں تھا وہ بیدار بخت
پکڑ گرز اور کھینچکر تیغ تیز
جہاں تاجور بادشاہ عظیم
وہ گرد دلاور یل شیرزاد
جو میداں میں مغلوب ترکاں ہوے
کیا جنگ کا ماجرا سب بیاں
وہ بولا نہ تھا یہ گوارا مجھے
ہوا شادماں خسرو پاکدیں
گیا جبکہ گیو و پیراں کے پاس
کہ اک پہلواں سے اپنی فرستادگاں
ولیکن نہ پیراں کو تھا کچھ یقیں
فرنگیس رشک مہ آفتاب
تفحص کناں جاکے پہونچا وہاں
وہ کیخسرو و گیو تھے تشنہ لب
وہ پیراں ولیسہ آیا او...
تو کہنے لگا خسرو نامدار

نمایاں ہوا وہ نشان سیاہ
بیاں ماجرا اُسکے آگے کیا
جہاں تھی فرنگیس آئی وہاں
بیاں ماجرا اُسکے آگے کیا
گئے پھر کہیں اسکو پایا نہیں
ابھی ہو بھیجئے سوے ایراں رواں
کہ اسپاں سلطاں توراں دیار
اسے جاکے لاے یل ارجمند
نہ تنہا وہ اسپ اور بھی اک سمند
ہوئی ساتھ تا جیکہ پردہ نگار
بدنبال کیخسرو نامجو
کہ پہونچا اُدھر وہ نگوںسار بخت
بیاباں میں برپا کی اک رستخیز
بتائید فضل خدائے کریم
کہ رکھتا تھا اس قول پر اعتماد
سراسیمہ یکسر گریزاں ہوئے
ہوا سنکے خسرو تاسف کناں
کہ بیچین کرتا جگا کر مجھے
کہا مرحبا صد ہزار آفریں
عیاں اُسکے چہرے سے تھا بیم و یاس
گریزاں ہوے تیں سو پہلواں
ہوا سنکے یہ ماجرا خشمگیں
نہ رکھتی تھی زنہار لشکر کی تاب
ملکزادہ تا منزل گزیں تھا جہاں
کہ پہونچے وہاں جاکے تورانیاں
ہمیں تا کہ لیجائے پابند کر
کہ ای پہلواں میں بھی لولا گیا بار

ستیزندہ افواج توران سی ہو
ابھی تو نے پیکار دیکھی نہیں
کہا پھر یہ خسرو نے اے شیر مرد
یہ سنکر دیا گیو نے یہ جواب
قدرت سے زنہار کمتر ہوں میں
اور اپنی پچھے دختر مہ جمال
میرا خالق بھی مددگار ہے
یہ کہکر وہیں گیو جنگی سوار
پشن سے لگا کہنے وہ پہلوان
تو ہی گیو آیا ہے ایران سے
یہ کہکر اٹھایا جو گرز گران
نہ ہرگز ہلا گیو مرد دلیر
تو جوشن سے کرکے تیغ کے گذر
وہ پیران ویسہ پھر آیا وہیں
ولیکن جگر دار اب ایجوان
زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
کہ ہیں ہر دو زن کو تری جیب سے
جہاں ہیں بجز رستم شیر مرد
کیا کشتہ و خستہ گران کے
کوئی زندہ اس فوج میں جو بچے
وہاں میں پھر آؤں با آبرو ھر
یہ گفتار جنگی یل نامور
کہ جا درگذر اب تجھے بینہ کی
یہ کہکر وہیں گیو جنگی جوان
وہیں پھر دلاور نے پھینکی کمند
ولے اس جواں کی ذرا جسم پر
اور اک ہاتھ سی اسکی ہر دم دہان

تن خیل ترکاں کروں غرق خوں
مبادا کچھ آسیب پہونچے کہیں
کرونگا مدد تیری وقت نبرد
کہ اے تاجدار شہا جناب
ہنر اور قوت میں کمتر ہوں میں
تہمتن نے دی ہے کے شادان کمال
اور اقبال شاہی مددگار ہے
گیا سوئے میدان پئے کارزار
کہ تو کون ہے تک بتا اے جوان
چو را ایچلا شہ کو توران سے
تو لایا سپر سر پہ وہ پہلوان
رہا پشت توسن پہ قائم وہ شیر
ہوئی کالبد پر سناں کارگر
لگا گیو سے کہنے از روئے کین
کہ میں آن پہونچا لیے گرز گران
غرض اسلئے پہناؤں تجھکو کفن
پکڑ لیگیا تھا رہ کین سے
نہیں ہے کوئی بھی مرا ہم نبرد
ہزاروں سواروں کو توران کے
تو پھر کیوں مت مرد میدان سمجھے
جہاندار خسرو لیکر ادھر
ہوا اسکے پیرانکے دل پر خطر
رہائی تجھے ہاتھ سے اپنے دی
ہوا اسے بدخواہ حملہ کناں
ہوئی جنگ کے گرد بیں پیرا انکی شد
کوئی زخم سے تا نہ تھا کارگر
چپ و راست تھی ضرب گرز گراں

وہ بولا کہ اے شاہ فرخ خصال
مرے تن میں ہے جبتلک جان کی
ادھر تو ہے تنہا اُدھر کینہ خواہ
تہمتن کی مانند بیٹے کہیں
بہت اسنے ہاں آزمایا مجھی
لگا کہنے پھر گیو فرخندہ خو
بلندی پہ آکر تماشا تو دیکھ
ادھر سے پشن لیکے نیزہ بڑا
دیا پاسخ اسنے کہ ہوں میں پشن
یہ ودی تو کے کمان جا لگے
لگی ضرب گرز گراں اسقدر
سپر چھوڑ کر لیکے نیزہ وہیں
ہوا غرق خوں میں سراپا بدن
کہ تو نے مری فوجکو دی شکست
تری سر پہ لاتا ہوں کیا بلا
دیا اس جوانمرد نے یہ جواب
تری تاب کیا ہے جو میداں میں تو
تہمتن کو دیکھا ہے تو نے یہاں
اور اب فوجکو تیری امید نہیں
گرفتار کرکے پھرا نابکار
نہ توران ہے پھر نہ افراسیاب
ہوا نا امید اپنی وہ جان سے
یہ بولا کہ تو نے تو چھوڑا ابھی
وہ پیران گریزاں ہوا بیدرنگ
ہوئے ترک ہر وقت حملہ کناں
یہ دیکھو دلیری گرد بلند
وہ پیران کو لایا وہاں کھینچکر

تو ہے نوجواں بلکہ ہے خردسال
یہ شایاں نہیں تو کرے کارزار
رکھے ہو بہت ساتھ اپنے سپاہ
مدد وقت پیکار چاہی نہیں
برابر غرض اپنے پایا مجھے
کر رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
سر جنگ کرتا ہوں کیا کیا تو دیکھ
ہوا گیو یل سے وہ جنگ آزما
سرافراز گرداں یل پیلتن
پیلتن تو جانے نہیں پائیگا
رواں خوں ہوا بر تن ہم سری
جو مارا دلاور نے از روئے کیں
ہتھی لیں تہ خاک جائے پشن
کیا سر بلندوں کو یکدست پست
تہ خاک دیتا ہوں تجھکو ملا
وہ سب ہی اہل ہیں اے ترک خانہ خراب
مرے ساتھ ہو آنکے جنگجو
کہ تنہا گئے یازدہ پہلوان
تہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں
تجھے لیچلوں سوئے ایران یار
کروں ملک توران کو یکسر خراب
لگا کہنے اس مرد میدان سے
ولیکن میں کب چھوڑتا ہوں تجھے
کمند کھی نہ زنہار یاری جنگ
لگی چلنے واں تیغ و تیر سناں
کر اک ہاتھ سے کھینچتا تھا کمند
جہاں تھا ملک زادہ نامور

کمند اسکے ہاتھ میں دی وہ جوان
ظفریاب ہو زیب چرخ بلند
بعد عجز پیران اری کمان
کہ لے گیو یہ ترک ہی دو تند آ
رکھا اسنے خسرو کو چوپائے گلہ
شب روز حاضر تھے خدمتگذار
دگر نہ تھیں شاہ توران زمیں
اگر بعد نیکی کے لے پہلوان
غرض اسکی جان بخشی اب ہو ضرور
کہ گلگوں کروں اسکو خوں سے زمیں
جو ٹپکے ذرا تیرے خنجر سے خون
غرض گیو نے اس طرح سے کہا
حقیقت جو کچھ تھی سو یکسر کہی
کئے مردماں سے بھیجے وہاں
سپہدار توران بھی پھر بعد ازاں
وہ چاہتا تھا ہر اور سید کردہ
گئے رفتہ رفتہ وہ جب گھاٹ پہ
کہا یوں سند ہے ترے پاس گر
گذرباں نے پاسخ دیا یہ کہ خیر
کہا گیو نے تب کہ اے نوجواں
گذرباں نے پھر یوں کہا العزیز
کہا یہ گذرباں نے پھر گیو سے
سوا اسکے یہ ہے نشانی جد
ولے اور چندیں زرہ لیجئے
گراں ہیں سے وہ گئے تم ایک بھی
ولیکن گذرباں ہوا تند و سخت
وہ سمجھا کہ بیہودہ گفتار ہے

کیا پھر پئے جنگ توران نہاں
کیا پیش خسرو بل ارجمند
وہ لایا تھا عذر خطا بر زباں
مخالف ہمارا نہیں زینہار
بداندیش سے تا نہ پہونچے ضرر
پئے خدمت خسرو نامدار
کیا چاہی تھا قتل از روے کیں
ہوئی اک خطا اس سے سر دنہاں
نکیجے تو لطف و کرم سے ہے ور
لگا کہنے پھر خسرو پاک دیں
تو پھر بیگماں ہو زمیں لالہ گوں
کہ جس طرح خسرو نے فرماں دیا
ہوئی شاہ توراں کو جب آگہی
کیا حکم یوں بر گذرباں کہ ہاں
ہوا آپ پھر فوج لیکر رواں
لئے ساتھ تورانیوں کا گروہ
تو جیحوں بطغیانی آیا نظر
تو کشتی میں جا شوق سے بیٹھکر
ملیگی نہ کشتی سند کے بغیر
ہمارا خداوند زادہ ہے یاں
حوالے مرے کیجئے یہ کنیز
کہ دو تاج زر اس سے لیا مجھے
نہ اسکے لئے کیجئے زینہار کار
نہ ہٹ اس زرہ کیلئے کیجئے
تو یاں سے نہ ہوگا گذر اب کبھی
لگا کہنے تب گیو فرزند بخت
کسی کی نہیں تاب زنہار ہے

مقابل نہ آیا کوئی زینہار
کیا عرض اے خسرو نامجو
ز روے عنایات شفقت ہر
فرنگیش نے بھی کہا یوں کہ ہاں
بخوبی وہاں بھیجکر دایہ کو
رہا ہمکو پیراں نے خوں سے کیا
تو ہرگز نہ رکھ خون اسکا روا
تو ہرگز شمار اس خطا کا نہیں
گزارش پھر اس پہلواں نے کیا
کہ اک ہاتھ خنجر یہ گستاخ کر
رہا کر اسے بند سے بعد ازاں
رواں ہوکے پیراں بشتاب سا
تو غم سے ہوئیں اسکی آنکھیں پر آب
کہ اس شکل سے ایکتن مرد دو
ہوا آرم بلغر شتہ کینہ جو
ولے ہر زماں فضل و لطف خدا
گیا گیو وہیں گذرباں کے پاس
یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلواں
مگر تم یہ اسپ سیہ مجھ کو دو
نہ دیگا یہ گھوڑا اسے زینہار
یہ سنکر کہا گیو نے یہ بیاں
پھر اس سے یہ اس پہلواں نے کہا
وہ بولا کہ اپنی زرہ دے مجھے
گذرباں یہ کہنے لگا العزیز
لگا گیو پھر کرنے نرمی وہاں
کہ ناچار دریا میں آئے ہیں ہم
چو اس زرفشہ دریا پہ جانے گذر

ہے جادہ پیچا ہے دشت فرار
کروں قتل پیراں بدکیش کو
لگا کہنے یوں خسرو پاک دیں
یہ اپنا نکوخواہ ہے بیگماں
کیا پرورش اس گرانمایہ کو
شرائط نہ کوئی کی لایا بجا
اگر یہ ہے سزاوار لطف و عطا
کچھ اسکی طرف سے نہ رکھ دل میں کیں
یہ کھائی ہے بینے قسم خسروا
تو اب کاں ہیں اسکے سوراخ کر
کہ تا ہووے یہ سے توراں رواں
وہاں سے گیا پیش افراسیاب
لگا کرنے افسوس افراسیاب
چلو سر جا دیں تم قتل انکو کرو
کہ جانے نہ دے خسرو و گیو کو
مددگار تھا خسرو و گیو کا
گذرباں لگا کرنے گفتار یاس
سند گم ہوئی راہ میں ناگہاں
گذر پھر یہاں سے بخوبی کرو
ہمارا نہیں اسپہ کچھ اختیار
کہ اس کی ہے مادر مہرباں
نہ دیگا یہ افسر کہ ہے بے بہا
یہ بولا کہ یہ تو نہ دونگا تجھے
طلب کی ہیں جنے جو یہ چار چیز
کہ لازم تھی ہرگز نہ گرمی وہاں
گذرباں سے نایاب جاتے ہیں ہم
کہ جسمیں ہم مرتا ہوں کہ خطر

پھر آہستہ خسرو سے وہ پہلوان
یہ بولا کہ اے خسرو نوجواں

تو توقف نہیں یاں مناسب ہو اب
گذر کرن کا یا فر بڑا ہے غضب

سپاہ و آہیں شاہ افراسیاب
بیاں کر کے بیکار پہونچے شتاب

فریدوں کو لایا تھا یاں کا وہ جیب
وہ جیحوں سے گذرا تھا یا آپ جب

پھر آخر ہوا بادشاہ عظیم
فریدوں بفضل خدائے کریم

لگا ورکو اب دے تو دریا میں ڈال
کہ فضل خدا سے مبارک ہے فال

سنی گیو سے جب یہ خسرو نے بات
تو عبرت میں آیا وہ فرخ صفات

کیا اُسنے جیحوں میں گھوڑا رواں
فرنگیش اور گیو بھی بعد ازاں

گذر کر گئے واں سے پایاب بس
کہ اقبال تھا ہمدم و ہم نفس

گذر یاں تعجب میں تھے سر بسر
ہوئے لوگ حیرت زدہ دیکھکر

پھر اتنے میں پہونچا وہاں مثل باد
کنارے پہ جیحوں کے افراسیاب

فرنگیش کیخسرو و گیو کو
جو دیکھا شتاباں ہوا کینہ جو

تو وہیں گذر یاں سے کشتی منگا
اُسے نیک کا شہ نے ارادہ کیا

لگا کہنے ہو یاں کہ اے بادشاہ
تھے ساتھ آئی بہت کم سپاہ

تو ہرگز نہ جا یاں ہو دریا کے پار
کہ ہے فوج ایرانیاں بے شمار

نگہباں تو رہ ملک توران کا
ذکر قصد اقلیم ایران کا

غرض پھر گیا [illegible] ولیں
پھر بے تیر [illegible] سے گذرا کئی

فرنگیش کیخسرو و گیو جب
قلمرو میں ایراں کی آئے جو سب

بجا لائے وہ شکر یزداں ان
پھر پیشتر پھر وہاں سے رواں

کساں زمیندار کر کے طلب
رقم کر کے اک نامہ با طرب

روانہ کیا پیش کاؤس شاہ
ہوا شاد یہ سنکے وہ کیواں کلاہ

وہیں طوس و گرگین و گودرز کو
کہا جلد کے تم پیشوائی کرو

گئے پیشوا سر سنام آوراں
گئے اور بھی ساتھ والا سراں

جہاندار نے بانشاط و خوشی
نشتابی سے آرایش شہر کی

جب آیا وہ کیخسرو نامدار
ہوا دیکھکر چشم تر شہریار

اُتر تخت سے بھر بغل میں لیا
سر و چشم پر اُسکے بوسہ دیا

وہ لایا بجا رسم عجز و نیاز
ادب سے حضور شہ سرفراز

طلب کر کے پھر اپنا وارث نسب
لگا کہنے خسرو سے یہ تاجور

کہ اس تخت پر بیٹھے اے کامگار
وہ بیٹھا تو شاداں ہوا تاجدار

نہ تنہا ہوا خوش شہ بے نظیر
ہوئے شاد و خرم امیر و وزیر

کمر بستن ایرانیاں باطاعت کیخسرو بحالی تیار بموجب حکم شاہ بلند و قار و انحراف طوس از کیخسرو و اغوا نمودن فیبرز پسر شاہ کاؤس او جنبا شدن سامان جنگ فیما بین طوس و گودرز و لشکر کشیدن ہر دو و منع فرمودن کاؤس و طلبیدن ہر دو را پیش خود و فرستادن فیبرز و کیخسرو را برائے جنگ قلعہ دژبہمن و شاہ شدن لشکر فیبرز و فتحیاب شدن کیخسرو

دلیران گردان والا سراں
وہ بیٹھے تھے گردن فرازاں وہاں

یہ اُسنے لگا کہنے وہ شہریار
کہ اے نامداران ایران دیار

یہ خسرو کہ پور پسر ہے مرا
جگر گوشہ نور بصر ہے مرا

تم اسکی اطاعت کرو اختیار
خوشی سے بحکم شہ نامدار

ہٹے وہیں [illegible] کے قرآں پہ پھیر
سوا طوس کے سب صغیر و کبیر

تہی مغز و بیعقل جو طوس تھا
فریبرز سے جا کے کہنے لگا

کہ تو شاہ کاؤس کا ہے پسر
سلحدار و بہیم و اور نگ زر

اطاعت جو خسرو کی تیرے حضور
کرو دل میں آپ یہ تقرار و زش سے دور

بہت اُسنے [illegible] اکرام کر
خوشی سے دیا طوس کو [illegible]
[illegible] خورشید [illegible]
پھر [illegible] گروہ [illegible]

کیا جشن گودرز نے اپنے گھر
بزرگان ایراں گئے سب وہاں
یہ کہنے لگا گیو سے اے جواں
نہ خسرو کے آگے میں ہرگز جھکاں
تلے گیو یاں اُسکو لایا عبث
دلاور جوان و قوی جنگ ہے
یہ گفتار سن گیو فرخندہ خو
ثنا خواں تھا ہر دم وہ پہلواں
کیا طوس کا ماجرا سب بیاں
یہ کہکر گیا اسپ پر ہو سوار
سپاہ اور نبیرے تھے ہفتاد و شش
رکھے ساتھ کاویانی درفش
جو ہو گرم بازار پیکاریاں
بہم دیکھکر جنگ جو لی شتاب
خبر شاہ کاوس کو بھیجے
جو پہونچا یہ فرمان جہاندار کا
مناسب ہے ایا ور یوں صلاح
کیا طوس نے عرض یوں پیش شاہ
کہ ہے پور شاہ خلائق پناہ
یہ سُنکر وہ گودرز کہنے لگا
کرے روح کا اب سیاوش کی شاد
بلسان فریدون فرخ خصال
فریبرز کو ہے یہ طاقت کہاں
تو کیوں پاس کا کار فرما ہوا
کہا طوس نے یوں کہ اے شور بخت
تیرا باپ تھا مفلس و ناتواں
ہماری اجو کی بندگی اختیار

رکھا اک مرصع وہاں تخت زر
بفرمان کاوس شاہ جہاں
تو اب طوس کو جاکے لو آ یہاں
نہ اس جنگی کی طاعت کروں
یہ رنج اُسکی خاطر اٹھایا عبث
سزاوار دیہیم و اورنگ ہے
یہ بولا کہ کیخسرو نامجو
ولے طوس ہر دم تھا نفریں کناں
غضبناک سُنکر ہوا پہلواں
سو طوس جنگی ہے کارزار
غرض اس حشم سے گیا سوئے تخت
کہ تھا فتح کی وہ نشانی درفش
تو بس کشتہ ہو فوج ایرانیاں
کرے قصد ایراں کا افراسیاب
کہے شاہ جو کچھ سو سن لیجیے
کہ گرد گودرز جنگ آزما
کہ تو اور طوس یہاں آوے بے سلاح
کہ ہوں چاکر و بندۂ بارگاہ
وہ ہو وارث تخت و تاج کلاہ
سیاوش نہیں پور تھا شاہ کا
نہ دے ہاتھ سے رسم آئین و داد
لگا در کو دریاے جیحوں یہ فی الحال
کہاں یہ دلیری یہ جرأت کہاں
مگر سنکے طوس سودا ہوا
تو کہتا ہے کیا اب یہ منہ سے سخت
غریب ایک آہنگر اصفہاں
ہوا تب وہ سالار عالی تبار

سر تخت کیخسرو نامدار
ولے طوس بے عقل و بیدین و داد
کیا گیو جب طوس بولا یہ تب
وہ بے عقل و ہوش و خود سری تھی
فریبرز فرزند کاوس کا
کروں اب میں اسکی پرستندگی
بتدبیر و فرزانگی فرد ہے
غرض ہوگئے آشفتہ و خشمگیں
بزرگوں سے گودرز کہنے لگا
دلیران جو با شوکت و جاہ تھے
گیا طوس بھی سامنے بیدرنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
ہمیں کچھ بھی ہرگز نہ ہو فائدہ
پیام اس نے بھیجا یہ گودرز کو
جو پہونچی شہ نامور کو خبر
سپاہ کھینچی اب کس لیے طوس نے
گئے طوس گودرز یاں سے بہم
جو شہ سیر شاہی سے آیا تو ہاں
نبیرے کو شاہی حضور پدر
ہوا کشتہ ناحق وہ بیچارہ آہ
کرے یعنی خسرو کو اب بادشاہ
دلیرانہ آیا وہ عالی تبار
دلیران بحکم شہ دادگر
یہ سچ ہے کہ نوذر کا ہے پور تو
ہوا لیکن گستاخ یوں بے سبب
نہ سردار زادہ نہ فرزند شاہ
دیا وہیں گودرز نے یہ جواب

ہوا رونق افزا اسپ جو شہوار
نہ آیا تو گودرز فرخ نہاد
کرے تسخر تیرا باپ اب
نہیں ہے سزاوار تاج شہی
رکھے ہے دلیری و فہم و ذکا
بجا لاؤں رسم پرستندگی
دلیر و شجاع و قوی مرد ہے
حضور پدر گیو آیا وہیں
مٹاؤں جہاں سے نشان طوس کا
وہ سب دو ہزار اسکے ہمراہ تھے
سواران جنگی ہوئے بیدرنگ
لگا کہنے تب طوس زریں کلاہ
مگر شاہ توران کا ہو بھلا
کر پیکار موقوف یکدم رکھو
کہ گودرز اب چڑھ گیا طوس پہ
لڑائی پہ کیوں تم نے باندھی کمر
حضور جہاندار کیواں علم
فریبرز ہو بادشاہ جہاں
نہیں پہونچے زنہار اے نامور
مناسب یہی ہے کہ کاوس شاہ
کہ ہے وہ سزاوار تاج و کلاہ
کیا کچھ نہ خوف و خطر زینہار
ہوئے تابع خسرو نامور
تو دیوانہ ہے اور وہ سرخرو
مگر آپ کو یوں کیا بھولا اب
[illegible] نہار تھا صاحب عز و جاہ
کہ خاموش ہو طوس خانہ خراب

برتخت نشاندن کاؤس خسرو را و ممتاز ساختن و کمر بستن او بر توران

بٹھایا جہاندار نے تخت پر
یہ فرمادیا جبکہ کاؤس نے
سپہدار کیخسرو خوش نہاد
پہل نامور رستم و زال زر
جو نزدیک پہنچے تو با صد طرب
کہاں باوش کا دایہ ہے تو

رکھا سر پہ خسرو کے دیہیم و زر
تو وہیں فریبرز اور طوس نے
ہمیشہ تھا صرف انصاف و داد
ہوئے شاد و خرم یہ سنکر خبر
گئے پیشوائی کو سردار سب
ہمارا بزرگ اور گرامی یہ ہے تو

کیا حکم پھر یہ کہ سب نامدار
اطاعت سے خسرو کی پھیریں نہ سر
بہت اس سے راضی تھا لشکر تمام
وہیں با دلِ خرم و شادماں
جب آیا قریں رستم نامدار
مددگار میرا ہو شام و سحر

اطاعت کریں انکی لیل و نہار
لگے چاکری کرنے شام و سحر
رعیت تھی آسودہ شاد کام
ہے سیستاں سے ادھر کو رواں
اٹھا تخت سے خسرو نامدار
کہ لوں جا کے ترکوں سے خونِ پدر

بہم لیئے دونوں ہوئے ہمکنار ۔ پھر کہنے لگا رستم نامدار
کہ ہوں میں تیرا بندہ کمترین ۔ تو ہے شاہ شاہان روئے زمین
ہوا زال سے پھر بغلگیر شاہ ۔ لگا کرنے شفقت جہانگیر شاہ
تہمتن نے خسرو کو تحفے دئے ۔ بہت بیش بہا لعل و گوہر کئے
گئے پیش کاؤس روز دگر ۔ بہم خسرو و رستم و زال زر
کیا شاہ نے جشن واں در ایک ۔ باآئین فرخندہ طور نیک
وزیر امیران و شہزادگان ۔ گئے سب بزرگان ایران ہاں
ملک سے یہ کیخسرو تاجور ۔ کہ تھا جسکو مطلوب کین پدر
یہ بولا کہ کین پدر جب تلک ۔ نہ لوں شاہ توران سے میں تا ملک
نہیں مجھکو زنہار آرام خواب ۔ نہ ہرگز ہے مجھکو قرار و نہ تاب
نہ مسرور ہیں تخت و افسر سے ہوں ۔ نہ شادان ز رو گنج و گوہر سے ہوں
یہ پھر زال و رستم سے شہ نے کہا ۔ کہ اے پہلوانان کشور کشا
کرو مدد اسکی تم وقت جنگ ۔ یہ رستم نے پاسخ دیا بیدرنگ
شہا پیشتر ملک افراسیاب ۔ کیا چاہیئے جا کر تباہ و خراب
اور لب پہ سپہدار عالی گہر ۔ خدیو جہاں خسرو نامور
کرے قصد تسخیر توران کا جب ۔ کروں گو تہی جانفشانی میں سب
فریبرز و گودرز او طوس و گیو ۔ یہ جتنے تھے گردان گیہان خدیو
شہنشہ نے ہر ایک سے یوں کہا ۔ کہو تم تمہارا ارادہ ہے کیا
یہ سنکر لگا کہنے ہر پہلوان ۔ کہ حاضر ہیں ہم جانفشانی کو ہاں
دیا الغرض اسکو لشکر تمام ۔ تہا بادلیروں کا خسرو کو نام

رفتن کیخسرو عالی تبار با فوج بیشمار و یلان نامدار بعزم جنگ افراسیاب والی توران

جو سالار ایراں نے آراستہ کیں ۔ کیا قصد تسخیر توران زمیں
کیا وہیں ترتیب سب فوج کو ۔ باآئین دلچسپ طرز نکو
فریبرز کو با صد و دہ جواں ۔ کہ تھے اقربا اسکے سب پہلواں
کیا شہ نے سرگروہ فوج پیش ۔ گیا ساتھ وہ طوس فرخندہ کیش
جوانمرد گودرز عالی وقار ۔ یل نامور گیو جنگی سوار
نبیرہ و پسر اسکے ہفتاد و ہشت ۔ جو رنگیں کریں خون دشمن سے دشت
مقرر ہوئے جانب دست راس ۔ بحکم شہنشاہ جوہر شناس
وہ گستہم بھائی جو تھا طوس کا ۔ اسے دست چپ کو مقرر کیا
جو میلاد کے تھے نبیرہ پسر ۔ ہوئے ساتھ گستہم کے سربسر
نژاد و پشنگ و لادر سے ہاں ۔ نبرد آزما سی و سہ پہلواں
نژاد نوابہ و لادر سے بھی ۔ پچاسی جواں با نشاط و خوشی
صد و ہفت تن تخم گولاد سے ۔ کہ یکدست با قوت و زور تھے
گزارو کے تھے یکصد و پنجتن ۔ نہایت قوی زور آور صف شکن
مقرر ہوئے قلب میں یک قلم ۔ یہ فرمان کاؤس انجم حشم
وہ بیژن کہ فرزند تھا گیو کا ۔ اسے شاہ کاؤس نے یوں کہا
کہ اے پہلواں بیژن جنگجو ۔ نہ ہونا جدا اک دم خسرو سے تو
یہ تھے جسقدر نامور پہلواں ۔ ہر اک ساتھ رکھتا تھا فوج گراں
غرض ہوکے رخصت شہنشاہ سے ۔ وہ کیخسرو اس حشمت و جاہ سے
سوئے ملک توراں روانہ ہوا ۔ معین و مساعی زمانہ ہوا
تہمتن بھی لیکر سپاہ گراں ۔ گیا ہمرہ خسرو کامراں

روانہ شدن فریبرز از راہ دیگر طرف طوران شاہ گیتی ستان و رفتن طوس براہ کلات و خرم و کشتہ شدن فرود پسر سیاوش کہ از بطن گلشہر متولد شدہ بود و شبخون پیران و لیسہ بر لشکر پیکر طوس و مصائب شدن باعث کشتہ شدن فرود

سپہدار کیخسرو پاک دیں
رفاقت میں ہے تیری اُس کا مجو
ولیکن سیاوش کا ہے اک پسر
وہاں وہ خل مت کیجو زنہار
یہ سمجھا کے طوس و فریبرز کو
فریبرز مرد شجاع و دلیر
گیا متصل لشکر طوس جب
نکل قلعے سے وہیں یا تخو
یہ کہہ جا کے اُس سے کہ پرخاش کیجیو
یہ گفتار سن ریو وہیں گیا
ہوا ریو کے ساتھ سرگرم جنگ
پسر کو وہیں اس نے بھیجا
گیا طوس پھر آپ ہو کر سوار
شتابی سے بس چڑھ گیا کوہ پر
فرود دلاور کا خانوادہ تھا
گریزاں ہوا اُن سے وہ پہلوان
جو شبدیز پر طوس کے وقت جنگ
لگا اسپ پر گیو کے ایک تیر
کہا گیو نے یہ کہ آگے نہ جا
یہ کہکر شتاباں ہوا وہ دلیر
ولیکن نہ بیدل ہوا زینہار
فرود دلاور نے از بہر کیں
یہاں تھا سو آ کر دلاور فرود
گیا قلعے میں ہو کے زخمی جوان
نہ آئی تجھے کچھ شرم زنہار
سوا اس کے پھینکے بہت خار سنگ
لگا کہنے یوں طوس کتار تیغم

گیا جبکہ نزدیک توران زمین
سفر کیا گیو گودرز کو
فرود جوانمرد و فرخ سیر
کہ میرا برادر ہے وہ نامدار
یہی بات کہو گیو و گودرز کو
روان ہو کے صحرا ہوا مثل شیر
یہ سمجھا فرود جوانمرد تب
ہوا سد راہ طوس کا آن کر
ترے ساتھ زنہار مجکو نہیں
جو پیغام تھا سو مفصل کہا
گیا ریو کشتہ وان بیدرنگ
کہ لائے فرود دلاور کا سر
سپہ لیکے یکسر چلے کارزار
گیا واں سے پھر قلعہ میں مڑ کر
سوار دلیر و نبرد آزما
گیا بھاگ کر قلعے کے درمیاں
فرود دلاور نے مارا خدنگ
پیادہ ہوا پہلوان دلیر
یہ بیژن نے اُس وقت پاسخ دیا
پھر لڑنے میں آیا اُدھر سے جو تیر
پکارا یہ اسدم کہ اے نامدار
خدنگ ایک پھر اس مارا وہیں
یہ بیژن بھی وہاں مثل دود
لگا کہنے تب بیژن پہلوان
دریغ اے جوانمرد جنگی سوار
ہوا خستہ بیژن بمیدان جنگ
کہ حملہ کناں ہو گئے تا بہم

فریبرز سے تب یہ کہنے لگا
تو کر تا ہر اک ملک یکسر خراب
کلات و جرم میں نہ مسکن گزیں
خبردار کوئی نہ جاوے اُدھر
روانہ ہوا خسرو کامگار
ولے طوس سے گئے کلات و جرم
کہ یاں بہر پرخاش آیا ہے طوس
یہ سنکر کہا طوس نے ریو کو
تو ہٹ جا سر راہ سے اے جواں
نہ ہرگز گیا اُس نے سمجھا عتاب
غرض ریو داماد تھا طوس کا
پسر طوس کا بھی ہوا کشتہ واں
ولیکن مقابل نہ آیا فرود
لیا طوس نے گھیر اس قلعہ کو
کیا طوس نے اس کو آخر زبوں
نکل قلعے سے پھر فرود دلیر
جو کشتہ ہوا داماد طوس کا
پسر گیو کا بیژن پہلوان
کہ جب تک نہ سوا کروں غرق خوں
گیا کشتہ اس تیر سے اسپ کو
تو یک لحظہ تاخیر کر اور درنگ
گیا پہلواں کی سپر سے گذر
دلیری سے بیژن کو جولاں دیا
کیا اک تن پیل سے سوا کا شتاب
مقابل پھر آیا نہ کوئی جواں
پس کوہ جب مہر روشن گیا
کروں فتح اس قلعہ کو بیگماں

سوئے دشت چلے گئے گرد نما
چو پہنچا سر شخت افراسیاب
سنا یا ہے اک اسنے حصن حصین
کرو اور جانب نہ لشکر گذر
سپہ راست پا رہتم تامدار
شتاباں ہوا با فرمان حشم
بعزم دغا فوج لایا ہے طوس
کہ پیش فرود اب شتاباں تو ہو
کہ ہو پیشتر یاں سے لشکر رواں
نہ آیا سر آشتی زینہار
کہا طوس نے اُس کی غم سے لگا
یہ سنکر ہوا طوس گریہ کناں
نہ پیکار کی تاب لایا فرود
ہوا آ کے شتوار تب رزم جو
ہوئی فوج تنخوار کی غرق خوں
مقابل ہوا طوس سے مثل شیر
گیا پھر وہیں گیو بہر دغا
گیا سامنے بڑھ کے گھوڑا دواں
قسم ہے کہ ہرگز نہ یاں سے پھروں
پیادہ ہوا بیژن جنگ جو
کہ ہے ساتھ تیرے تمنائے جنگ
ہوا بند جوشن میں پھر آن کر
فرود دلاور کو زخمی کیا
تا قامت کی لایا تو ہرگز نہ تاب
گیا قلعے سے تیر باراں وہاں
سو جب تب اسنے بیژن گیا
نہ چھوڑوں کسی کو بھی زندہ وہاں

پھر چہرہ گلچہرہ کو وقت شب
ہوئی خواب سے جبکہ بیدار تب
نہیں غم کچھ اے مادر مہرباں
ہوا جلوہ گر مہر تابندہ جب
در و شرشتہ ہوا پھر وہیں
دلیرانہ پھر بیژن جنگ جو
اثر کچھ نہ جوشن میں ہرگز کیا
ولیکن کمینگاہ سے بیدریغ
گرائے ولئے افسوس شل پدر
پھر اپنا شکم کرکے خنجر سے چاک
یہ پہنچی خبر جائے خفر کو جب
وہاں سے بصد شوکت و کر و فر
تملک پلاسان ہوا گرم کین
نژادہ کو بھیجا برائے نبرد
پھر اک گرز بیژن نے مارا کہ بس
یہ چاہے تھا بیژن کہ پھینکے کمند
نژادہ کو واں سے اٹھا لیگئے
ہوا واں سے پیران ویسہ رواں
سوئے کاسہ رود لے تورانیاں
غرض مست و مدہوش غافل تھا سب
خطرناک بیدل ہوئی سب سپاہ
گیا نامہ خسرو نامور
بسوئے کلات و خرم یہ گیا
بفرمان کیخسرو نامور
رکھا اسکو زنداں میں شام و پگاہ
اگرچہ جوانمرد تو بیدرنگ
کرینگے ہم بعد یک ماہ جنگ

یہ آیا نظر خواب یعنی کہ اب
پھر سے کہا قصہ خواب شب
کہ ہے سب کو آخر فنا بیگماں
پس لیکے طوس جوانمرد تب
گئے وہ زمیں پہ کھینچکر تیغ کو
ہوا اس جوانمرد کے روبرو
گیا ٹوٹ نیزہ بحکم قضا
بہرام دلاور نے ماری جو تیغ
جوانی میں کشتہ ہوا یہ پسر
کیا آپ کو اسنے وہیں ہلاک
خدا جانے کیا تھیا آوری غضب
گیا طوس نے کوچ پھر پیشتر
کیا کشتہ بیژن نے اسکو وہاں
پکارا وہ آئے جو ہو کوئی مرد
رہی جنگ کی پھر نہ اسکو ہوس
کہ تا کہ بہ خواہش تو اس سے بند
لگا وہ پہ اسکو بچانے گئے
پہنچے جنگ پر خواہش ایرانیاں
کہ لشکر تھا ایرانیوں کا وہاں
دلیران ایران زمیں وقت شب
روانہ ہوا طوس پھر صبحگاہ
بنام فریبرز عالی گہر
مرے بھائی کو قتل ناحق کیا
فریبرز نے طوس کو باندھ کر
ہوا آپ سالار کشور سپاہ
دلیروں کے آسامنے بیدرنگ
تھپاتے یاں گرز و تیر و خدنگ

لگی آگ اس قلعہ میں ناگہاں
لگا کہنے گلشہر سے یوں فرود
اگر میں بھی کشتہ ہوں مثل پدر
ہوا حملہ آور لیوے حصار
پکڑ نیزہ دست ہم فرود دلیر
فرود دلاور نے ازرہ کین
دگر بار یہ چاہے تھا وہ جو لب
تو کشتہ ہوا مرد جنگی فرود
غرض اسکی ماں و زنی آئی وہاں
وہاں آکے بہرام نے طوس کو
ہوا طوس کو زیر چرخ کبود
پھر اک راہ میں اور آیا حصار
رواں انسے لشکر ہوا پیشتر
گیا سامنے بیژن پہلواں
نژادہ گرا اسپ سے ہو جدا
کرائے ہیں گھوڑوں کو کر کو دواں
ولیکن نہ پھر جنگ کی لائے تاب
سوا انکے کشتے گئے چہل ہزار
خطر گیبے بس کہ پیراں کو تھا
کہ پیراں پسر لے کے آیا وہاں
فریبرز کے آکے شامل ہوا
لکھا تھا کہ ہو طوس تقصیر وار
غرض طوس کو قید کر بھیجیو
کیا سخت دشنام بے شمار
لکھا پھر یہ پیراں کو نامہ کہ ہاں
فریبرز کا جبکہ نامہ پڑھا
غرض جب گیا ایک ہفتہ گذر

ہوئے سر بسر سوختہ مرزباں
کہ ہرگز مجھے زیر چرخ کبود
ہے کیا چارہ پیش قضا و قدر
دلیری لگے کرنے مردان کار
ہوا رزم جو آکے مانند شیر
رہا اک کیا زخم اسپر وہیں
کہ بیژن کو نے زیر گرز گراں
فغاں اک اٹھا زیر چرخ کبود
ہوئی اسکے ماتم میں بازرستاں
کہا کرکے نفرین یہ تند خو
فراواں ہم پور و درد فرود
جواں اگر پلاسان تھا وہاں حملہ آ
یہ سالار توراں نے سنکر خبر
ہوا کار سنجر یہ تیغ و سناں
پریشاں ہوا لشکر بدخواہ کا
سواران توران آسکے وہاں
سکے بھاگ کر چھوڑ اسباب
نبرد آزما پہلوان و مردان کار
تو ناچار بس قصد شبخوں کیا
ہزاروں کئے قتل ایرانیاں
فریبرز کا بڑا الم دل ہوا
نہ لایا بجا حکم وہ نابکار
خطا کی سزا اسکو اب دیجیو
کیا انجمن میں ذلیل اور خوار
کہ شبخوں نہیں کام جنگ آوراں
تو پیراں نے اسکو یہ پاسخ دیا
دو لشکر مقابل ہوئے آن کر

غرض جبکہ لشکر ہوا پائمال
ہوا شہ تہنا نہ لشکر کا غم
کئی دن تلک اُسنے ماتم رکھا
شکیب وصبوری کو کر اختیار
چھوڑا بادہیں قید سے طوس کو
تہمتن نے وہیں پذیرہ کیا
رلاؤں میں اسکو تہ خاک خول
تو کی عرض رستم نے ای بادشاہ
جو آبگا لے فوج افراسیاب

فریبرز تب بادل پُر ملال
ہوا اسکو اپنے برادر کا غم
شب و روز آنکھوں کو پُرنم رکھا
کہ چارہ قضا سے نہیں زینہار
لگا کہنے پھر خسرو نامجو
دے طوس خسرو سے کہنے لگا
تلافی تقصیر ثابت کروں
سزاوار چتر و سریر و کلاہ
تو میں ہونگا ہمرزم ہمکا شتاب

شتابی رواں ہوکے پہنچا وہاں
کہا یوں کہ مثل پدر بیگناہ
بزرگان وایران و رستم بہم
یہ کہہ سوگ سے پھر اٹھایا اسے
کرے رستم پہلواں جا شتاب
کہ مجھکو اجازت ہو پھر ایکبار
یہ سنکر کہے رستم پیلتن
اجازت ہو کافی ہے طوس دلیر
یہ سن طوس کو اسنے رخصت کیا

اگر کیخسرو نامور تھا جہاں
فرود دلاور ہوا کشتہ آہ
گئے اور کہا اسے شہ باعلم
پہ بزم مسرت بٹھایا اسے
سپہ جنگ پیران خانہ خراب
کروں جاکے پیران ہی کا ذرا
لگا دیکھنے سرو سرو انجمن
کہا جا یہ پیران ویسہ کو زیر
دیا حکم گودرز کو تو بھی جا

بار دگر رفتن طوس بجنگ پیران و بارش برف بہ سحر سازی ساحر و زبون شدن ایرانیاں و قید شدن در قلعہ

سپہ لیکے پھر طوس جنگی جواں
بہم ہر دو لشکر ہوئے گرم جنگ
جدا ہو کے لشکر سے اپنے گیا
کہا وہیں گودرز نے طوس کو
گیا گیو دوڑا کہ شبدیز کو
نہ کوئی ہوا کامراں زینہار
وہاں ساحر اک شخص پر زور تھا
وہاں جادو ایسا تو کرتا کہ یاں
یہ سنکر سر قلعۂ کوہسار
نہ کرتا تھا اک قطرہ بھی در طرف
پھر اتنے میں پیران ہوا واں وہاں
ہر اک جا تھی برف اور ہوا تیز خو
الٰہی تو کر فضل و احساں شتاب
سو کی غیب سے مرد فرخ سیر
یہ دیکھا تو گھوڑے سے وہیں اُتر

ہوا سوئے پیران وہ ابر رواں
رہی سات دن جنگ گرز و خدنگ
کیا ہم نبرد انکے سر کو جدا
توقف ذرا کر تو اے نامجو
ہوا ساتھ ہوماں کے پیکار جو
گئے پھر سوئے لشکر انجام کار
کہ بازور تھا نام اس شخص کا
کہ ہو بارش برف باراں بیاں
وہ ساحر ہوا جاکے مشغول کار
برستی تھی لشکر میں ایرانکے برف
ہوئے حملہ آور بہ فوج گراں
سواران ایران پہ سب تھے نگوں
کہ تا دور ہو برف باراں شتاب
رہا سر دلاور کو آیا نظر
پیادہ گیا قلعہ کوہ پر

گیا کر کے یلغار نزدیک جب
ہوا آٹھواں روز جب آشکار
بہت گرد ایراں ہوئے کشتہ جب
کہا گیو سے پھر کہ اے شیر مرد
گئے گرز تھا گاہ تیغ و سناں
دلیروں نے پھر تیر باراں کیے
لگا کہنے پیران کہ اے دو تر
ولے کچھ نہ ترکوں کو پہنچے ضرر
ہوا ابر تیرہ نمایاں وہیں
ہر اک جوش سردی سے تھا کانپتا
بہت قتل ایرانیوں کو کیا
بصد زاری و عجز پیر و جواں
قرین اجابت ہوئی یہ دعا
کہ انگشت سے وہ خجستہ شعار
وہ ساحر تھا ازبسکہ مشغول کار

مقابل ہوا آکے پیراں ہی تب
تو پیدا ہیں ہوماں دلاور سوار
کیا طوس نے قصد پیکار تب
تو ہوماں سے جا بھڑ کے ہو ہم نبرد
لڑے خوب باہم وہ دونو جواں
بہت پہلواں انکے بیجاں کیے
یہاں سے تو جا قلعۂ کوہ پر
تباہ ہو گئے ایرانیاں سربسر
ہوئی بارش برف باراں وہیں
ہوئے سب کے بیکار دست و پا
ضرر برف سے کچھ نہ پہنچا ذرا
لگے مانگنے یہ دعا ہر زماں
کرم حق نے بیچارگاں پہ کیا
اسے ساحر اشارہ ہوئے کو کہا
نہ تھی کچھ خبر اسکو وان زینہار

جوانمرد تھے ملکے از رو کمیں ۔ پس پشت اعدا کے باندھو وہیں
کہا پھر یہ آپس میں گردان نے وو ۔ کہ اس برف باراں کو جاوے گزر
ہوا قید جب عرصم وہ خانہ خراب ۔ ہوئی ختم وہ برف باری شتاب
اتر کوہ سے پھر گیا پیش طوس ۔ لیے قتل لاکر کیا پیش طوس
ہوا دن تمام اور دونوں سپاہ ۔ گئے رزمگاہ سے سوئے خیمہ گاہ
پھر آیا سحر ہو کے پیراں سوار ۔ ہوا آکے آمادہ کارزار
رہے تھی نہ تاب اقامت یہاں ۔ سر گم تھی فوج ایرانیاں
زبوں ہو کے ناچار سوئے عقب ۔ وہ لڑتے ہوئے ہٹتے آتے تھے سب
غرض باد ل پر غم و اضطراب ۔ گئے سوئے کوہ ہمایوں شتاب
حصار ایک تھا کوہ پہ استوار ۔ کیا زخمی خستوں نے واں قرار
سر دامن کوہ طوس دلیر ۔ ہوا لیلے لشکر کو آرام گیر
دواں آئے ترکان پیکار جو ۔ کیا آکے محصور واں فوج کو
یہ پیراں سے ہومان نے آ کے کہا ۔ کہ محصور کرنے سے کیا فائدہ
سر راہ مسدود ست کیجیے ۔ جدھر جاویں جانے ادھر دیجیے
پسند آئی اسکو یہ گفتگو ۔ کہ تھا پر سر کینہ وہ کینہ جو
بہت قلعہ میں غلہ و آب تھا ۔ دہیا تو تھا ساماں ہر اک قسم کا
خوشی سے دلیران ایران و بار ۔ اسے صرف کرتے تھے لیل و نہار
بدانداز ہی سے باستان و خدنگ ۔ دلیرانہ کرتے تھے ہر روز جنگ

رسیدن رستم پہلوان در قلعہ ہمایون باستمداد و استعانت طوس و آمدن کاموس و شنکل و پہلوان و خاقان چین با لشکر بیکران باعانت پیران و جنگ با رستم و کشتہ شدن اشکبوس و کاموس از دست رستم و ہراساں شدن افراسیاب

سنی خسرو نامور نے خبر ۔ کہ محصور ہے طوس والا گہر
تہمتن کو کر کے طلب یوں کہا ۔ کہ یاور ہو تو جاکے اب طوس کا
یہ سنکر وہیں رستم پہلوان ۔ ہوا اسیے کوہ ہمایوں رواں
گیا آگے بلغار زن یک جب ۔ ہوا خرم و شاد وہاں طوس تب
یہ گودرز سے طوس کہنے لگا ۔ کہ آیا تہمتن تو جا پیشوا
شتابی سے اسنے بفرط خوشی ۔ تہمتن سے جلکر ملاقات کی
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیاں ۔ کہا پھر کہ اے پہلوان جہاں
تو ایرانیوں کا ہے پشت پناہ ۔ یہاں تو نہایت ہوئے ہم تباہ
وہ بولا کہ خاطر کو اب شاد رکھ ۔ غم و فکر سے دل کو آزاد رکھ
پھر آئے بہم سب وہ پہلواں ۔ دو روز تلک طوس جنگی جواں
تہمتن سے لینے کو آیا وہیں ۔ ملا جب تو پھر عذر لایا وہیں
رہا ہیں حفاظت کو وہ کی یہاں ۔ نہ تک آسکا پیشتر اے جواں
بہت اسکی رستم نے دلجوئی کی ۔ گئے قلعہ میں پھر بفرط خوشی
تہمتن سر تخت بیٹھا وہاں ۔ یہیں جو لبار اسکے سب پہلواں
بلان سرافراز ایران دیار ۔ یہ بولے کہ اے رستم نامدار
ہوئی زندگی تیرے آنے سے یاں ۔ وگرنہ تھی ہم کو امید جاں
ہر اک کی تسلی تہمتن نے کی ۔ ہوئی اسکے آنے سے سبکو خوشی
خبر لاؤں پیراں کے لشکر کی اب ۔ کروں میں بیاں آ کے احوال سب
لکھا اسنے تھا شاہ توران کو ۔ کہ کرنے زبوں فوج ایران کو
کیا جس نے محصور اے بادشاہ ۔ پر اک وقت میں لی ہے انہوں نے پناہ
کہ کوہ ہمایوں پہ ہے وہ حصار ۔ نہیں تاب جنگ انہیں اب زینہار
جو فوج اب بھیجو تو ان کو شتاب ۔ کروں میں ہلاک و اسیر و خراب
سپہدار توران نے وہ پہلواں ۔ گئے سوئے کوہ ہمایوں رواں
جو اکرد و کاموس و شنکل دلیر ۔ دلیری کے بیٹے کی غرّندہ شیر
سرافراز گردن چین و ختن ۔ توانا و پیل افگن و پیل تن
سوا اسکے خاقان چیں کو لکھا ۔ کہ پیراں کی امداد کو خسروا
روانہ تو کر اور بھی کچھ سپاہ ۔ کرے تا کہ ایرانیوں کو تباہ
بہم جسکہ دونوں میں اخلاص تھا ۔ گیا پاس خاقان کے اخلاص کا

نہ تنہا گئی فوج ترکان چین
روانہ ہوا آپ خاقان چین

تہمتن سے پہلے یہ پہونچی وہاں
کہ تورانیاں خیمہ زن تھے جہاں

شتابی سے پیران کے شامل ہوئے
پئے جنگ پر خاقان مائل ہوئے

غرض جبکہ آیا رستم پہلواں
ہوا شامل فوج ایرانیاں

وہیں پیش کاموس پیران گیا
ثنا خواں ہوا رستم گرد کا

کہ رستم ہے ایسا سوار دلیر
مقابل نہیں جسکے غرندہ شیر

یہ کہنے لگا ہوکے وہ گرم تند
کہ آگے مرے تیغ اسکی ہو کند

تو کرتا ہے تعریف کیوں اسقدر
ابھی سامنے آئے پیدا ہی گر

تو بس لاؤں رستم کا دم ناک میں
ملاؤں میں سب رستمی خاک میں

جو پیدا ابھی جاؤں ہر بیخ کنا ہوں
کروں دشت کو سر بسر سرخ خوں

یہ گفتار سنکر ہوا شاد دل
ہوا بند سے غم کے آزاد دل

گیا پھر وہاں پیش خاقان چین
کہا اسنے اے شاہ دستے زمیں

تو ہے یاں نگہدار تورانیاں
تو ہے اب مدد کا یاری رساں

سحر کو کریں گرم بازار جنگ
کروں قافیہ فوج ایراں کا تنگ

تو ہو قلب میں باسپاہ گراں
رہے تا تو ہی پشت جنگ آوراں

لگا کہنے پیران سے خاقان چین
پئے رزم یکدل ہیں ترکان چین

یہ سنکر ہوا وہ قرین طرب
گیا اپنے ڈیرے میں ہنگام شب

ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
دلیروں نے کھینچے پہ باندھی کمر

ادھر آگئے پیران خاقان بہم
ادھر رستم و طوس انجم حشم

ہوئے لشکر آرا بقصد وغا
گیا تا فلک پر فغاں برق کا

خروشاں ہے سارے ترکی یہاں
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں

وہ انبوہ لشکر جب آیا نظر
گیا سوچ میں رستم نامور

ولے یاد وہیں خدا کو کیا
ذرا دی نہ اندیشے کو دلمیں جا

نکل خیل ترکاں سے اک کینہ خواہ
شتاباں ہوا سوئے ناوردگاہ

کہ تھا اشکبوس اس دلاور کا نام
دلیر و جوانمرد و مشہور عام

گیا یاں سے رہام جنگی سوار
ہوا جا کے آمادۂ کارزار

لگے کرنے وہ نیزہ بازی ہاں
نہ لیکن ہوئی کارگر کچھ سناں

جوانمرد جنگی نے از روئے کیں
سر ترک پر گرز مارا وہیں

ہوئی کارگر گرز کی بھی نہ ضرب
پھر اس مرد جنگی نے ہنگام حرب

اٹھا گرز مارا جو بالائے سر
تو اس وقت رہام نے لی سپر

ولے اسقدر گرز کاری لگا
کہ توڑی سپر سر کو خستہ کیا

آیا جبکہ گرز گراں سے ستوہ
گیا واں سے رہام پھر سوئے کوہ

جو زخمی ہوا رہام بل پھر گیا
تو اس ترک نے یہ ارادہ کیا

طرف اپنے لشکر کے موڑی عناں
کہ تھے جس میں واں رستم پہلواں

ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
لگا کہنے اس ترک سے یوں دلیر

کہ گھر آرہ کے پہونچا تیرا ہم نبرد
مقابل بھی کر اگر تو ہے مرد

پھرا اشکبوس نبرد آزما
ستے سے پیلتن تیر باراں کیا

ولے اتنی تھی دہشت پیلتن
کہ لرزاں تھا دست ناوک فگن

نہ اک تیر بر سر ہوا کارگر
کماں لیکے رستم نے پھر زود تر

رہا تیر جب سوئے دشمن کیا
سمند و حرنے تب کہا مرحبا

ہوا اسکے سینے میں کیا کارگر
گیا تیر نے پشت سے بھی گذر

ہوا اشکبوس الغرض جاں ہلاک
ملا جسم اسکا تہ خون و خاک

جو دیکھا کہ ہے برق خو یاپیہ
ہوا شاہ حیرت زدہ دیکھکر

یہ بولا کہ جوں رستم پیلتن
نہ دیکھا کوئی ہم نے ناوک فگن

تو ران گرد پیران کہو تھا درست
کہ رستم ہے مرد توانا و چست

نہیں اپنے لشکر میں کوئی ہم نبرد
کہ رستم سے پیدا نہیں ہم نبرد

ڈرے سے نہ آیا کوئی نامور
مقابل تہمتن کے با کر و فر

نہ باہم ہوا پھر کوئی کینہ خواہ
گئے سرو لشکر سوئے خیمہ گاہ

کیا رات کو سب نے آرام و خواب
سحر گاہ نکلا جو پھر آفتاب

تو میدان میں گردان پیکار جو
صف آرا ہوئے آنکر ہر دو سو

لگا کہنے لشکر سے خاقان چین
لڑے نامداران ترکان چیں

کہو کونسا آج جنگ آزما
عوض اشکبوس جوانمرد کا

تہمتن سے ایسا ہوا رو کے کہیں
کہا سنکے کاموس نے پھر وہیں

کہ رستم سے کرتا ہوں پیکار جنگ
یہ کہکر شتاباں ہوا بیدرنگ

کہا اسپ کو سوئے میداں رواں / دلیرانہ جاکے پکارا وہاں
تہمتن کا شاگرد والا یل / کہ بیجنگ اسکو نہ پڑتی تھی کل
کیا ترک نے جبکہ نیزہ رواں / تو الوائے جنگی نے دی اپنی جاں
لگا کہنے رستم سے وہ پہلواں / مجھے مت سمجھ اشکبوس ایجواں
وہ بولا کہ جب صید آوے نظر / تو کیونکر نہ غرّندہ ہو شیر نر
تہمتن شتابی چو راسر گیا / ہوا اس سے وابستہ سر رخش کا
کیا زور کاموس رستم نے جب / شکستہ ہوئی درمیاں سے وہ تب
کہ شبدیز پر چاہے ہووے سوار / کروں میں تہمتن سے پھر کارزار
ہوا اسکا گھوڑا واں سے فرار / لیا فوج خاقاں سے پھر کارزار
کیا قتل کاموس کو پھر وہیں / سواران ایران نے از روے کیں
شتاباں ہوا رستم نامدار / مرے ساتھ آ تنگ کارزار
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ / ہوا آکے کاموس سے کینہ خواہ
دواں کرکے میداں میں تب رخش کو / ہوا نعرہ زن رستم جنگجو
دروں میں ہرگز تجھے شور سے / کروں آج تجھکو زبون و رسو
دلیری سے کاموس نے پھر کمند / رہا کی سوئے رستم ارجمند
پکڑ کے تہمتن نے پھر وہ کمند / ہوئی رخش کے سر میں جو آکے بند
ہوا بلکہ کاموس زیں سے جدا / دلے اس نے پھر یہ ارادہ کیا
تہمتن نے پھر جلدی پھینکی کمند / کیا مثل نخچیر آسے پابہ بند
ہوا جبکہ وہ ترک جنگی اسیر / کشاں لیگیا رستم شیرگیر
کوئی لشکر ترک سے اک سوار / ہوا پھر تو آمادۂ کارزار
سنو آگے خاقان و رستم کی جنگ / ذرا دیکھو دور زمانہ کا رنگ

جنگ رستم با خاقان چین و گرفتار آمدن خاقان و گریختہ رفتن تورانیاں و فتحیاب بودن رستم پہلوان

ہوا جبکہ کاموس جنگی ہلاک / تو پیران ویسہ ہوا ہمناک
یہ بہتر ہے عطف عناں کیجئے / سوئے خانہ لشکر رواں کیجئے
کروں صبح اسکو اسیر کمند / تو بیدل نہ ہو اے یل ارجمند
تہمتن کے سینے کو ہنگام جنگ / کروں میں سحر کہ نشان خدنگ
تو بخشوں تجھے سیم و زر بیشمار / بہت دوں تجھے گوہر شاہوار
پکارا کہ اے رستم سرفراز / مرے ساتھ ہو آ تنگ رزم ساز
کروں مثل کاموس تجھکو ہلاک / زمیں کو کروں جسم سے تیرے پاک
جو دیکھا کہ ہے تیر جوشن گزار / سپر سر پہ لایا وہیں نامدار
علم کرکے شمشیر کو بعد ازاں / تہمتن ہوا سوئے جنگش رواں
ہوا تہمتن نے یکبارگی / جو کھینچی پکڑ کر دم بارگی
یہ پر تھا تیغ برہنہ بکف / بساں ہژبر ژیاں ہر طرف
ولے بعد وہ یہ آکے ہولاں / لگا کہنے رستم سے وہ ایجواں
وہ کہتا تھا وقت دم واپسیں / کہ ہوتا نہ ترکوں سے اب گرم کیں
نہ کرتے سیاوش کو گر تم ہلاک / تو ہوتا مرا سینہ کینے سے پاک
لگا کہنے خاقاں سے اے نامور / سپہ اپنی پیدل ہوئی سربسر
ہمیں تاب پیکار رستم نہیں / کہا سنکے خاقاں نے کچھ غم نہیں
چرا لیتے ہیں اک مرد جنگش نام / یہ کہنے لگا اے شہ ذو الکرام
لگا کہنے خاقاں کو اے جنگجو / کرے قتل رستم کو بیدانہیں تو
غرض جنگش گرد روز دگر / دلیرانہ میداں میں آن کر
کہا رستم گرد خندہ کناں / کہا تجھکو لائی ہے اب موت یہاں
جوانمرد جنگش نے لیکر کماں / کیا تیر سوئے تہمتن رواں
ولیکن سپر سے گذر بید رنگ / ہوا بند جوشن میں کر خدنگ
وہ ہیبت سے اسکی گریزاں ہوا / عقب اسکے رستم شتاباں ہوا
تو جنگش ہوا پشت زیں سے جدا / اسے قتل رستم نے وہیں کیا
نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا / سوئے جنگ ہرگز نہ مائل ہوا
نہ زنہار ترکاں کو برباد کر / وصیت کو سہراب کی یاد کر
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا / سمجھ اس سخن کو جو کچھ ہے لکھا
سیاوش تھا سہراب سے بھی عزیز / بجا ہے جو ہوں تجھ سے گرم ستیز

وہ بولا کہ اے رستم نیک خو
کسی طرح کہیں سیاوش ہو دو بدو

لگا کہنے رستم کو پیراں یہاں
اگر آوے تو راز دل ہو عیاں

یہ سنکر وہیں پیش پیراں گیا
یہ ہوماں سے پیراں نے جا کر کہا

تہمتن نے تجھکو کیا ہے طلب
تو جا پاس اسکے کہ بہتر ہے اب

وہ چلے گیا پیش خاقان چین
کہا یوں کہ اے شاہ ترکان چین

بلاتا ہے اب رستم پہلواں
جو ہووے اجازت تو جاؤں وہاں

اسے منع خاقان چیں نے کیا
خردمند ہوماں سے پھر یوں کہا

تو کیوں پیش رستم گیا تھا مگر
ترے دل میں ہے اس سے خوف و خطر

کہا سنکے ہوماں نے اے شاہ چیں
تہمتن سے پیکار لازم نہیں

کہاں تاب ہے لشکر شاہ کو
کہ ہو سامنا رستم کے پیکار جو

جو صحرا و دریا میں ہو گرم جنگ
مقابل نہ ہو اسکے شیر و پلنگ

تہمتن ہے پیل افگن و پیلتن
سوار جہانگیر لشکر شکن

نہ ہو رزم ساز اس سے افراسیاب
سر البرز ہے نام سے جسکے آب

یہ سنکر ہوا تند خاقان چیں
کیا دور ہوماں کو واں سے وہیں

دگر بار پیراں بعجز و نیاز
لگا کہنے یوں اے شہ سرفراز

سخن پہلے رستم کا سن لیجیے
جو کچھ پھر ہو منظور سو کیجیے

بہت چاپلوسی جو پیراں نے کی
تو جانیکی دی شہ نے پروانگی

گیا پاس رستم کے ڈرتا ہوا
بہت دل میں اندیشہ کرتا ہوا

ہوا رستم گرد کا مدح خواں
کہا اس سے پیراں نے اے یل جاوداں

کہ کیخسرو نامبردار کا
یہ مخلص بھی ہے بندہ باوفا

بہت کی ہے میں نے پرستندگی
فراواں ہے میرا حق بندگی

رہا قتل سے میں نے اسکو کیا
جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا

یہ سنکر لگا کہنے وہ پیلتن
کہ خالی نہیں صدق سے یہ سخن

ولیکن دو روبہ ہے اے نامجو
اسیر بلا اس سبب سے ہے تو

کہا پھر یہ پیراں نے اے نامدار
کروں ہوں میں اب تجھ سے عہد استوار

کہ فرمانبری سے نہیں پھیروں سر
رہوں تابع حکم شام و سحر

تو کر صلح موقوف کر عزم جنگ
نہ کر اسقدر فوج توراں کو تنگ

وہ بولا کہ اے مرد فرخ نہاد
تری بات کا ہے مجھے اعتماد

کیا تجھکو اسواسطے یاں طلب
مری بات سن گوش جاں سے تو اب

جو یہ آرزو ہے بہم صلح ہو
تو پھر شیو زسفند دہر کو

حوالے کرے میرے اسباب
زر و مال بھی دے مجھے بے حساب

کہ کیخسرو نامور کے حضور
روانہ کروں پھر ہو پیدا فتح و سرور

جو خسرو کرے اسکے سر کو جدا
تو خالی ہو کینے سے دل شاہ کا

تو یہ جا کہہ تو اے شاہ سے
نہیں صلح منظور ہرگز مجھے

ولے پاس خاطر ہے تیرا ضرور
یہ برائی صلح تھی ورنہ دور

تہمتن سے رخصت ہو پیراں گیا
یہ احوال خاقاں سے ظاہر کیا

سنا جبکہ خاقاں نے احوال سب
لگا کہنے گردان چیں سے یہ تب

کہ اے نامداراں کہو تم شتاب
تہمتن کی ہے بات کا کیا جواب

کیا عرض شنگل نے اے شہریار
نہیں صلح منظور یاں زینہار

بلا سے ہوئے گشتہ دو چار گرد
بفضل خدا یاں ہیں بسیار گرد

یقیں ہے کہ کوئی یل کینہ جو
کریگا زبوں رستم گرد کو

جو یہ بات شنگل سے کہنے لگی
تو سب نامداراں نے تائید کی

یہ سنکر خوشی سے لگا کہنے شاہ
کہ بہتر ہے پھر جنگ کیجے پگاہ

ولے دل میں پیراں کے تھا پیچ و تاب
نہ دیتا تھا اس بات کا کچھ جواب

وہ بیٹھا تھا خاموش تھی عقل دنگ
کہ مجلس کا اسوقت تھا اور رنگ

غرض شنگل گرد روز دگر
دلیرانہ ہو کر سوار اسپ پر

گیا سوئے میداں ہو نعرہ زن
پکارا کہ اے رستم پیلتن

رکھوں ہوں میں تجھ سے تمنائے جنگ
کیا سنکے وہ گرد پولاد چنگ

کمر میں مخالف کے از روئے کیں
کیا بند رستم نے نیزہ وہیں

اٹھا کر گرایا اسے خاک پر
کیا چاہتا تھا اسکا قلم سر

وہ اٹھکر پیادہ گریزاں ہوا
سوئے لشکر چیں شتاباں ہوا

ہوا اسکے دنبال رستم دواں
ولے آ لشکر چینیاں

سلامت وہاں سے اسے لے گیا
یہ شنگل نے خاقان سے جا کر کہا

کہ رستم کے آگے ہیں سب گرد پست
بجا ہے اسے کہیے گر پیل مست

دلیری میں یکتا ہو وہ شیر مرد ۔ نہیں کوئی اسکا یہاں ہم نبرد
یہ سنکر ہوا شاہ چیں پر غضب ۔ لگا کہنے یوں کیا ہوا ...

عبث تھی وہ مجلس ہوئی ... ۔ یہ ظاہر ہوا وہ گو تو ہر سپاہ
وہ بولا مرے ساتھ تھے سو سپاہ ۔ تو پھر جاکے رستم سے ہم ...

شہ چیں نے شنگل کو انجام کار ۔ سواران جنگی وہ تیس ہزار
دگر بار شنگل بقصد وغا ۔ سپے زہ کمانے ...

ہوئے گرد رستم کے یکسر سوار ۔ ہوا گرم ہنگامۂ کارزار
ولیکن نہ تھا رستم کو کچھ بھی غم ۔ بیک تیغ و نیزہ کر ...

گئے پھر دلیران پیکار جو ۔ ادھر سے رستم کی امداد کو
دلیروں سے کہنے لگا پہلواں ۔ کہ اس جنگ سو ہاں نہ ...

نہ ہو انکے انبوہ سے بیباک ۔ کمر و کوشش وجہد بیخوف و باک
بگرز گراں اب ستیزہ کرد ۔ سر چینیاں ریزہ ر...

یہ کہکر کہوں میں کہ پیکار تھی ۔ قیامت وہاں اک پدیدار تھی
پیاپے تھی یوں ضرب گرز گراں ۔ کہ جس طرح تیک ...

ہوا ساتھ داماد کاؤس کا ۔ تہمتن سے آکر نبرد آزما
خروشاں ہوئے گرز گراں ۔ کہ سادہ ... دی سادہ

مقابل ہوا آکے پھر کاکسال ۔ وہ اس سے غافل کہ آیا زوال
لگا گرز جو اکبار اسکے سر ۔ تو بس ہوگئے بید مرگ ...

وہیں ... تھا رستم کے کف ۔ گئے کشتے صدہا گیا جسطرف
وہ شنگل کہ تھا گرد جنگ آزما ۔ تہمتن سے کاتھوں ...

تہمتن از بسکہ تھا جوش کیں ۔ ہوا حملہ آور سوئے شاہ چیں
سواران ایرانیاں یک ہزار ۔ گئے ہمراہ رستم

جہاں پہلوان رستم کینہ خواہ ۔ گیا جبکہ نزدیک قلب سپاہ
ہوئی فوج خاقاں کی حملہ کناں ۔ قیامت ہوئی اک ...

سواران چیں بسکہ ... ہوئے ۔ جو صحرا میں کشتے نکلے ہوئے
جو رستم کی دیکھی دلیری وہاں ۔ تو خاقان چیں کو ہوا

پیام اسنے بھیجا کہ اے نامور ۔ نہ ہو گرم پیکار بس صلح کر
یہ سنکر لگا کہنے وہ نامجو ۔ جو خاقاں کو ہے صبا ...

تو پیل سفید و دہیم زر ۔ مرصع وہ اورنگ و گنج و گہر
یہاں بھیجدے اب کہ ہے یہ تمام ۔ سزاوار کیخسرو ...

غضبناک سنکر ہوا شاہ چیں ۔ سپہ سے یہ بولا کہ از روئے کیں
کرو تیر باراں سوئے پہلواں ۔ دلیرانہ ہو گرم ...

ہوئی بارش تیر ہر چند پر ۔ تہمتن کا ہر گام تھا پیشتر
پہونچکر جو رستم نے پھینکی کمند ۔ تو خاقاں سے ...

گرا خاک پر فیل سے شاہ چیں ۔ لیا باندھ ایرانیوں نے وہیں
ز دو کشت رستم ہوئی ... ۔ کہ صحرا ہوا پھر خون ...

غرض لشکر چیں گریزاں ہوا ۔ سوئے کشور چیں شتاباں ہوا
شہ چیں کا اسپا بہ زرداں جو تھا ۔ سواران ایراں نے

تعجب کی ... ہے یہ ... چرخ ۔ ہمیشہ سے مشہور ہے جور چرخ
زمانے کا ہر دم ہے رنگ دگر ۔ کبھی شام ہے اور

زپیل و نہ اورنگ زرکار تھا ۔ شہ چیں پیادہ گرفتار تھا
اسے طوس کے پاس لایا کشاں ۔ دلیروں نے پھر رستم

یہ بولا کہ شنگل کو جانے نہ دو ۔ یورش کر کے ہر بار سو گھیر لو
ولیکن جو نزدیک تھا وقت شام ۔ ہوا جاکے آسودہ ...

گریزاں ہوئے شب کو تو رستہ پا ۔ ...
شہ پیر گرد وہاں آ ...

روانہ شدن رستم از کوہ ہماوں بر لے

جنگ افراسیاب آمدن پولادوند شاہ ختن بمقابلہ رستم و ظفر یافتن پہلوان و بہ فتح و فیروزی مراجعت نمودن و آمدن رستم بحضور کیخسرو

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار ۔ تو کوئی نہ ترکوں کا دیکھا سوار
سپہ سے لگا کہنے رستم کہ واہ ۔ تہمتن ... ہوا ...

سواران ترکاں کو فرصت ملی / بیاباں سے بیرنج و غم راہ لی
سلامت گئے حیف تورانیاں / ہے خواب غفلت میں ایرانیاں

یہ کہہ کر کیا حال معروضہ کو / رواں پیش کیخسرو نامجو
وہ پیل سفید اور وہ تخت عاج / قراداں زر و گوہر و گنج و تاج

گیا لیکے اس داور کے حضور / فرامرز رستم کا فرخندہ پور
ہوا شاہ کیخسرو نامدار / شگفتہ ہوا دل بہ رنگ بہار

فرامرز کو خلعت و زر دیا / اسے مورد لطف و احساں کیا
تہمتن کو بھی خلعت پر گہر / دیئے عنایات با گنج و زر

پے طوس و گودرز و گیو و رہام / کہاں تک میں لوں پہلوانوں کا نام
وہ جتنے تھے گردان جنگ آزما / ہر اک کیلئے خلعت و زر گیا

روانہ ہوا سوئے افراسیاب / تہمتن کرے تاکہ اسکو خراب
حضور سپہدار توراں دیار / کہا جاکے پیران نے یوں آشکار

کہ لشکر نے یکدست کھائی شکست / کیا سربلندوں کو رستم نے پست
شہ چیں کو میداں سے روز نبرد / پکڑ لے گیا رستم شیر مرد

ہوا پر الم سنکے افراسیاب / بہت دل کو اسکے ہوا اضطراب
کیا نامداروں کو اس نے طلب / کہا یوں کہ مصلحت کیا ہے اب

لگے کہنے مردان جنگ آزما / کہا چیں نے ناحق طلب کی تنہا
یہ سمجھا کہ ہیں مرد میداں اگر / ذرا حکم ہوئے تو اب و تر

کریں رستم گرد سے جاکے جنگ / ملادیں اسے خاک میں بیدرنگ
وہ بولا کہ رستم ہے لشکر شکن / توانا و زور آور و پیلتن

بہت جنگ میں آزمایا اسے / کسی سے ذرا بھی نہ پایا اسے
خدنگ و سناں گرز و تیغ و تبر / بدن پر نہ اسکے ہو کچھ کارگر

غرض قتل بدخواہ دشوار ہے / نہیں سہل یہ کام زنہار ہے
پھر اک نامہ شاہ ختن کو لکھا / طلب پھر امداد اس کو کیا

ختن کا سپہدار پولادوند / دلیر و نبرد آزما زورمند
ختن سے وہاں ہوکے پہنچا شتاب / ہوا شامل شاہ افراسیاب

سہم شاہ توران و پولادوند / سوئے لشکر رستم ارجمند
شتاباں چلے با سپاہ گراں / دلیران? گردان جنگی جواں

تہمتن بھی ہر روز تھا رہ نورد / توقف نہ کرتا تھا وہ شیر مرد
کہیں راہ میں ایک آیا حصار? / کہ واں گرد کا تور? تھا قلعہ دار

وہ رستم سے آکر ہوا کینہ خواہ / عدم کی طرف اسنے لی وہیں راہ
وہ حصن متیں فتح جسدم ہوا / رواں پیشتر واں سے رستم ہوا

سپہدار توراں کے جب متصل / ہوا خیمہ زن رستم شیر دل
تو سالار ترکاں سے پولادوند / لگا کہنے یوں اے شہ ارجمند

جو شب گذری اور صبح ہو آشکار / کروں جاکے رستم سے میں کارزار
غرض دوسرے روز وقت پگاہ / دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ

مبارز طلب آن کے جب کیا / پے جنگ تب گیو جنگی گیا
رہا کر کے شاہ ختن نے کمند / کیا پہلواں گیو کے سر کو بند

یہ چاہا کہ لیجائے کھینچکر / کہ اتنے میں یہ حال کر کے نظر
رہام اور بیژن نے جا کر کمند / رہا کی? سو شاہ پولادوند

ہوا شاہ کا بند بازو سپر / ولیکن کیا شہ نے زور اسقدر
کہ وہیں گئیں ٹوٹ دونوں کمند / علم کر کے پھر تیغ پولادوند

ہوا سوئے گردان جنگی جواں / کیا اسنے زخمی اسے بیدراں?
پہنچکر بیک ضرب شمشیر کیں / کیا خستہ پس گیو کو بھی وہیں

جو میداں میں زخمی ہوئے سر و تن? / تو گودرز با خاطر پر محن
گیا پیش رستم وہ نالہ کناں / کہا یوں اے پہلوان جہاں

ہوئے ہائے زخمی یہ تیرے پسر / شتابی سے تو جاکے امداد کر
یہ سنکر گیا رخش پر ہو سوار / سوئے رزمگاہ رستم نامدار

کنارہ کے رستم نے کی جب رہا / تو شاہ ختن نے چرا سر لیا
چو خالی گئی پہلواں کی کمند / تو گرز گراں لیکے پولادوند

گیا اور مارا جو اس گرز کو / تو رنجہ ہوا رستم نامجو
ہوا خوں رواں سر ہوا دردمند / رہا زین پہ قائم پیل ارجمند

دلے درد سے تھی نہ تاب [illegible] / رہا جو کرکے [illegible] زخم بدخواہ پر
خدا سے کی تہمتن نے التجا / کہ عاجز ہے اب رحم کر یا خدا

وہ طاقت مجھے بخشی ہے سچ یوں
کروں تا کہ بدخواہ کو پائمال یوں
پھر اتنے میں بدخواہ نے آنکر
رواں تیغ کی گردن کے کتف پر
نہ جوشن میں لیکن اثر کچھ کیا
یہ شاہ ختن دل میں کہنے لگا
کہ افسوس اب دل یہ وہ گرز ہے
کہ لرزاں صدا جس سے البرز ہے
ولے کھا کے یہ ضرب گرز گراں
نہ ہرگز ہلا زیں سے پہلواں
مری تیغ براں تھی خارا شگاف
دو پارہ کرے سنگ آہن کو صاف
پڑے والے اس گرز کے جسم پر
ذرا بھی نہ ہرگز ہوئی کارگر
پھر اسنے کیا میل کشتی وہاں
تہمتن سے کی خواہش دل عیاں
تہمتن نے سنکر پذیرا کیا
ولیکن یہ اسوقت اس نے کہا
کہ افراسیاب دلاور کہاں
طلب کیجیے تا کہ اے پہلواں
کرے آکے پیمان و عہد استوار
کہ بھیجے مدد کو نہ کوئی سوار
غرض اس سخن سے تھا یہ مدعا
کہ رستم نے دم راست اپنا کیا
سپہدار توران گیا پھر وہاں
تہمتن نے اس سے کہا یوں بیاں
شہا عہد و پیماں یہ باہم تو کر
کہ ہٹ جائے لشکر عقب سر بسر
کہ ہے فاصلہ نیم فرسنگ کا
مدد کو نہ پہنچے کوئی دوسرا
پذیرا کیا شاہ نے یہ سخن
پھر آہستہ آکر شہ پیل تن
لگا کہنے شاہ ختن سے کہ ہاں
زمیں پر گرے جبکہ یہ پہلواں
جگر چاک اس کا وہیں کیجیو
توقف کو تم راہ مت دیجیو
رہا ہاتھ سے تیرے گر ہوویگا
تو پھر کام دشوار تر ہوویگا
گیا کہنے افراسیاب دلیر
فرو لے کے گھوڑے سے دونوں شیر
ہوئے دونوں مصروف کشتی بہم
لگے کرنے ہر دم درشتی بہم
کیا زور رستم نے انجام کار
کہ دشمن نہ قائم رہا زینہار
اٹھا کر جو پٹکا اسے خاک پر
تو بیدم ہوا وہ شہ کینہ ور
ولے دم چرایا بداندیش نے
کیا مکر بدخواہ بدکیش نے
یہ سمجھا وہیں رستم ارجمند
کہ بس مر گیا شاہ پولادوند
گیا یہ سوئے رخش ہو کر سوار
گریزاں ہوا اٹھ کے وہ شہریار
کہا جا کے اے شاہ افراسیاب
نہیں زینہار آدمی کی یہ تاب
کہ ہوں رستم گرد سے ہم نبرد
حضور اسکے ہے کوہ البرز گرد
رہائی مجھے اس سے سوجھی تھی کب
ہوا مکر و حیلہ سے جانبر میں اب
عقب اسکے پہنچا چو گرد ابر
تو گردان توران نے برسائے تیر
تہمتن کی بھی فوج پہنچی وہیں
ہوا گرم بازار پرخاش و کیں
لگا کہنے لشکر سے پولادوند
کہ تخت و زر و گنج نام بلند
یہاں سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں
بھلا کس لئے ہوجئے گرم کیں
چلو پھر سوئے دیار ختن
یہ کہکر گیا شہریار ختن
لگا کہنے پیراں سے شاہنشہا
سپہ لیکے شاہ ختن اٹھ گیا
ہوئی اس سبب سے یہ بیدل سپاہ
نہیں سوئے پیکار مائل سپاہ
مناسب نہیں ہے توقف یہاں
سوئے خانہ بس ہوجئے اب رواں
غرض شب کو وانسے بصد اضطراب
گریزاں ہوا شاہ افراسیاب
لگا ہاتھ رستم کے پھر مال و گنج
مبدل ہوا ساتھ راحت کے رنج
تہمتن نے ہر اک کو با صد طرب
کیا ملک توراں کو تقسیم جب
بفتح و ظفر لے کے پھر مال و زر
گیا پیش کیخسرو نامور
ہوا شاد کیخسرو نامجو
دیا گنج و زر رستم گرد کو
ہوا اسکے سب مال معزز وہ بھی
تہمتن کو بخشا بفرط خوشی
کہا بیژن و گیو کو پھر طلب
وہ توران سے آئے پیچھے سب
کہو قصہ اب اور با آب و رنگ
سناؤں میں اکوان رستم کی جنگ
ہوا جشن آراستہ ایک روز
سر تخت خسرو تھا جلوہ فروز

جنگ رستم با دیو اکوان و کشتہ شدنش از دست رستم

امیران و گردان ایران و بار
حضور اسکے حاضر تھے سب نامدار
کہا ایک چوپاں نے رواں آنکر
وہیں دیو ہے صورت گور خر
کہیں وہ بہشت سے آ گیا
کسی اسپ کو اس نے ضائع کیا
یہ کہنے لگا خسرو پیلزور
نہیں ورنہ میں ہمسر اسپ گور
تعجب ہے حیرت کا ہے مقام
کہ آکر کیا گور خر نے یہ کام
یہ سنکر وہیں موبدان کہن
لگے کہنے یوں ہنس کے شاہ زمن

کہے ایک اکوان دیو لعین
سرچشمہ صحرا میں ساکن گزیں

ہوا دشت میں آشکارا نکر
وہی دیو ہے صورت گورخر

سنا جبکہ یہ دیو کا ماجرا
ختن سے خسرو نے تب یوں کہا

کہ اے پہلواں رستم پیلتن
ترا کام ہے کشتن اہرمن

نہیں اور کو تاب پیہ زینہار
یہ تکلیف بھی تو ہی کر اختیار

وہیں لیکے گرز و کمند و سناں
تہمتن ہوا سوئے صحرا رواں

سوئے گورخر جاکے پھینکی کمند
وہ غائب ہوا کچھ نہ پہنچا گزند

پھر اکدم میں پیدا ہوا وہ لعین
یہ دیکھا وہیں کھینچکر تیغ کین

کیا چاہئے تھا زخم اس پر رہا
نظر سے وہ پوشیدہ پھر ہوگیا

یہ سمجھا تہمتن یل پیل زور
کہ ہے بیگماں دیو اکوان یہ گور

غرض اس طرح سے وہ دیو پلید
کبھی تھا نمایاں گہے ناپدید

رہا تین دن تک ہوا نا خراب
نہ آرام ہوتا دیکو نہ شب کو خواب

بروز چہارم سوار دلیر
ہوا اور صحرا میں آرام گیر

گیا خواب میں جبکہ وہ پہلواں
تو پھر آکے دیو اکوان دواں

زمیں کو شتابی بریدہ کیا
اٹھا کر تہمتن کو لیکر گیا

ہوا جبکہ بیدار وہ پیلتن
لگا کہنے تب اس سے یوں اہرمن

کہ دریا میں پھینکوں میں یا کہ پر
کہ تا استخواں ریزہ ہوں سربسر

اسے دیو ناپاک نے پھر وہیں
دیا پھینک دریا میں روئے زمیں

گرا جبکہ دریا میں تب بیدرنگ
سو رستم گرد دوڑے نہنگ

جوانمرد اس وقت لا ملجا پناہ
سوا آفرینندۂ مہر و ماہ

زرہ سے دلیری علم کر کے تیغ
لگا قتل کرنے انہیں بیدریغ

یل پیلتن خوب تیراک تھا
دلیر و جوانمرد بیباک تھا

شناور رہا یکدست سو پہلوان
بدست دگر تھا ستیزہ کناں

بعون عنایات و لطف خدا
کنارے پہ پہونچا وہ جنگ آزما

سلاح و لباس اپنا کر خشک واں
ہوا پھر سوئے دیو اکوان رواں

یہ اس چشمہ پر رفتہ رفتہ گیا
کہ گھوڑوں کا گلہ جہاں چراگاہ تھا

جوانمرد کا رخش چرتا تھا واں
ہوا پھر سوار اسپہ وہ پہلواں

جو چوپایاں تھا خسرو کی سرکار کا
وہاں اسنے گلے کو ہکانا تھا

سپہدار توران کا گلہ باں
کہیں اپنے گلے کو لایا وہاں

رواں دیکھکے گلہ ہوا پیلتن
سو خسرو خسروان زمن

خبر پاکے چوپان افراسیاب
سوئے رستم گرد آیا شتاب

اسے دیکھکر رستم نامور
خروشندہ واں ہوکے جوں شیر نر

یہ بولا کہ رستم میرا نام ہے
نبرد آزمائی میرا کام ہے

تمہارا جو ہے شاہ افراسیاب
کیا میں نے اسکا تھا لشکر خراب

بھلا کس لئے تم مقابل ہوئے
عبث سوئے پیکار مائل ہوئے

یہ کہکر وہیں کھینچکر تیغ تیز
کیا قتل کتنوں کو وقت ستیز

یہ مردانگی دیکھ حیراں ہوئے
وہ ناچار یکسر گریزاں ہوئے

تہمتن ہوا پھر رواں پیشتر
نگہباں لگے شام و سحر

چلے تھا وہ منزل بمنزل دواں
کہ ترکوں کی پہونچی سپاہ ناگہاں

خبر پاکے رستم اک نامدار
سپہ لیکے اور پیل جنگی ہزار

گیا کرکے یلغار بہر نبرد
مقابل ہوا اسکے وہ شیر مرد

کئے کشتہ گرداں بہت تیغ سے
کیا قتل کتنوں کو شمشیر سے

کئے کشتہ پھر گرز سے بیدرنگ
چہل نامداراں بہنگام جنگ

سواروں کو یکدست کرکے تباہ
لئے گرد نے چار پیل سیاہ

وہ سرگرد فوج توراں دیار
ہوا جا وہ پیادے دشت فرار

بفتح و ظفر رستم پہلواں
ہوا پیشتر پھر وہاں سے رواں

طرف سے تھا خسرو کے اک اہرا
کیا پیش اسکے وہ جنگی سوار

وہ گلہ بھی اور چار پیل بلند
سپرد اسکے کرکے یل ارجمند

روانہ سوئے بیاباں ہوا
پئے جنگ اکوان شتاباں ہوا

پہنچکر سر چشمہ وہ پہلواں
خروشاں ہوا مثل شیر ژیاں

کہا دیکھکے سوگند گرتے ہو
تو اسے دیو آ سامنے کر نبرد

نہیں کار مرداں سے پیکار جو
کہ آزار دیں خواب میں مرد کو

دلیرانہ آیا مقابل وہ دیو
لگا کہنے رستم سے کرکے غریو

کہ جنگ نہنگاں سے بچ کر رہا
پھر آیا یہاں تو بہ لطف خدا

یہ سنکر تہمتن نے ڈالی کمند / کمر کو کیا دیو کی آن کے بند
بیک ضرب گرز گراں پھر وہیں / پریشاں کیا مغز دیو لعین
جدا دیو کے جسم سے کر کے سر / شتابی سے فتراک سے باندھ کر
رواں ہو کے پہونچا پیش خسرو گیا / شہنشاہ نے اعزاز اسکا کیا
جو دیکھا سر دیو حیراں ہوا / تہمتن کا خسرو ثنا خواں ہوا
طلب کر کے پھر سیم و زر بیشمار / کیا رستم پہلواں پر نثار
پھر اک جشن ترتیب شہ نے کیا / مہیا تھا اسباب سب عیش کا
بہم خسرو و رستم نامور / رہے مائل عیش شام و سحر
رہی بزم عشرت وہاں چند روز / رہا دور جام مے دل فروز
کیا عرض رستم نے یوں بعد ازاں / کہ اے خسرو خسروان جہاں
مرے والدیں ہیں آرزوئے وطن / مجھے کیجئے رخصت سوئے وطن
تہمتن کو خسرو نے رخصت کیا / بہت مال و زر گنج اسکو دیا
دو منزل گیا اسکے ہمراہ شاہ / تہمتن کا افزوں کیا عز و جاہ
اب آگے بیاں رزم بیژن کروں / کہن قصہ کو تازگی سے لکھوں
کہوں کیا کہ ہے یہ عجب داستاں / کہ سننے سے ہو شاد جسکے رواں

رفاقت بیژن پسر گیو طرف ارمان برائے جنگ گرازان و شتاب شدن در مرغزاری و فریفتہ شدن منیژہ دخت افراسیاب بر جمال بیژن پہلوان و ہمراہ بردنش بشبستان خود و خبر یافتن افراسیاب ازین ماجرا و قید کردن در چاہ تاریک و رہا کردن رستم از بند و رفتن سوے ایران

کہیں آ کے ارمانیاں ایک روز / حضور جہاندار گیتی فروز
بسان غریبان و بیچارگاں / لگے کرنے فریاد شور و فغاں
کہ ارماں ہیں خسرو سرفراز / تبھی ہاں ہیں ہزاروں گراز
نہ چھوڑیں زراعت نہ برگ شجر / ستاتے ہیں مردم کو شام و سحر
ستم سے گرازوں کے ہم آئے ہاں / نظر کر حال ستم دیدگاں
یہ خسرو نے سنکر نظر کی وہیں / سوئے پہلوانان ایران زمیں
اٹھا بیژن پور گیو دلیر / شہ شیر صولت سے بولا وہ شیر
مجھے حکم ہووے شہ نامجو / کروں قتل خوکان خونخوار کو
دلے گیو بولا کہ اے شہریار / یہ کار آزمودہ نہیں ہے بہار
یہ سنکر لگا کہنے گرد دلیر / جواں ہوں ولیکن ہوں شیر ببر
یہ کہکر وہیں بیژن پہلواں / ہوا شاہ سے ہو کے رخصت رواں
چلے اسکے ہمراہ گرگیں گیا / بحکم جہاندار کشور کشا
گرازوں کے بیشے میں پہنچا وہ جب / گرازاں مقابل ہوئے آ کے سب
گرازوں سے بیژن ہوا ہم نبرد / لگا کرنے شیری مثل شیر مرد
نہ زنہار گرگیں مددگار تھا / فقط وہ جواں گرم پیکار تھا
گراز ایک آیا سوئے پہلواں / کہ پارہ کیا جوشن پہلواں
وہیں پہونچکر شمشیر آبگوں / دو پارا کیے اسکو کیا غرق خوں
غرض اس طرح سے بگرز و خدنگ / ہزاروں کئے کشتے ہنگام جنگ
گرازان خونخوار کو قتل کر / کیا دشت کو بحر خوں سر بسر
لگا دی وہاں آگ بھی چار سو / جلے سب گرازان بیکار جو
بفتح و ظفر خرم و شادماں / رہا جا کے پھر دشت میں پہلواں
کئی روز مشغول عشرت رہا / پھر اک روز گرگین نے اس سے کہا
کہ یاں دشت میں ایک ہے جشن گاہ / ہر اک جا سے گل شگفتہ ہیں واں
منیژہ ہے اک دخت افراسیاب / نہیں ہے دگر اسکے ہمرا شتاب
وہ ہر سال آتی ہے واں سیر کو / لئے ساتھ اپنے کئی شعلہ خو
یہ گرگیں نے قصہ کیا جب بیاں / لگے کہنے تب اسکو باشارگاں
کہ صحرا میں ہے ان دنوں نازنیں / بیٹھے سیر اس جا اقامت گزیں
ہر اک نے منیژہ کی تعریف کی / بیاں حسن کی اسکے توصیف کی

سنا وصف جب ماہ رخسار کا — ہوا دل سے مشتاق دیدار کا
جو پہونچا وہاں بیژن نامور — تو یہ دور سے اسکو آیا نظر

کمر کھنچی ہوئی ہے بناز و ادا — لیے ساتھ اپنے کئی دلربا
کنیزان ہیں پیراسن نازنیں — ستارے ہوں جو گرد ماہ جبیں

چھلکتا ہے واں بادہ و چنگ و رود — گل سرو مینا و جام سرود
گیا بیژن گرد جب متصل — ہوا شیفتہ تب منیژہ کا دل

ہوا پہلوان عاشق دلستاں — ہوئی دلستاں عاشق پہلواں
لگی کہنے وہ غیرت ماہتاب — کہ ہے کسقدر خوف افراسیاب

کہ کوئی نہیں آسکے ہے یہاں — عجب ہے کہ یہ بیشہ اور یہ جواں
چلا آیا اسطرح سے بے خطر — نہ ہرگز کیا اسنے کچھ بھی حذر

منیژہ نے دایہ سے پھر لیکر کہا — کہ تو اس جواں کے ذرا پاس جا
شتاب اس سے احوال دریافت کر — کہ یہ آن پہونچا ہے کیونکر ادہر

شتابان ہوئی دایہ خوشخصال — ہوئی جاکے بیژن سے پرسان حال
یہ کہنے لگا دایہ سے وہ جواں — مرا نام ہے بیژن پہلواں

پے جنگ خوکاں میں آیا ادہر — کیا دفع میں نے انہیں سربسر
سنا میں نے یہ دخت ہے خوبرو — ہوئی دیکھنے کی مجھے آرزو

مجھے شوق دیدار لایا یہاں — بعز و تمنا میں آیا یہاں
یہ کہکر اُسے دی وہ انگشتری — مجھے دیکھ حیرت میں جو جوہری

کیا اور بھی اُسکو امیدوار — کہا پھر یہ تدبیر کر ایک بار
کہ دیکھوں منیژہ کے پاس آنکر — تماشائی رخسار رشک قمر

یہ سنکر گئی دایہ باصد طرب — کہی داستاں سے حقیقت یہ سب
منیژہ یہ بولی کہ لاؤ اُسے — مرے پاس لاکر بٹھاؤ اسے

گئی دایہ پھر پیش بیژن وہاں — لگی کہنے اُس سے کہ ای پہلواں
منیژہ نے تجھکو کیا ہے طلب — گیا ساتھ اسکے وہ باصد طرب

لگا کہنے گرگیں ہیں ٹھہرو یہاں — تری پاسبانی کرے پہلواں
ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین گرگ — ولے کینہ آور تھا مانند گرگ

یہ جانا کہ واں بیژن پہلوان — اسیر بلا ہووے گا بیگماں
گیا جب اُدہر بیژن نامدار — یہ بدکیش ٹھہرا وہاں زینہار

وہیں لیکے بیژن کے شبدیز کو — رواں سوئے ایراں ہوا کینہ جو
گیا جب کہ بیژن تو وہ نازنیں — گئی سوئے خرگاہ اُٹھکر وہیں

کہا پھر محبت سے واں ہمکنار — منیژہ نے بیژن کو بے اختیار
ہوا جب تمام آغوش آرام دل — میسر ہوا سربسر کام دل

ہوئی بادہ پیمائی بفرط طرب — رہے عیش سے واں یہ روز و شب
بروز چہارم ہوا بے خبر — گیا خواب میں بیژن نامور

ہوا مستی بادہ کا جبکہ جوش — رہا کچھ نہ زنہار بیژن کو ہوش
عماری زریں میں پھر لگا زود تر — منیژہ اسے لیگئی سربسر

نہفتہ کیا قصر میں رات کو — رکھا سب سے پوشیدہ اس بات کو
ہوا جبکہ بیدار اور ہوشیار — گرفتار جب ہوا نامدار

بہت دلمیں اپنے پشیماں ہوا — نہایت دل اسکا پریشاں ہوا
لگا کہنے اے کردگار جہاں — تو ہے عالم آشکار و نہاں

پڑے ہے تجھپہ گرہیں نی صد فسوں — سوئے راہ بد وہ ہوا رہنموں
اسیر بلا اسنے مجھکو کیا — عوض اس سے لی بار ایسا تھا

منیژہ نے کی جمع خاطر کمال — کہا یوں کہ دلکو نہ رکھ پر ملال
جوانوں کو در پیش ہو رزمگاہ — کبھی شادی و عشرت و بزمگاہ

فدا ہوں میں اور تجھپہ قربان ہوں — رضا جو تری میں دل و جان ہوں
مرے گھر کو اپنا ہی تو خانہ جان — مری جان مجھکو نہ بیگانہ جان

اگر شاہ توران سے پہونچے ضرر — تو جاں ہو مری تیرے آگے سپر
تو اب شوق سے عیش کرتا رہے — کہ ہرگز نہیں جائے اندیشہ ہے

یہ کہکر لگے پینے باہم شراب — ہوئے دولت وصال سے کامیاب
شب و روز رہنے لگے ہمکنار — نہ تھا کچھ بھی بیش اُن سے زنہار

[illegible] — کسی پر نہ یہ راز تھا کچھ عیاں
کسی سال گذرے یہ عیش و سرور — [illegible]

[illegible] گردش چرخ انجام کار — کہ پکیر نہیں [illegible] روزگار
خبردار دربان ہوا ناگہاں — [illegible] خوف جاں

گیا وہ ہیں ویران خانہ خراب
ہوا شاہ سنکر بہت خشمگیں
شبیدرہ کا ہرگز نہیں اعتبار
وہ ہے لائق قید و بند گراں
کہ بھیجا سواران پیکار جو
یہ سنکر چلا گرشیوز کینہ خواہ
در کاخ مسدود آیا نظر
جو دیکھا پہنچکر در خانہ پر
نہ چنگ و دف و رود تنہا ہیں واں
شہنشاہ توران کا یہ کاخ ہے
کہ یاں ہے نہ توسن گزر نہ نظر
نہیں کوئی ہمدم مددگار ہے
دلیرانہ آیا در خیمہ پر
مقابل ہو میرے جو کوئی جوان
تو نیکی کرے مجھسے گر ایکبار
جو دیکھا کہ بیژن ہے لیبر جوان
کیا ساتھ بیژن کے عہد استوار
اسے لیگیا سوئے افراسیاب
گیا وہ گرفتار جب پیش تخت
لگا کہنے بیژن کہ لائق نہ جو
مرا یار گم ہو گیا ناگہاں
یکایک ہوا اک پری کا گزر
پری نے پہونچکر غضب یہ کیا
اثر سے فسوں کے وہ بے خبر
نہیں تھی پری تیغ برگشتہ تھا
تو وہ ہے کہ باگرز و تیغ و خدنگ
نہیں ماست تیرا کبھی زینہار

کیا عرض یوں پیش افراسیاب
فراخان سالار کو تیس وہیں
کوئی جاکے ان کو یہ ایکبار
عقوبت ہے اسپر روا بیگماں
تو محصور کر جاکے اس کاخ کو
گیا تا در کاخ لیکر سپاہ
شکستہ کیا در کو پھر زود تر
تو اک مرد بیگانہ آیا نظر
سہ صد حور چہرہ پرستندگاں
یہاں اسطرح سے تو گستاخ ہے
کروں کسطرح ساتھ دشمن کے جنگ
جہاں آفریں بس مددگار ہے
خروشاں ہوا آکے جوں شیر نر
تو کھوئے سر اپنا وہیں ناگہاں
چلوں ساتھ سوئے شہریار
مرے گشتہ ان کے ہوا بیگماں ..
لیا اس سے وہ خنجر آبدار
گرشاں سر برہنہ بحال خراب
کہا شاہ توران نے اے نیکبخت
بجنگ گرازاں میں آیا ادھر
سوئے دشت آیا تفحص کناں
اڑا لیگئی مجھکو واں آنکر
تو مجھکو عماری میں بٹھلا دیا
پری وہ مجھے لیگئی اپنے گھر
تو مجھے کیا [illegible] اسیر بلا
لڑا اسپ کرتا تھا میدان جنگ
تو جانبر نہ ہووے گا انجام کار

کہ شاہا گیا ننگ ناموس مفت
بلا کر کہا مصلحت اب ہے کیا
اگر کاخ میں غیر کو بار ہے
سخن شاہ نے سنکے سالار کا
شبستاں میں دیکھے کسی کو اگر
سنی بانگ قانون چنگ رباب
گیا اندرون محل کینہ خواہ
منیژہ ہے اور وہ جوان ہمکنار
یہ دیکھا کہ گرشیوز کینہ جو
ہوا سنکے بیژن کو تب اضطراب
ہوا بخت برگشتہ انجام کار
یہ کہہ رہا ہیں لیکے نام خدا
کہ بیژن ہوں میں پور گیو دلیر
ہیں اس خنجر تیز سے اب کروں
روا شاہ مجھپر نہ رکھے ستم
گرفتار کرنا ہے دشوار تر
ہوا ہاتھ سے جبکہ خنجر جدا
نہ ہو طالع نیک یاور اگر
ترا کیونکر توران میں آنا ہوا
لگا کہنے صید افگنی اہل جنگ
ہوا خفتہ پھر میں بزیر درخت
شہ وار پھر فوج توران ہوئی
عماری میں بیٹھی جو تھی نازنین
نہیں اسمیں زنہار میرا گناہ
لگا کہنے پھر شاہ توران کہ یار
اور اب دست بستہ مثال زناں
سنی جب یہ گفتار افراسیاب

منیژہ کا اک گرد ایماں ہے جفت
فراخان نے یہ عرض شاہ سے کیا
تو پھر اسمیں کیا جائے تکرار ہے
یہ سن کر گرشیوز کینہ جو سے کہا
تو اے آستاں بان اسے باندھ کر
لیا گھیر ہر اک طرف سے شتاب
گیا پھر ادھر تھی جدھر رشک ماہ
سبھی بے حیایانہ ہیں بادہ خوار
ہوا نعرہ زن یوں کہ ہر کون تو
لگا کہنے کہا کہ وہ ہیں ہیچ و تباہ
نہ ہرگز موافق رہا زینہار
لیا کھینچ خنجر جو موزے میں تھا
شجاعت کے پیتے کا اک زہرہ شیر
بہت نامداروں کو بس غرق خون
شفاعت کرے تو مری کچھ قسم
کہ مرنے پہ اب آنے باندھی کمر
گرفتار بیژن کو اسدم کیا
تو ہرگز نہ کچھ کام آوے نظر
شبستاں میں کسطرح جانا ہوا
خوشی سے تھے چرخ فیروزہ رنگ
سوئے خفتہ کو پاس سے نا سخت
عمارت اک اسمیں نمایاں ہوئی
پڑھا اسپہ افسوں پری زاد میں
وہ آلودہ عصیاں سے ہوں رشک ماہ
کہ لیے سخت گرشتہ روزگار
یہ گفتار مستانہ کہتا ہے ہاں
یہ کر گرشیوز کینہ جاسے شتاب

ہوا دل میں سخت اندوہگیں | کئی دن ہوا واں اقامت گزیں
یہ سنکر سنبھالے بے اختیار | ہوا گیو بے اختیار اشکبار
یہ چاہا کہ گرگین بدکیش کا | کرے خنجر تیز سے سر جدا
اسے پیش کیخسرو نامدار | تو جا لیکے اے پور فرخ شعار
سر تو لیگیا تھا مرے پور کو | کہاں گم کیا تو نے اے کینہ جو
کرے ہے تو اب مکر کی گفتگو | ملاؤں تری خاک میں آبرو
نشانی سے پھر تیغ کھینچکر | کروں میں جدا جسم سے تیرا سر
دو صد تازیانے لگائے وہیں | کیا خستہ گرگیں کو از رہ کیں
گیا گیو لیکر اسے پیش شاہ | بچشم پر آب و ہمل کینہ خواہ
مرا لائے تھا ایک نور بصر | کہ دلشاد تھا جس سے شام و سحر
کرے ہے یہ گفتار مکر و فریب | کہ سنکر اڑا لیس قرار و شکیب
پہونچ داد کو میری ای شہریار | کہ گرگیں نے مجھکو کیا سوگوار
سر گرگیں نے تجھسے بیاں کیا کیا | سنا تھا جو اس نے وہ شہ سے کہا
شہنشہ نے گرگیں کو دیں گالیاں | کیا پھر گرفتار بند گراں
نظر کرکے وہ طالع وقت پر | لگے کہنے پیش شہ نامور
یہ سنکر کہا شہ نے پھر گیو کو | کہ رکھ جمع خاطر اے نامجو
چھوڑا لاؤں بیژن کو اب بند سے | ملاؤں تجھے تیرے فرزند سے
کہ اختر شناسوں کی گفتار کا | اسے کچھ بھی زنہار باور نہ تھا
نشاں پاویں اسکا تو فوز المراد | خبر دیں ہمیں آنکر شاد شاد
تو نوروز تک کیجیو انتظار | کہ جب آوے نوروز و فصل بہار
ہوا گیو شاداں یہ سنکر سخن | دعا دی کہ اے سرور انجمن
یہ کہکر گیا پہلواں اپنے پر | وہیں پھر سواراں پرخاش پر
سوئے ہر طرف وہ تفحص کناں | ولیکن کہیں کچھ نہ پایا نشاں
گیا گیو با خاطر پر الم | دل زار بیتاب اور چشم نم
طلب کرکے پھر جام گیتی نما | لگا دیکھنے شاہ کشور کشا
بہت غور سے تھا نظارہ کناں | سوئے ہفت کشور شہ خسرواں
سو کشور گرگساراں میں نگاہ | پڑی جب تو کیا دیکھتا ہے وہ شاہ

غرض باغم و درد آیا یہاں | یہ توسن جو پایا سو لایا یہاں
یہ سمجھا کہ بیشک ہوا وہ جواں | گرفتار رنج و بلائے ناگہاں
کہا لیک گودرز نے پھر وہیں | کرت کھینچ اسپر تو اب تیغ کیں
وہیں گیو پھر با دل دردمند | یہ گرگیں سے بولا بآنگ بلند
کیا تو نے مجھکو تباہ و خراب | گیا چشم و دل سے مرے صبر و خواب
تجھے لیچلوں پیش خسرو ابھی | اسے اس حقیقت سے دوں آگہی
پکڑ بال گرگیں کی پھر بعد ازاں | اسے لیچلا واں سے گردن کشاں
ہوا نیلگوں سر بسر جسم زار | ہوا پس وہ بیہوش انجام کار
کیا عرض ای شاہ گیتی پناہ | مرے سر پہ آئی یکایک بلا
اسے کرکے گم آپ آیا یہاں | یہ گرگیں بدکیش نکبت نشاں
بجز توسن بیژن پہلواں | نہیں اور بیژن کا ہرگز نشاں
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں | لگا گیو سے کہنے خسرو وہیں
پھر احوال گرگیں سے پوچھا تمام | وہ بیہودہ کرنے لگا واں کلام
کیا شہ نے پھر موبداں کو طلب | کہا دیکھو احوال بیژن کا اب
کہ توراں میں ہے زندہ وہ پہلواں | ولے ہے گرفتار بند گراں
سو ملک توراں میں کھینچو سپاہ | وہاں جاکے ترکوں سے ہو کینہ خواہ
یہ کہتا تو تھا خسرو پاک دیں | ولے گیو کو تھا نہ ہرگز یقیں
کہا شاہ نے پھر کہ اے نامدار | پئے جستجو کھینچ ہر سو سوار
مبادا نہ ہووے اگر آگہی | تو مت کیجیو صبر سے دل تہی
نظارہ کروں جام گیتی نما | کہ دریافت احوال ہو گرد کا
جہاں میں ہے آورہ جبتلک ہے جہاں | بصد حشمت و دولت و فر و شاں
روانہ کئے گیو نے چار سو | کریں جاکے بیژن کی وہ جستجو
جو نوروز فرخ ہوا جلوہ گر | تو پھر پیش کیخسرو نامور
جو خسرو نے دیکھا اسے بیقرار | پریشان دل مضطر و اشکبار
[illegible] | [illegible] وہ اس جام میں سربسر
نشاں بیژن نامور کہیں | [illegible] نہیں
کہ بیژن کنوئیں بیچ نگونسار ہے | بصد رنج و خواری گرفتار ہے

ادراک وخت اسکی ہے خدمتگذار
مگر چاہ میں قید اور خستہ ہے
وہ بولا کہ اے خسرو نامجو
تہمتن ہے پیل افگن شیر جنگ
ہُوا گیو لے نامۂ شہریار
زبانی سخن اور لکھو نہیں تم
کرم رام سے اپنے وطن میں ہوئے
وے بیژن نامور کا یہ حال
مرا بیژن پہلوان پور ہے
یہ کہکر پچھنگ وے دل فروز
جو نزدیک پہونچا یلِ نامدار
وہ رخت و جواہر مہیا کیا
ہُوا رستم گرد کا مدح خوان
پئے بیژن پور گیو دلیر
زمیں بوسہ دیکر وہ جنگی زبا
اگر سامنے آئے تیز و سناں
لگا کہنے خسرو سے اے پہلواں
تہمتن یہ بولا کہ اے تاجور
شتاباں ہوا بشکل بازرگاں
یہ سنکر ہُوا شاد شاہ جہاں
گرانمایہ ہشت ادہم بادپا
شتر تا پرانہ پرنیان و حریر
یلان شہر دآزما یک ہزار
تہمتن نے جب قصد توراں کیا
تو گرگین کو رستم نے پاسخ دیا
کیا یہ سخن گرگ نے جب بیاں
کہ گرگین کو اے شاہ رکھیے

کہ نسل کیاں سے ہے وہ گلعذار
سلاسل سے بس بست و پابست ہے
شتابی سے پروانگی مجھکو دو
نہیں گا نہ کام اس سے بیدرنگ
شتاباں ہوے رستم نامدار
فغاں کھینچتا تھا بصد درد و غم
نہاں سے نہ زنہار جنبش کروں
ہوا سنکے اے گیو غمگیں کمال
مرے دیدۂ زار کا نور ہے
رہے محفل آرا بہم تا سہ روز
تو وہیں بحکم شہ نامدار
وہاں تخت زر ایک برپا کیا
کہا تو ہے پشت و پناہ کیاں
گوارا تو کر رنج اے نرہ شیر
دعا و ثنا کرکے کہنے لگا
ترے حکم سے میں مڑوں کی عناں
یلان قوی جنگ جنجو ہیں یاں
سپاہ گراں لیکے جاؤں اگر
کروں جاکے تدبیر ایسی وہاں
مہیا کیا رخت سوداگراں
وہ اشتر پرانہ گوہر بے بہا
سحائف ہر اقلیم کے بے نظیر
گئے ہمراہ رستم نامدار
پھر گرگین نے سوقت اس سے کہا
کہ صادر ہوئی تھی یہ ایسی خطا
ہوئے پور گرگین کے زاری کناں
مرے ساتھ رخصت اسے کیجیے

کیا شہ نے پھر گیو سے یوں بیاں
نہ اندیشہ رکھ کر خدا پر نظر
کہ جاؤں چھڑا لاؤں بیژن کو یاں
مرا نامہ لیجا سوئے سیستاں
اسے جاکے نامہ دیا شاہ کا
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا
بہت سینہ کھینچے ہیں رنج و محن
ترے درد سے ہیں جگر خستہ ہوں
تو رکھ جمع خاطر نہ کر اضطراب
بروز چہارم بسامان و ساز
گئے اسکے لانے کو سب پہلواں
بٹھایا تہمتن کو اس تخت پر
مددگار گردان ایران و یار
کہ تیرے سوا اے یل نامدار
کہ اے شاہ شاہان روئے زمیں
میں اس کام پر چست باندھوں کمر
انہیں ساتھ لیجا جنہیں چاہے تو
تو ایسا نہ ہو کھاکر وہ پیچ و تاب
کہ آساں ہو یہ کار مشکل شتاب
جو طیار یکدست ساماں ہوا
پر از جامہائے سہ صد شتر
ہزار اشتر القصہ ہمراہ تھے
وہ پہنچے ہوئے جا بکاروان
رہا کر اسے گرد فرخندہ خو
کہ لیتا خطا ہوا ایسی شور بخت
کیا عرض رستم نے پھر لاجرم
یہ رستم کو خسرو نے پاسخ دیا

ترا پور زندہ ہے ای پہلواں
کہ آوے رہا ہو کے تیرا اسیر
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلواں
کہ تا آوے یاں رستم پہلواں
سب احوال بیژن مفصل کہا
کہ اے گیو میرا ارادہ یہ تھا
نہیں چاہتا دل چھٹوں وطن
پئے کار بیژن کمربستہ ہوں
کہ لاؤں رہا کرکے اسکو شتاب
روانہ ہوا رستم سرفراز
وہ آیا تو خسرو ہوا اٹھ رواں
وہ بیٹھا تو کیخسرو نامور
بخصم افگنی تو ہے پیل دمار
نہیں چارہ گر یاں کوئی زینہار
ترا ہوں میں اک چاکر کمترین
چھڑا لاؤں بیژن کو از قوت
رواں لیکے ہو فن کر جنگجو
کرے قتل بیژن کو افراسیاب
ملے دست افسوس افراسیاب
تو رستم رواں سوے توراں ہوا
متاع گرانمایہ پاکیزہ تر
پر از تحفہ خوب و دلخواہ تھے
ہوے سر بسر صورت ساربان
مجھے لیجیے اب اپنے ہمراہ تو
ترا نام بیش خداوند بخت
حضور شہنشاہ کیوان علم
کہ یہ عہد مجھ سے ہو ممکن کیا

دلیرانہ تم گرم پیکار ہو
کہ یہ بیژن رستم و جنگجو

نہ جانبر ہوں میداں سے ایرانی
نہ ایراں کا زندہ رہے اک سوار

سنی جب سواران نے گفتار شاہ
ہوئے حملہ آور سوئے رزمگاہ

سواران توران و ایرانیاں
ہوئے گرم پیکار باہم وہاں

تہمتن نے لیکر وہیں گرز تیغ
کئے قتل ترکاں بہت بیدریغ

ہوئے کشتہ تورانیاں بیشتر
ہے غالب بر ایرانیاں سربسر

ہوا جب وہ میداں میں کچھ کامیاب
گیا بھاگ واں سے افراسیاب

گیا اسکے دنبال رستم دواں
دو فرسنگ مانند شیر ژیاں

گئے کشتہ و خستہ صدہا ہزار
پھر آیا بفتح و ظفر نامدار

زر و مال و اسباب افراسیاب
گیا بھاگ پھر سے ایراں شتاب

سنا جبکہ مژدہ دل نواز
کہا شاہ کیخسرو سرفراز

لگے پیشوا نامداراں تمام
ہوئے دیکھکر سب وہ شاد کام

گیا جبکہ نزدیک درگاہ شاہ
تو آکر جہانگیر گیتی پناہ

تہمتن کو با صد خوشی لیگیا
ثنا خواں ہوا رستم گرد کا

دعا و ثنا کی تہمتن نے بھی
شہنشہ کی کی بجا بندگی

منیژہ بھی اور بیژن پہلواں
گئے جب حضور شہ خسرواں

ہوا شاد کیخسرو پاک دیں
ہوئے گیو و گودرز بھی خوش وہیں

ہوا دور خاطر سے اندوہ غم
لگے رہنے مسرور خرم بہم

ہوئی ختم بیژن کی اب داستاں
سنو قصہ برزوئے پہلواں

جنگ کردن برزو با رستم و رسیدن افراسیاب بایران و رفتن کیخسرو بمقابلہ او با فوج گران و شکست خوردن افراسیاب و باز رفتن بطرف توران

جو ناکام ہو کر بصد اضطراب
سوئے چیں گیا شاہ افراسیاب

تو آیا نظر راہ میں اک جواں
تنومند مانند پیل دماں

کہے بادشاہ ہو نہیں شاق [illegible]
نہیں جانتا ایک نام پدر

سنا ہے یہاں سے کلا کر وزباں
کہیں سے سوار آگیا ناگہاں

ہوا آن سکے وہ طالع کا آب
پلایا اسے اسنے پانی شتاب

ہوئی اسکے دل پر ہے غالب ہوس
جواں نے کیا اسکو ہمچو لبیس

روانہ ہوا واں سے پھر وہ سوار
بحکم خدا یہ ہوئی باردار

خدا جانے تھا کون وہ پہلواں
نہیں اسکا معلوم نام و نشاں

جو پیدا ہوا تو شاہنشہا
بہرا نام مادر نے برزو رکھا

جو دیکھا اسے شاہ نے سیلتن
رواں ساتھ اسکے کیا پیرتن

مرا ایک دشمن ہے رستم بنام
دلیری و مردی میں مشہور عام

مجھے سخت اب اس نے عاجز کیا
پراگندہ خاطر ہوں صبح و مسا

اگر یہ شہ [illegible]
کہ ہو گرم کیں فوج ایراں زمیں

گماں ہو یہ مجھکو کہ ہنگام جنگ
تہمتن تیرے ہاتھ سے ہو و جنگ

سنا جب یہ برزو نے تب یوں کہا
کہ تھوں میں صد حیف شاہنشہا

تو اک گرز سے ہوا یوں اسقدر
تیرے اے دلیں ہے خوف و خطر

لگا کہنے سالار عالی جناب
دیکھ تن سے مانند یکصد غراب

توانائی اس کی بیاں کیا کروں
بجا ہے اگر کوہ آہن کہوں

نہ اس پہ ہو گرز و سناں کارگر
شہر گر کر ہے تیغ و ناوک اثر

یہ سنکر ہوا خندہ زن وہ جواں
کہا شاہ سے اس نے پھر یوں بیاں

کہ میداں میں [illegible] سپہر [illegible]
تو صد گز آہن کو ریزہ کروں

سپاہ و تیری اور تو بھی نامور ہے
کروں یوں تہمتن سے [illegible]

نہیں ہے اگر رزم کی تجھکو تاب
رکھا نام کیوں شاہ افراسیاب

نہیں تجھکو شایاں ہو نام شہی
نہیں تجھکو زیبا کلاہ شہی

یہ سنکر ہوا منفعل بادشاہ
ہوا اس سے خواہاں امداد شاہ

کہا یوں کہ گر کشتہ ہو اے جواں
تیرے ہاتھ سے رستم پہلواں

کروں تجھکو میں شہ ماہ جبیں
کروں تجھکو سالار اقلیم چیں

قسم کھا کے برزو نے پھر پیش شاہ
کہا یوں کہ اے شاہ خورشید جاہ

فریبرز اور طوس میدان میں
ہوا شادماں شاہِ توران زمیں
ہوا پُر غضب رستمِ پہلوان
فریبرز اور طوس کو کر روان
گئی نصف شب تھی کہ پہنچا وہاں
سپہر تخت زریں ہوا افراسیاب
فریبرز و طوس بھی مع تخت
اسیران کو پھر لیکے سردار
اٹھا ایک کو اپنی سرپشت پر

جو آئے مقابل تو اک آن میں
ہوا غمزدہ خسرو نامدار
لگا کہنے اے خسروِ خسروان
ترے پاس لاؤں بفضلِ خدا
اسیران جو پابستہ تھے جہاں
خوشی سے پئے پے بہ پے شراب
لٹے ہیں پڑے دشت با روئے تخت
کہ مسطور تھا جنکا رکھنا جہاں
شتابان ہوا رستم نامور

اٹھا زمیں سے برزو نہیں لیگیا
طلب رستم نامور کو کیا
تو رکھ جمع خاطر کہ جاؤں شتاب
یہ کہکر گیا رستم جنگجو
یہ سمجھا کہ برزو کی خرگاہ ہے
چھپا دست با خاطر شادماں
یہ کہتا ہے آنکہ وہ کمبخت شاہ
نگہباں جو غافل ہوا تب وہیں
اٹھا دوسرے کو وہ گستہم پل

یہ بند گراں اُن کو بستہ کیا
یہ احوال خسرو نے اس سے کہا
سو پہلوانانِ افراسیاب
وہ لے گیا ساتھ گستہم کو
جو دیکھا تو بیٹھا وہاں شاہ جو
نشستہ ہیں پیران برزو وہیں
کرو قتل مثلِ سیاوش پگاہ
تہمتن نے کھینچا تب تیغ کیں
سرا پردہ سے آئے وہ جب نکل

یہ سنکر نہ کچھ شہ نے پاسخ دیا
جو تابان ہو خورشید وقت پگاہ
نہیں مجھکو زنہار کچھ خوف جان
ہماسے ہو قالب میں جبتک کہ جان
مقابل ہوں با تیغ و گرز خدنگ
سوا اسکے جیتے ہیں گردن فراز
دگرگوں ہو رنگ زمانہ اگر
وے رستم گرد جنگ آزما
عماری تو اس وقت تیار کر
بلاؤں میں واں جاکے سیمرغ کو
دلیران ایران یہ سنکے خبر
نہ ٹہرے یہاں گر تو اے پہلوان
تہمتن نے پھر یادل دردمند
مجھے صبح میدان میں آنکر
ہوا زخم کاری سے بیکار میں
پھر اتنے میں پہونچی خبر یہ بحال
بغلمیں لیا پیلتن نے وہیں
تو پہونچی مجھے راہ میں یہ خبر
فرامرز سے جب سنا یہ سخن
دم صبح پھر برزو کینہ ور
فرامرز سے رستم پیلتن
یہ رستم سے کہنا کہ ہونگیں نبرد
جو دیکھا کہ گرمیں ہے وہ گرم جنگ
کہا شاہ نے یوں فرامرز کو
وہاں لے گئے تو سن یل ارجمند
فرامرز تھا بسکہ چوں پیل شیر
سو جنگ میں آیا تو با صد طرب

تہمتن کو بس وہیں رخصت کیا
تو برزو سے میں جاکے ہوں رزمخواہ
نہ میدان سے موڑوں میں ہرگز عنان
سو جنگ کیوں شاہ لاوے عنان
کرو غرق خوں میں اسے بیدرنگ
دلیرانہ ساتھ اسکے ہوں رزمساز
تو جو دل میں آوے کرے نامور
سراپردہ میں جبکہ اپنے گیا
کہ ہوں صبحدم میں شتابان ادھر
شتابی ہوں سیمرغ سے چارہ جو
دوان پیش رستم گئے سربسر
تو قائم رہے پھر نہ کوئی جوان
کہا یوں کہ زیر سپہر بلند
کرے جب طلب برزوے کینہ ور
سو جانہ جاتا ہوں ناچار میں
کہ آیا فرامرز جنگی جوان
دئے بوسے بالائے چشم و جبین
کمر برزو سپہ لیکے آیا ادھر
لگا کہنے رستم پیلتن
پکارا سو رزمگاہ آنکر
یہ بولا کہ اے مرد لشکر شکن
ہوا تھا جو کل تجھسے گرم نبرد
وہ دوسے ڈالتا ہے خار تنگ
شتابی تو برزو سے ہو جنگجو
یہ برزو سے بولا بانگ بلند
درشت و تنومند ہیبت و دلیر
مگر سیر ہے جان سے اپنی تو اب

گیا جبکہ رستم تو آشفتہ ہو
سنانے کو دن ہفتہ اسکا جگر
کہا سنکے گودرز نے یہ سخن
مبارک ہو شہ کو شب و روز رزم
کرے جنگ برزو سے گیو دلیر
یقیں ہے کہ گردان خواہاں کہیں
کہا سنکے گودرز سے اسطرح
زوارہ سے بولا کہ ای پہلوان
پہونچکر وہاں زال زر سے ملول
زوارہ نے سب کیا یوں بیان
لگا کہنے ہر ایک اے پیلتن
فدایاں سے جنبش نہ کر زینہار
بسر ہو گیا بس ہو وقت جنگ
کروں جنگ کیا دست بستہ کے
یہ سنکے لگے رونے سب نامدار
ہوا مور دل سے الم سربسر
فرامرز بولا کہ اے پہلوان
یہ سنکر وہاں سے ہوا بیدل
تو آرام کر جا سو خیمہ گاہ
کہ آنے مرے سامنے کوئی مرد
سراسر لیکے ساز و یراق
دیا سب نشان جنگ دیروز کا
فرامرز پھر پیش خسرو گیا
ملا کہ اگر کہیں ہو فرشتہ وہاں
نہیں ہم نبرد اسکا جوان یہ آ
ہوا مست برزو اسے دیکھکر
فرامرز بولا کہ اے کینہ ور

لگا کہنے یوں خسرو نامجو
ملاقات تہ خاک و خوں سربسر
کہ اے خسرو جمدان زمن
کہ حاضر ہیں بیٹے پچہ جنگے بدم
ستیزندہ بیژن ہو مانند شیر
کریں جائے برزو زبر زیر زمین
کہ بیٹے کیا اب بیان جس طرح
ارادہ ہے میرا سے سیستان
سر و دست کا اپنے درمان کرو
کہ ہے عزم رستم سو سیستان
تنے ہی سپاسی ہے یہ انجمن
یہاں رکھ تریاے شتاب فراز
فلک نے کیا مجھکو بیتاب و تنگ
نہ ہے کام کیا زخمی و خستہ سے
تہمتن بھی اسدم ہوا اشکبار
ہوا شاد رستم اسے دیکھکر
ہوا ایسی جو ہندوستان سے رواں
غرض کرکے یلغار پہنچا وہاں
کہ تا دور ہو سب رنج راہ
گیا سنکے گر ہیں بلے نبرد
تو جانے سے میدان پہ بے لیاق
سو از الغرض رخش پر ہو گیا
خوشی سے زمین بوس حاصل کیا
یہ سنکر شتابان ہوا پہلوان
تو اب آنکے مجھ سے کر کارزار
ولیکن یہ بولا کہ اے کینہ ور
ہو بیٹے تمکو سے رزمگاہ رزمگاہ

ترے ساتھ جل کر کریگا نزار
کیا جب ہوا رات کو بادہ خوار
کیا شب کو با عیش و عشرت سحر
مجھے اس خوشی کا نہ تھا کچھ اثر

سنی اسکی برزو نے آواز جب
لگا کہنے جی میں کہ ہے یہ غضب
کہ اسپ و یراق و لباس جواں
وہی ہے جو دیروز تھا بیگمان

ولیکن جو دیکھوں ہے پیکر کو غور
تو پاتا ہوں آوازہ تیرا اور
نہیں گرد دیروزہ ہے یہ مگر
تو بولا وہیں برزوئے کینہ ور

ہوا کشتہ یا خستہ شاید وہ مرد
کہ دیروز تھا جو مرا ہم نبرد
وہ ہرگز نہیں تو ولے تیرے پاس
مقرر اسی کا ہے یہ سب لباس

فرامرز بولا کہ دیوانہ ہے
تمیز خرد سے تو بیگانہ ہے
وہی ہوں کہ تجھکو کیا تھا زبوں
کروں گا غرض آج میں غرق خوں

یہ کہہ کر دکھائے سب نشان نبرد
یہ سنکر ہوا غرق حیرت وہ مرد
لگا کہنے پھر یوں فرامرز کو
ترا نام کیا ہے بتا نامجو

وہ بولا کہ ہوں رستم پہلواں
مقابل نہیں میرے شیر ژیاں
مرا کام فیل افگنی ہے مدام
بجز جنگ شیراں نہیں مرا کام

سنا جبکہ نام یل ارجمند
تو برزو ہوا سخت اندیشمند
فرامرز نے لیکے گرز گراں
کیا سخت برزو کو جا کر وہاں

پیاپے جو تھی ضرب بالائے سر
تو ہرگز نہ فرصت ملی اسقدر
کہ برزو کے زخم اسپر رہا
حفاظت میں اپنی وہ مصروف تھا

ہوئی ریزہ ریزہ جو اسکی سپر
پریشاں ہوا زخم سے سر بسر
زمیں پر گرا برزو زور مند
فرامرز نے پھیر رہ کی کمند

اسے کشتہ کرنا نہ دشوار تھا
ولے یہ نہ منظور زنہار تھا
یہ چاہا کہ لیجائے کرکے اسیر
حضور خداوند تاج و سریر

ہوا گرچہ برزو اسیر کمند
ولے شاہ توران ہوا دردمند
سواراں سے بولا یہ افراسیاب
دلیرانہ ہو حملہ آور شتاب

ہوئے حملہ آور جو تورانیاں
تو پہنچے ادھر سے بھی ایرانیاں
سنو زور دست یل ارجمند
کہ اک دست سے کھینچتا تھا کمند

بدست دگر گرز کو ہاں تھا رواں
چپ و راست چوں پیک [illegible]
پھر اتنے میں پہنچا بمانند باد
سوئے رزمگاہ رستم شیرزاد

تہمتن نے اندیشہ یہ بس کیا
کہ برزو مبادا کہیں ہو رہا
رہا کر دیں دست چپ سے کمند
کیا اسنے برزو کی گردن کو بند

سواراں نے جہد فراواں کیا
بہت حملہ برزو نے بھی ہاں کیا
بہت سخت زور آزمائی ہوئی
نہ برزو کو لیکن رہائی ہوئی

کہ پنجے میں وہ شیر کے تھا اسیر
کہ دونوں تھے یل فیل گیر و شیر گیر
زوارہ نے دیں فرامرز کو
کہا یوں کہ لے گرد پیکار جو

کمند ایسے دیکھے ہو گرم جنگ
تو کر قافیہ جا کے ترکوں کا تنگ
کمند اسکو دیکے وہ مرد دلیر
ہوا گرم پیکار مانند شیر

ہوا دشت میں اسقدر کشت و خوں
کہ دامان صحرا ہوا لالہ گوں
غرض نیر تاباں ہوا جب نہاں
گئے تب سوئے خیمہ جنگ آوراں

بہنگام شب جا کے افراسیاب
کہا جا کے پیراں نے شہ اشتاب
تو اب پا نے الملک توران کی راہ
یہ سنکر روانہ ہوئی سب سپاہ

ہوا شاد سنکے خسرو نامور
لگے تہنیت دینے فتح و ظفر
پے قتل برزو ہوا حکم شاہ
ولے پہلواں رستم نیک خواہ

ہوا پیش خسرو شفاعت گزار
سر خوں سے گذرا وہ شاہ [illegible]
لگا کہنے رستم سے پھر شہریار
کہ برزو کو بیجا تو اے نامدار

سو خانہ رستم اسے لیگیا
فرامرز سے پھر یہ کہنے لگا
کہ لیجا اسے سوئے زابلستاں
وہ برزو کو لیکر ہوا پہلواں

رہا قید سے پھر نہ اک دم کیا
گرفتار زنجیر اس کو رکھا

خبر یافتن شہرو مادر برزو از گرفتاری

برزو آمدن در ایران برائے رہائی برزو و اظہار کردن نشان از رستم کہ برزو فرزند سہراب است

جو برزو کی ماں نے سنی یہ خبر
تو ایران میں آئی وہ خستہ جگر
اس آشفتہ خاطر کا شہرو تھا نام
پسر کی جدائی سے غمگیں مدام

نہ برزو کو پایا جو ایران میں — تو واں سے گئی زابلستان میں
ملی مادر برزوے نامور — کیا اسکو راہی بہت یک زرد
یہ شہرو نے اس سے کہا ایک روز — سرائی مادر مہربان خواہر دلفروز
وہ بولی کہ لا خواہر نیک نام — دیا اسنے وہیں لیکر طعام
وہ جب لیگئی پیش برزو طعام — ہوا دیکھ انگشتری شاد کام
زن نیکبخت آئی اک صبح سحر — یہ سنکر لگا کہنے برزو اُسے
کہا بیٹے یہ راز پنہاں نہاں — ولیکن تو سمجھے ہیں کیسے نہاں
تو پھر لا سے ہوا رتازی سمند — بہنگام شب زیر کاخ بلند
پھر آئی وہ زن والئے یاہ طریہ — کہا اسکے شہرو سے احوال سب
گئی لیکے سوسن وہ برزو کے پاس — نہ لائی ذرا دلمیں بیم و ہراس
جب آیا وہاں برزوے نامدار — تو اسپان رہوار پر ہو سوار
سوار و پیادہ ہوئے رہ سپر — کہ کم تھا الہی مردان کا گذر
لگے کرنے اس دشت میں کارزار — ہم برزو و رستم نامدار
رکھی جنگ موقوف انجام کار — لگا کہنے برزو سے وہ نامدار
زن مطرب خانہ پہلوان — وہ بولی گنہگار ہوں بیگمان
پھر اوقت لے رستم نیک نام — گرسنہ ہوں کچھ کھا لیجے طعام
کیا وان طلب اپنے دستار خوان — یہ بولے تہمتن سے ہمراہیاں
تہمتن یہ بولا کہ میں کیا کروں — نہیں مجھسے ہوتا ہے بزم و زبون
تو شہرو نے اسکو نہ کھانے دیا — نہ زنہار اپنی زبان پر رکھا
ہوا خشمگیں برزوے نامدار — لگا کہنے لے رستم باوقار
سفید اب محاسن ہوئے تیری سب — نہیں شرم لیکن تجھے ہے عجب
نہ ہرگز دیا کچھ جواب سخن — لگا کہنے برزو کو لے سیلتن
دلیرانہ دونوں یل سرفراز — ہوئے لیکے گرز گراں زن نسان
بہت بعد کرچے کیا وقت کا — نہ لیکن گرا زیں سے کوئی سوار
ہوا ل سیاہ ہم نبرداں وہیں — سر سے کیا لیتہ از رہ کمیں
ہوئے پھر وہ پیاں باہم زمیں — مثال دلیران گردن فراز
تو برزو کا بھاگا دھر لادیا — وہ برزو کو بھی کھینچکر لے چلا

زن مطرب خانہ پیل تن — رہے تھی وہاں اس سے با مکر و فن
ہوئی نسبت خواہری پھر یہ بھی — وفور اس محبت کا تھا دمبدم
تو پہنچا اسکے پیش برزو آگر — تو بھیجوں طعام آج تیار کر
رکھی اسنے انگشتری بھی نہاں — کہ معلوم برزو کو ہو سب نشاں
لگا کہنے بھیجی ہے کسنے یہ چیز — وہ بولی کہ اے مرد صاحب تمیز
یہ ہے میری ماں ہو نہیں کچھ اُلپ — تجھے دے وہ مت اپنا یقین جا نکر
درون طعام اک سوہان تو لا — بریدہ کروں تا کہ زنجیر پار
مرا کھینچتا آن کر انتظار — کہ ہونگا روانہ میں ہو کر سوار
بہت مال شہرو نے لا کر دیا — بہت اسکا ممنون احسان کیا
سہ شنبہ کو بھی شکر لائی وہاں — کہ برزو نے اسکو کہا تھا جہاں
وہ شہرو وہ زن اور برزوے دلیر — شتاباں ہوئے کے توران میں
ملا راہ میں رستم نامور — پڑی جبکہ برزو پہ اسکی نظر
کئے زخم باہم رہا پیشتر — نہ لیکن ہوا ایک بھی کارگر
کہ کینہ نکر ہوا بند سے تو رہا — سنا حال برزو نے اس سے کہا
جو کچھ جی میں آئے سو کیجے سرا — کہ مجھ پہ ہے ہرگز نہ ایذا روا
پذیرا کیا گردنے یہ سخن — کہا اسنے اک گوشہ پھر سیلتن
ملا دا جو برزور داں تہراب — تو خسرو کو کیا دیجئے گا جواب
ملا کر وہیں زہر بھیجا طعام — گئے پیش برزو جو پہنچا طعام
زن مطرب خیرہ و بد سیر — ہوئی کھا کے شرمندہ راہ پھیر
ہوا اسکے جو کام سر زدیاں — نہیں یہ سزاوار نام آوران
ہوا خشمگیں رستم نامور — خجالت سے ہرگز اٹھایا نہ سر
اگر مرد تو ہے تو اُٹھ کر نبرد — یہ سنکر اٹھا رستم شیر مرد
ہیلی سے ہوئے گرز باہم رواں — ہوئے سست بازو جگہ آخر انہ
ہوا پھر کشتی اُنہیں پھر وہاں — فرود آئے گھوڑے سے وہ پہلوان
لگے زور کرنے بجوش و خروش — بہنگام کشتی ہوئے سخت کوشش
تہمتن کے تو سن نے وقت ستیز — رواں جب کیا زخم دندان تیز
نہ تھی خواہش برزوے زر مساز — کہ رستم کی ہو اس سے کچھ ساز باز

کروں تاکہ رم آپ کو زخم تر
ولیکن نہ رستم نے چھوڑی کمر

چڑھا اسکے سینے پہ تا بے دریغ
کہ اسکے سر کو جدا کھینچ تیغ

کہ سہراب کا یہ جواں ہے پسر
نبیرا یہ تیرا ہے اے نامور

وہ بولا کہ باطل ہے تیرا سخن
یہ بولی کہ اے رستم پیلتن

یہ کہکر نکالی وہ انگشتری
نگیں فیروزہ جوں مشتری

گرا پاؤں پر از سر انکسار
بیفرط خوشی برزو نامدار

کیا ایک پر پا تہمتن نے تخت
کہ بیٹھا وہاں برزو نیکبخت

بصد شادمانی ہوا ہمکنار
کیا سر پہ اسکے بہت زر نثار

زمیں پر گرا برزو انجام کار
نشانی سے پہچانے رستم نامدار

وہیں مادر برزوے پہلوان
لگی کہنے رستم سے رکھئے نشان

تو برزو کو مت قتل کر زینہار
ذرا دیکھیں کہ خوف پروردگار

گرانمایہ خاتم زرتاب کی
نشانی ہیں رکھتی ہوں سہراب کی

ہوا دیکھ کر شاد وہ نامجو
بغل میں لیا برزو گرد کو

پھر آئے بہم با دل شادماں
رواں ہوکے وانسے سوے سیستان

ملایا اسے زال سے بعد ازاں
ہوا دیکھ کر زال زر شادماں

ہوا کیا جشن عیش و طرب
نشاط و خوشی تھی وہاں روز و شب

رسیدن سوسن خنیاگر در ایران کہ بجادوگری طاق بود و بہر کمک آمدن افراسیاب و شکست یافتن

گیا شاہ ایران جو کھا کر شکست
دلیران ایراں ہوئے چیرہ دست

شب و روز جوں غنچہ دلگیر تھا
تحیر میں تمثال تصویر تھا

یہ بولی کہ میں اے شہ نامور
نہیں صرف رامشگر و نغمہ گر

تہمتن کی آگے کروں سب بدمست
نہیں ہوش جاتا اگر زور دست

ملاؤں فرامرز کو خاک میں
دلیر و نکالوں میں دم ناک میں

فسونسازی اپنی دکھائی ہے
طرف اس ارادے کے لائی اسے

وہ ہوشہ سے رخصت شاہاں ہوئی
روانہ سوے ملک ایراں ہوئی

وہ جب ملک میں پہنچی ایران کے
تو رستے میں پھر زابلستان کے

مسافر جو آتا تھا ہر صبح و شام
تو سوسن کھلاتی تھی اسکو طعام

مہیا تھے میوہ و چنگ و رود
شراب و کباب و رباب و سرود

ذرا ماجرا سنئے اک روز کا
کہ رستم کے گھر جشن شاہانہ تھا

دلیران ایراں سبھی تھے تمام
مہیا سرود و جفت رود و جام

سہم طوس گودرز میں تھا عناد
لگے کرنے واں گفتگو فساد

لیا طوس نے خنجر از روئے کیں
رہام دلاور نے جھٹکا وہیں

رہام دلاور پہ غصہ ہوا
یہ پھر برزو پہلواں سے کہا

کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
کہ طوس دلاور کو اے نامجو

لگا کہنے گیو بل نامجو
کہ گودرز اور طوس میں تندخو

ہوا تھا جدا جب انہیں برزو سیر
تو اس غم سے افراسیاب دلیر

زن گلبدن ایک سوسن بنام
کہ رامشگری میں تھی مشہور عام

مجھے علم جادوگری بھی ہے یاد
زمانے میں اس فن کی ہوں اوستاد

تو دیکھ اک تماشہ مرے سحر کا
کروں تن سے رستم کا اب سر جدا

پذیرانہ کرتا تھا افراسیاب
ولیکن زن ساحرہ نے شتاب

زر و مال و اسباب جو کچھ کہا
سپہدار توراں نے اسکو دیا

پیل جنگی اک اسکے ہمراہ گیا
کہ تھا پیلسم نام اس گرد کا

بنائی سرا ایک اور قلعہ ایک
پسندیدہ و خوب و دلچسپ و نیک

مراتب مسافر نوازی کے جب
ادا کرتی تھی وہ براہ طرب

مسافر نوازی نہ ہرگز تھی واں
کہ تیز رنگسازی تھی و پیکیاں

وہاں گیو گودرز جنگی سوار
پیل بیژن و طوس عالی تبار

تھی آراستہ محفل دلستاں
فرامرز شرف تھے پیر و جواں

زباں پر جو اس وقت گفتار تھی
سونا لائق وقت دشوار تھی

کف طوس سے کھینچ خنجر لیا
وہاں سے خفا ہوکے طوس اٹھ گیا

نہیں جانتا کیا تو رستم یہاں
کہ گودرز ہے سب ہی مہماں

تو اب جاکے لے آ شتابی یہاں
[illegible] گودرز وہیں پہ واں

سپاہ [illegible]
[illegible] کہنے سے [illegible]

دلیرے شست سے جو نکلتا تھا تیر ۔ سپر پردہ لیتے تھے وہ نوک تیر
ہوا جیسے ترکش تہی تب دمیں ۔ دلیرانہ سالار توران زمیں

مقابل ہوا لیکے گرز گراں ۔ یہ دیکھا تو ہومان نے آ کر وہاں
کہا شاہ سے یوں کہ ان پہنا ۔ نہ یہ قصد کر لے شہ نامدار

نہ ہوگا تو عہدہ برا گرز سے ۔ کہ برزو نہیں کم ہوا برز سے
وہ بولا کہ اب دلمیں لے نیک مرد ۔ فزوں تر ہو خشم سے نبرد کا درد

کہ ہے دشمن تازہ یہ پہلواں ۔ کیا سنکے ہومان نے پھر بیاں
کہ میداں میں گر کشتہ ہو یہ جواں ۔ تو نام آوری کچھ نہیں پھر یہاں

مبادا اگر تجھ کو پہنچے گزند ۔ خرابی ہو پھر اے شہ ارجمند
جو کچھ گرد ہوماں نے ظاہر کیا ۔ وہی حرف پیراں نے شہ سے کہا

یہ لشکر کو شہ نے کہا پھر کہ اب ۔ دلیرانہ حملہ کناں ہوویں سب
کرو قتل بدخواہ کو یا اسیر ۔ رہائی نہ پائے یہ گرد دلیر

ہے حملہ آور ہزاروں سوار ۔ لیا گھیر برزو کو انجام کار
پیادے ہوئے ترک اسپر رہا ۔ ولے زیں پہ قایم تھا وہ رہا

یہ احوال دیکھا تو آئے دواں ۔ فرامرز و رستم بفوج گراں
بہم گرم کیں ہر دو لشکر ہوئے ۔ رواں نیزہ و تیر خنجر ہوئے

یہ آواز شمشیر و گرز گراں ۔ ہوا دشت بازار آہنگراں
رواں ہر طرف اسقدر خوں ہوا ۔ کہ دریائے خوں جا بہامون ہوا

پھرا تنے میں کیخسرو شیر گیر ۔ شہ نامور شہ سوار و دلیر
نکل قلب سے مثل شیر ژیاں ۔ گیا پھر ادھر برزو دواں

جہاندار پہنچا جو برزو کے پاس ۔ تو یکدست ترکاں ہوئے بدحواس
گریزاں ہوا وہیں افراسیاب ۔ ہوا خسرو نامور فتحیاب

یہ چاہے تھا کیخسرو نامدار ۔ کہ دنبال سالار توران دیار
شتاباں ہو پھر رستم پہلواں ۔ لگا کہنے اے بادشاہ جہاں

یہ ہے آرزو اور تمنائے دل ۔ کہ زابلستاں یاں سے ہے متصل
وہاں آپ تشریف لیچلیں ۔ سرافراز بندوں کو اپنے کریں

ہوا پھر رواں سے زابلستاں ۔ جہاندار خسرو بصد فر و شاں
رہا جا کے یک ہفتہ رستم کے گھر ۔ ہوا شاد وہاں رستم نامور

کیا پیشکش مال و اسباب گنج ۔ تہمتن نے خسرو کو بہر و رنج
گزارش کیا پھر کہ اے بادشاہ ۔ ہوا چار صد سالہ یہ نیک خواہ

زروئے عنایت ہو فرماں اگر ۔ تو میں چند مدت رہوں اپنے گھر
فرامرز برزو رہیں ہمرکاب ۔ یہ سنکر جہاندار گردوں جناب

یہ بولا کہ اب شوق سے وہ بہا ۔ ولیکن تو پھر وقت آنا وہاں
بلطف و کرم برزو گرد کو ۔ دیا شہ نے عز و بہی شاد ہو

کہا یوں کہ اے کیخسرو ازروئے داد ۔ کہ ملک رعیت کو آباد شاد
فرامرز کو دیکے ہندوستاں ۔ کیا خرم و خوشدل و شادماں

بجاہ و حشم پھر سوئے تختگاہ ۔ روانہ ہوا زابلستان سے شاہ
بصد خوبی و خرمی و بہی ۔ ہوا اور رونق افزائے کاخ شہی

فرستادن کیخسرو گودرز را جانب توران بجنگ افراسیاب و آمدن پیران و ہومان با فوج گران مقابل پہلوانان و کشتہ شدن پیران و ہومان و شکست یافتن فوج توران و فتحیاب شدن پہلوان گودرز

طلب کرکے گودرز کو ایک روز ۔ لگا کہنے اے خسرو نیکروز
کہ لیکر سپاہ رستم نامدار ۔ سوئے ملک توران گیا چند بار

کیا نامداران توران کو پست ۔ ہوا شاہ توران کو دیکر شکست
اور اب ہے تری نوبت اے پہلواں ۔ سپاہ گراں لیکے تو جا وہاں

بد اندیش نے کی ہے پھر جمع فوج ۔ پہنچکر شتابی سے مانند موج
پراگندہ کر یکسر انبوہ کو ۔ کہ تا فتنہ کشور میں برپا نہو

قرامرز سے یوں کہا بعد ازاں
کہ تو جا کے اب سوے ہندوستاں
تصرف میں لاتا ہوا ملک کو
رہ ہند سے سوئے چیں آئیو

کہ توران میں گودرز جب پہنچے بانشاں
بہم ہو کے ملحق وہ فوج گراں
ببند پرشتابستہ و دلپذیر
سپہدار توراں کو کیجیئے اسیر

سپہ لیکے گودرز جنگی سوار
روانہ ہوا سوے توراں دیار
دل بیژن و طوس گیو جوان
گئے اسکے ہمراہ با فروشان

سنی شاہ توران نے جب یہ خبر
سپہ دیکے ہوماں کو تب زود تر
رواں سوئے گودرز جنگی کیا
عقب اسکے پیران ویسہ کیا

دو لشکر مقابل ہوئے آ کے جب
ہوا گرم بازار پیکار تب
گیا آپ ہوماں سے رزمگاہ
سر گردان ایران سے ہو کینہ خواہ

مقابل ہوا بیژن نامدار
ہوئے گرم پیکار دونوں سوار
ہوا آخر کار ہوماں ہلاک
ملا ترک جنگی تہ خون و خاک

اراکین ترکاں پریشاں ہوئے
سو فوج پیراں گریزاں ہوئے
ہوا شاد گودرز جنگ آزما
شہ نامور کو یہ اسنے لکھا

کہ ہوماں نے آ کر جو کی ہم سے جنگ
تو میداں میں کشتہ ہوا بیدرنگ
ہوئی فوج اسکی تباہ و خراب
دلیران و غازی ہوئے فتحیاب

اب آتا ہے پیراں بصد فر و شاں
لیئے ساتھ جنگی سپاہ گراں
تہمتن اگر پہنچے امداد کو
تو بہتر ہے اے خسرو نامجو

جہاندار خسرو نے پھر اور فوج
رواں کی پے امداد کی مثل موج
کہا یہ تہمتن کو اے نامجو
مددگار گودرز کا جا کے ہو

اور ہمرہ گو منہ پیراں کے ہر
مقابل وہ لشکر ہوئے آن کر
ہوئے گرم پرخاش از روئے کیں
دلیران و ایران توراں زمیں

بہت جنگ واقع ہوئی تا دو سال
ہوا سخت باہم جدال و قتال
بہت قتل ہوتے تھے پر ہر دو سو
نہ ہوتا تھا کم لشکر جنگجو

کہ ایران توراں سے بہر مدد
پہنچتا تھا واں لشکر جدید
ہوا کشتہ پیراں پھر انجام کار
ہوئے قتل واں بھی ور نامدار

گئی فوج توراں بحال خراب
حضور سپہدار افراسیاب
بشیر ہوئی فتح گودرز کو
ہوا شاد و خرم بل نامجو

باز لشکر کشیدن افراسیاب و رسیدن کیخسرو در توران و آمدن شیدا پسر افراسیاب برسم رسالت با خسرو تنہا درخواست جنگ کردن و کشتہ شدن شیدا از دست خسرو و بعد ازاں با ہر دو لشکر محاربہ عظیم بمیان آمدن و تباہ شدن و کشتہ شدن افراسیاب

سنی شاہ توران نے جب یہ خبر
کہ پیران و پیلسم نامور
ہوا کشتہ میداں میں وہ نبرد
ہوا شاہ کے دل کو تب سخت درد

یہ سمجھا سپہدار شوریدہ حال
کہ دولت کا میری اب آیا زوال
غمیں دل ہوا چشم گریاں ہوئی
بہت غم سے خاطر پریشاں ہوئی

دل زار سے کھینچ کر آہ سرد
لگا کہنے یوں شاہ با رنج و درد
کہ پیراں ہمارا تھا پشت و پناہ
سپہدار سالار توراں سپاہ

ہوا غم سے پیراں کی میں سوگوار
خوشی آتی نہیں زندگی زینہار
نہیں خواہش تاج و اورنگ ہے
کلہ خود و تخت بے رنگ ہے

مجھے کام دنیائے چیں سے ہے کیا
زرہ اور جوشن ہے جامے قبا
نہ لوں جب تلک شاہ ایراں سے کیں
مجھے خواب آرام ہرگز نہیں

غرض اپنی مجلس میں سر کا ہم پر
قسم کھائی اور جیت باندھی کمر
مگر فوج کے جمع کرنے میں شاہ
ہوا دل سے مصروف شام و پگاہ

سنا مژدۂ نصرت و فتح جب
ہوا خسرو نامور شاد تب
گذر آب جیحون شاہ جہاں
خوشی سے ہوا سوئے توراں رواں

سمرقند میں اور بخارا میں بھی / تصرف کیا جاکے با صد خوشی
کئی اور بھی شہر توران کے / ہوئے قبضے میں شاہ ایران کے
بٹھائے شہنشہ نے حاکم وہاں / ہوا ملک میں حکم شہ کا رواں
سپاہ و حشم خسرو کامیاب / ہوا فوج پیشیں سے ملحق شتاب
کہا شاہ توران نے عزم جزم / کہ خسرو سے کیجے دلیرانہ رزم
بہت گنج رکھتا تھا افراسیاب / فراہم کیا لشکر بے حساب
جہانمرد شیدا اک تھا پور شاہ / اسے شاہ توراں نے دی کچھ سپاہ
روانہ کیا سوے خسرو شتاب / عقب اسکے پھر آپ افراسیاب
شتاباں ہوا لیکے یکصد ہزار / سواران شائستہ کارزار
شہنشاہ نے جب سنی یہ خبر / سپاہ گراں تب رواں کی ادہر
خردمند شہزادہ لہراسپ تھا / اسے شہ نے سالار لشکر کیا
شتاباں ہوا آپ بھی بعد ازاں / سپے جنگ سالار تورانیاں
تہمتن بھی زابل سے پہنچا وہیں / ہوا شاد واں خسرو پاک دیں
لگا کہنے اے گرد فرخ خصال / سپہدار لہراسپ ہو خوشخصال
اتالیق ہو جاکے اسکا تو آب / خبردار رہ اس سے ہر روز و شب
بدو لشکر میں جب فاصلہ کم رہا / تو یہ شاہ توراں نے نامہ لکھا
اگر تھی تو میری طرف سے خطا / کہ بے قتل پیراں کو ناحق کیا
نہ یہ جو بد تھا اسپہ ہرگز روا / کہ پیراں تھا دایہ ترا خسروا
کیا پرورش اسنے تجھکو تھا ہائے / نہ آیا تجھے رحم زنہار ہائے
خبردار مجھکو نہیں کچھ ہراس / کہ ہے لشکر بیکراں میرے پاس
دلیران میرے شیر غرندہ ہیں / پلنگان و شیراں کے درندہ ہیں
ولیکن نہیں چاہتا میں کہ یاں / کہ ناحق ہو خونریزی بے کراں
یہ بہتر ہے اب آشتی ہو بہم / کہ تا خلق آسودہ ہو یک قلم
چو باہم ہو قول و قسم استوار / کہ پیماں شکستہ نہ ہو زینہار
تو اقلیم توران سے جو سرزمیں / جو چاہے تجھے وہ نہیں ہے دریغ
زر و گنج و دیہیم و اورنگ زر / ترے واسطے بھیجوں ای نامور
دلیران و گردان توراں دیار / کریں چاکری تیری لیل و نہار
سوا اسکے دائم ملا ایک پور / ہے تیری خدمت میں با صد سرور
ہے میرے قالب میں جاں جب تلک / نہیں عہد سے میں پھروں تب تلک
اگر صلح تجھکو نہ منظور ہو / تو ہے مجھ سے تنہا میں پیکار جو
کرے کشتہ میداں میں تو جو مجھے / تو اقلیم توران مبارک تجھے
مرے پور ہوں تیرے محکوم سب / غلامی کریں تیری ہر روز و شب
جو روز وغا میں نے مارا تجھے / تو جان آفریں کی قسم ہے تجھے
کہ لہراسپ کو شاہ ایراں کروں / نہ زنہار کچھ دخل میں واں کروں
رہی جنگ سے گر تجھے ہو خطر / کہ رکھتا ہوں میں سخت زور و ہنر
تو میرے پسر ہے کہ شیدا ہے نام / ستیزندہ ہے اے شہ ذو الکرام
اگر شیدا کشتہ ہو ہنگام جنگ / تو گوشہ نشیں ہوں میں پھر بیدرنگ
زر و گوہر و تخت و تاج و کلاہ / زر و نقد و گنج و ملک و سپاہ
یہ ہر چند تجھکو بیکدست دوں / نہ پھر میں سرو کار ہرگز رکھوں
ہوا نامہ شاہ تیار جب / کہا شاہ توران نے شیدا سے تب
سمجھا تو اب پیش خسرو شتاب / دلیرانہ کیجو سوال و جواب
یہ کی عرض شیدا نے اے نامدار / دل و جان سے ہوں میں [illegible]
جو تا بولا کچھ یہ نیروی سخت / تو خسرو کو مقتل میں [illegible]
کروں قتل میں کھینچ کر تیغ کیں / کریں کشتہ گو مجھکو مردم وہیں
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب / دیا نامہ شیدا کو اسنے شتاب
وہ لیکر روانہ ہوا بس ادہر / شہ نامور کو یہ پہنچی خبر
ہوا خندہ زن خسرو نامدار / [illegible]
یہ بولا سپہدار افراسیاب / نہ لایا ستیزی کی زنہار تاب
ہوا صلح جو ہوسکے تا بکمال / ولیکن ہے مکار و بد خصال
وفا اسکے سینے میں ہے پر سخن / [illegible]
کمر دوں جب تلک میں نہ اسکو ہلاک / نہ کیں سیاوش سے سینہ ہو پاک
غرض پور سالار توراں دیار / قریب آیا حضور شہ نامدار

تو لایا بجا داب و رسم و نیاز بٹھایا اسے شہ نے با امتیاز
دلیرانہ شیدا نے کھولی زباں پیام پدر واں کیا سب بیاں
سنی جبکہ گفتار شیدا تمام لگا کہنے تب خسرو ذوالکرام
کہ میں آخر روز دونگا جواب یہ کہکر کیا اسکو رخصت شتاب
مکاں اک بنایا برائے فرود گیا شیدا پھر سے جائے فرود
کیا نامداروں کو شہ نے طلب لگا کہنے ان سے یہ خسرو کہ اب
ہوا مہرباں مجھ پہ دشمن مرا زر و مال و گوہر کرے ہے عطا
دلے اسکی اس مہربانی پہ خاک کہ ہرگز نہیں سینہ کینے سے پاک
وہ بیرحم مطلق پشنگا کا ہے ستمگار ہے مردم آزار ہے
اسے خواہش صلح تنہا نہیں یہ بھیجا پیام اسنے از روئے کیں
کہ مجھسے کرے آکے شیدا سے رزم ولیکن مدد کا ہے نہ کوئی عزم
غرض سخن شیدا کی تھیں جو ختم نمایاں تھا جیسے آثار خشم
جو میں اسکو رخصت نہ کرتا وہیں تو کرتا رواں مجھ پہ شمشیر کیں
یہ خسرو نے کہکر ارادہ کیا کہ ہو ساتھ شیدا کے جنگ آزما
دلیراں یہ بس ہے کہ افراسیاب مزور رہے ای شاہ گردوں جناب
نہیں مکر سے خالی اس کا سخن جفا پیشہ ہے مثل چرخ کہن
لکھا نامہ مکر تا بیدرنگ تو غیرت سے شیدا ہے سرگرم جنگ
اگر شیدا ایدا نہیں ہووے ہلاک تو ابھی بلا سے نہیں اسکو باک
کہ اک نامور نامداروں سے گر ہوا کم تو ہرگز نہیں کچھ خطر
مبادا جو خسرو کو پہنچے گزند خرابی ہو پھر زیر چرخ بلند
تبہ ہو وہیں بدست ایرانیاں قیامت ہو پھر اک برپا وہاں
نہ زنہار تو مثل آتش ہو تیز نہ کر ساتھ شیدا کے ہرگز ستیز
کہا پھر یہ رستم نے اے تاجور سحرگاہ شیدا کو رخصت تو کر
عقب اسکے نامے کا لکھکر جواب رواں کیجو سوئے افراسیاب
کہا شہ نے شیدا کو بوزر گر کہ رخصت کیا تجھکو اے نامور
کہا تو نے جو کچھ سو اسکا جواب عقب تیرے لایا ہے قارن شتاب
وہ بولا کہ ہے دل میں یہ آرزو کہ اے شاہ تو مجھسے ہو رزمجو
کہا شہ نے اچھا تو رہ آج یاں کروں تجھسے پیکار کل بیگماں
یہ گفتار سنکر ہوا شاد کام گیا شیدا پھر واں جہاں تھا قیام
سپہدار توران کے پیغام کا شہنشہ نے پاسخ مہیا کیا
لکھا جوں کہ اب اے شہ کینہ جو رہا کچھ نہیں ورجہ گفتگو
تو دیتا ہے جو گنج توران بار نہیں چاہئے کچھ مجھے زینہار
جہاں آفریں گر مرا یار ہے اور اقبال و دولت مددگار ہے
تو اورنگ و دیہیم و اقلیم و زر جو رکھتا ہے تو میرا ہے سب
تو ہے مثل شیر ژیاں گر دلیر تو میں ہوں ہژبر افگن و شیرگیر
خدا کی قسم ہیں تجھے بیدرنگ کروں کشتہ پیدا نہیں ہنگام جنگ
ترے شیدا نے مجھسے چاہی نبرد نہیں میں ہوں نامرد گر وہ ہے مرد
سحر وہ ہی اور میں ہوں اور تیغ تیز کروں ساتھ اسکے میں تنہا ستیز
ہوا پاسخ نامہ تیار جب کہا شاہ نے گرد قارن سے تب
کہ شیدا سے لیا کسی شخص کو سو شاہ توران تماشا کناں تو ہو
ولیکن یہ شیدا سے کہنا حضور کہ اب پاس پہنچا ترے پر شعور
نہ بھیجا تجھے پاس اپنے پیام یہ چاہا کہ ہو کام تیرا تمام
وہیں قارن گرد آیا وہاں کہا تھا جو شہ نے کیا وہ بیاں
سحر دیکھنا تو تماشہ ذرا کہ دم تن ہو کہیں اور کہیں سر ترا
کہا تجھے شیدا نے اے ہوشیار تو کل جا بیو دیکھکر کارزار
یہ پہنچا تو خسرو کو میرا پیام کہ وقت سحر اٹھ کے ذوالکرام
مرے ساتھ آکر تو کیجو نبرد مدد کو نہ پہنچے کوئی اور مرد
لگا کہنے قارن کہ ہنگام جنگ کمک کو شہنشہ کو ہے عار و ننگ
سحرگاہ شیدا اولا در سوار بمیدان میں آیا پئے کارزار
تو کیخسرو نامور بھی وہاں گیا سامنے مثل شیر عریں
لگا کہنے یوں شیدۂ نامدار مجھے میل کشتی ہے اے شہریار
اتر اسپ سے پھر وہ دونوں دلیر باہم گرم کشتی ہوئے مثل شیر
کیا زور شیدا نے ہر چند یہ نہ ہرگز ہلا خسرو نامور
جہاندار نے اسکو اتروا کے کیا پکڑ کر گردن و پشت اٹھا وہیں

کیا چاک خنجر سے اسکا جگر / ہوا غرق خوں شیدۂ نامور
کیا حکم خسرو نے پھر بعد ازاں / کہ شیدہ کے اب تن کو لے مرزباں
کرو پاک تم لیکے مشک و گلاب / مرتب کرو مقبرہ بھی شتاب
رواں ہو کے پھر قارن نامدار / گیا پیش سالار توران دیار
جہاندار کا نامہ اس کو دیا / زبانی یہ احوال ظاہر کیا
گئے دو میں شیدہ کے ہمراہیاں / کیا ماجرا جنگ کا سب بیاں
سپہدار نے جب سنی یہ خبر / کہ کشتہ ہوا شیدۂ نامور
جہاں سے ہوا یک قلم ناامید / سعادت نظر سے ہوئی ناامید
نہ ہرگز دیا نامے کا کچھ جواب / کیا گرد قاروں کو رخصت شتاب
کیا دل میں ہرگز نہ صبر و قرار / کمر چست باندھی پئے کارزار
سو شاہ ایران پئے افراسیاب / روانہ ہوا لے کے لشکر شتاب
ستیزندہ لشکر سے لشکر ہوا / نمایاں وہاں روز محشر ہوا
بہت جہد تورانیاں نے کیا / کہ دلمیں بھرا کینہ شیدہ کا تھا
لڑے ترک خونخوار دل کھول کر / نہ ہرگز کیا جان کا کچھ خطر
ہوا بحر خوں عرصۂ رزمگاہ / سما لشکر ترک آخر تباہ
نہ میداں میں اک گرد توران بچا / جریدہ سپہدار توران رہا
یہ چاہا کہ دیجے دلیرانہ جان / بزور اس کی مردم نے موڑی عناں
گیا آخر کار افراسیاب / سوئے ریگ آموی بحال خراب
مظفر ہوا خسرو نامجو / لکھا مژدۂ فتح کاؤس کو

گرفتار آوردن شہزادہ ہوم افراسیاب را پیش کیخسرو و کشتہ شدن افراسیاب و مراجعت کیخسرو از توران با ایران

گیا ریگ آمو سے افراسیاب / گریزاں سو کشور چیں شتاب
وہاں پر بھی خسرو تعاقب کناں / شتابی سے پہنچا بفوج گراں
بصد عجز خاقاں نے بھیجا مہیں / زر و گوہر و گنج و تاج و نگیں
فرستادہ پیشکش لیکے جب / گیا پیش خسرو بفرط طرب
کہا تب یہ خسرو نے خاقان گر / کرے شاہ توراں کو چیں سے بدر
تو بہتر ہے ورنہ وہ ہوگا تباہ / رہیگا نہ ملک و سریر و کلاہ
فرستادہ پھر پیش خاقاں گیا / پیام شہنشہ مفصل کہا
یہ گفتار سنکر ہوا پر خطر / کیا شاہ توراں کو وہیں بدر
گیا چیں سے پھر سوئے کران زمیں / عقب اسکے پہنچا شہ پاکدیں
وہاں سے بھی لی راہ پشت فرار / کہ تاب اقامت نہ تھی زینہار
جہاں جائے تھا شاہ افراسیاب / پہنچتا وہاں خسرو کامیاب
نہ پائی کہیں اسنے جائے قرار / کہ تھا سب کو خوف شہ نامدار
تلف فوج ترکاں ہوئی سربسر / گرفتار آئے بہت نامور
نہ یک تن رہا شاہ توران کے پاس / نہ ہمدم تھا کوئی بجز بیم و یاس
لگا پھرنے تنہا بصد اضطراب / پریشان تنہا نہ خورد و خواب
سو شہر بردع کوئی غار تھا / کہ تاریک مثل شب تار تھا
رہا جا کے واں شاہ برگشتہ بخت / نہ لشکر نہ کشور نہ افسر نہ تخت
ستم سے زمانے کے ناشاد تھا / شب و روز سرگرم فریاد تھا
فریدوں کی تھا نسل سے اک عزیز / ملک زادہ ہوم صاحب تمیز
سر و امن کوہ نزدیک غار / اقامت گزیں تھا و لیل و نہار
سنی شب کو آواز افراسیاب / اتر کوہ سے ہوم آیا شتاب
جدھر سے کہ آتی تھی ہر دم صدا / ادھر کو لگے کان اسنے لگا
سنا یہ کہ کوئی ترکی زباں / یہ کہتا ہے با چشم تر ہر زماں
الا شاہ توران یا چین چیں / کہاں ہے [illegible]
کہاں وہ دلیری وجاہ و حشم / فلک نے کیا تجھپہ جور و ستم
تو تنہا بیاباں میں آیا تو آہ / سوئے غار تاریک لایا پناہ
یقیں اسنے جانا کہ افراسیاب / ہے یہ فغاں با دو چشم پر آب
یہ تھا اس پہ بیدار سے دردمند / کہ بیٹھا تھا چپکے ستم سے گزند
پئے انتقام اسنے باندھی کمر / کیا صبر تا صبح ہو جاوے گر
ہوئی صبح تا بند جیسے شکار / تو آیا وہاں پر ہوم نزدیک غار

پکارا کہ اے شاہ افراسیاب
تو غار تاریک سے باہر آ اب
ہوا وہ سراسیمہ و پُر الم
نہ ہرگز گیا پیش کچھ زور و دست
زمانہ کا ہرگز نہیں اعتبار
تضرع کناں ہو کے بولا وہ یوں
جہاندار تو ذرہ شہ نامدار
مرے سب بزرگان فرخ نہاد
ترے جد سے ہیں گریزاں ہوا
رہا آ کے بالا سے کوہ بلند
رہے سے پھر نہ تیرا نشاں دہر میں
ذرا کر حقیقت تو اپنی عیاں
شتاباں ہوا ہوم فرخندہ خو
پذیرا نہ اُسنے کیا یہ سخن
سر افراسیاب جفا پیشہ کا
کیا اسکو تنہ خنجر آبدار
جو تسخیر سب ملک توران کیا
عمل اپنا کر شوکت و شان سے
جہاندار کاؤس کشورکشا
کہا یوں بامداد لطف کریم

دعا تیری یکسر ہوئی مستجاب
یہ سنکر وہ نکلا بہ فرط طرب
لگی ہونے کشتی وہاں پھر بہم
کیا چرخ پر زور نے اسے پست
کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
مرے دست و بازو گئے بستہ کیوں
سیاوش سپہدار عالی تبار
کہ تھے نامدار و فریدوں نژاد
سو کوہ و صحرا شتاباں ہوا
کہ تا تجھکو پہنچے نہ تجھسے گزند
کہ تا جا کے آیا ہوں شہر میں
کہ کیونکر شاہ ہو کر آیا یہاں
سو تا جو رسے کے بدخواہ کو
کشاں لیگیا سوئے شاہ زمن
کیا تیغ براں سے شانے جدا
ادا پھر کیا شکر پروردگار
تو خسرو نے پھر قصد ایراں کیا
بہ اندیشہ ہو جو در توران سے
زرو سے مسرت گیا پیشوا
میسر ہوئی سب کو فتح عظیم

خدا نے ترے پاس بھیجا مجھے
اُسے ہوم نے خوب پہچان کر
گیا شاہ توران کی گو زور سخت
اٹھا ہوم نے اسکو پٹکا وہیں
کرے نامداروں کو دم میں تباہ
بھلا مجھسے کیا تجھکو پہنچا ضرر
جدا سر داغ برش پہلوان
انہیں قتل تو نے کیا بیگناہ
دگر نہ تجھے بھی تو سر تا بلاک
دعا میں ہیں کرتا تھا صبح و شام
جو چاہوں تھا مجھکو خدا نے دیا
بیاں ماجرا اُسنے یکسر کیا
وہ بولا کہ تو مجھکو یاں قتل کر
ہوا شاد کیخسرو ارجمند
ستمگار کر شیوہ ز کینہ ور
کہ تیری عنایت سے اے ذو الاکرام
ہوا حکم یوں رستم گرد کو
بفتح و ظفر سیر شہ پاک دین
خوشی سے لبنا گیا سر باہم ہوئے
مخالف سے خون سیاوش لیا

کہ پایا نہیں قصد کروں جو تجھے
لگا بار سے وہ ایک مشت آن کر
وہ تھا گرفتار نبرد کے سخت
کیا پھر گرفتار ز رہے کہیں
کرے سر بلند و نکویاں پست آہ
کہا ہوم نے تو ہی بیداد گر
سو انکے تھے ور شہزادگاں
نہ آیا تجھے رحم زنہار آہ
کہ ہرگز خدا کا نہ تھا تجھکو پاک
کہ برباد ہو تیرا جاہ و حشم
تجھے اب گرفتار میرا کیا
نشان خسرو نامور کا دیا
نہ سیدھا حضور شہ نامور
کیا لطف سے ہوم کو سربلند
کہ تھا قید میں اسکو بھی زود تر
لیا بدسگالوں سے اب انتقام
کہ توران میں تو لے چل نامجو
ہوا رونق افزا کے توران میں
بہ رنگ گل تازہ خرم ہوئے
ہوئی جمع خاطر بفضل خدا

رحلت نمودن کیکاؤس از جہان فانی بملک جاودانی و بر تخت نشستن کیخسرو

جہاں میں نہ ہے جز ذات پروردگار
جہاندار کاؤس انجم حشم
سر تخت شاہنشہی بعد ازاں
ہوا ہفت اقلیم پر حکمراں
نہ دی اسکو [illegible]

نہیں ہے کسی کو بقا زینہار
شتاباں ہوا اسے ملک عدم
ہوا مثل خورشید جلوہ کناں
ہوا اسکی بخشش سے خرم جہاں
رکھا عدل سے کام لیل و نہار

گدا ہو کے یا بادشاہ و وزیر
چہل روز کیخسرو نامدار
کیا تازہ اورنگ پر جب جلوس
رعیت نوازی جہاں پروری
میسر ہوئی خلق کو ایسی

کسیکو نہیں ہے قضا سے گریز
رہا غم سے کاؤس کے سوگوار
تو جا مل ملک نے کیا پابوس
حقائق شناسی کرم گستری
ہے شاہ کی دولت سے مردم غنی

ہوا گرد گودرز اس کا وزیر
کہ تھا دانش آگاہ وہ مرد پیر
کہا گیو کو شہ نے سالار فوج
کہ دیکھا اسے لائق کار فوج

کیا ملک تقسیم پھر سر بسر
ہوا صاحب ملک ہر نامور
لگا کہنے پھر خسرو پاک دیں
کہ اے سرفرازان ایراں زمیں

تمہارا ہے لہراسپ پادشاہ
اطاعت کرو اسکی شام و پگاہ
فریبرز سے بھی یہ شہ نے کہا
کہ فرمانبری تو بھی کیجو سدا

ہوئے یکسر آشفتہ ایرانیاں
پر گفتار لائے زباں پر کہ ہاں
فریبرز ہے پور کاؤس کے
سپہدار لہراسپ داماد ہے

جو موجود ہے پور فرخندہ بخت
تو پہنچے نہ داماد کو تاج و تخت
سنی جب یہ گفتار ایرانیاں
کیا یہ سخن زال نے تب بیاں

کہ خسرو نے جسکو کیا بادشاہ
یہ لازم ہے ہمکو کہ شام و پگاہ
کریں بندگی اسکی چوں بندگاں
یہ کہکر کیا پیش خسرو بیاں

کہ گر خاک کو تو کرے شہ نواز
تو ہم سر جھکا دیں بروئے نیاز
کہا شہ نے جو کوئی ہو اور گر
خردمند دانا و صاحب ہنر

شجاع و کریم و خلائق نواز
سزاوار شاہی ہے وہ سرفراز
یہ لہراسپ اولاد ہوشنگ ہے
جوانمرد و با داد و فرہنگ ہے

کیا ہے سمجھکر اسے سرفراز
کہ ہے با دل و عادل و ہوشیار
یہ تعریف لہراسپ فرخ نہاد
بزرگان ایران ہوئے سنکے شاد

پرستاری شاہ عالی تبار
دلیراں و گرداں کی ہے اختیار
لگا کہنے خسرو یہ لہراسپ کو
کہ جا اب تو شہر اپنے اے نامجو

مجھے خواب میں چشمہ آیا نظر
شتابندہ ہوتا ہوں میں اب ادھر
وہاں جا کے دونگا میں جان حزیں
یہ کہکر روانہ ہوا بس وہیں

جب آگے گیا خسرو نامجو
تو رخصت کیا رستم و زال کو
ہوئے وقت رخصت وہ گریہ کناں
ہوا پیشتر واں سے خسرو رواں

پسے بیژن و گیو گودرز بھی
وہ گستہم و طوس و فریبرز بھی
نہ رخصت ہوئے راہ سے زینہار
گئے ہمرہ خسرو نامدار

سر چشمہ جس دم کہ خسرو گیا
تو واں غسل شاہ جہاں نے کیا
کہا سب سے وقت جدائی ہے اب
خدا سے مجھے آشنائی ہے اب

سو جانا یہاں پھر وہاں ہو شتاب
کہ ہو گی یہاں بارش برف اب
چلی باد صرصر بہت تند و سخت
ہوئے بیخ سے کندہ یکسر درخت

یہ کہکر گیا چشمۂ آب میں
نشاں پھر نہ شاہ کا ملا خواب میں
ہوا جبکہ خسرو وہاں ناپدید
تو سب نامداراں ہوئے ناامید

پھرے واں سے ناچار گریاں
فریبرز نے پھر کہا یوں کہ ہاں
توقف ذرا کرکے کھاویں طعام
فرود آئے پھر نامداراں تمام

مگر گرد گودرز فرخ سپہر
رواں اس مکاں سے ہوا پیشتر
طعام الغرض سب نے کھایا وہاں
گئے خواب میں پھر وہ گردنکشاں

شتاباں ہوا ابر تاریک تر
ہوئی بارش برف پھر اس قدر
کہ یکسر ہوا کوہ و صحرا سفید
ہوا ملک سے رہے زمیں ناپدید

فریبرز و گستہم و طوس جواں
و گیو اور بیژن پہلواں
سوا انکے بھی اور واں نامور
گئے ہمراہ شاہ تھے جسقدر

تہ برف یکبارگی دب گئے
سوئے جہاں عدم سب گئے
کہیں منتظر گرد گودرز تھا
نہ زنہار کوئی وہاں جب گیا

تو پھر لشکر بھیجا کسی کو ادھر
کہ لیجائے نام آوراں کی خبر
وہ آیا تو کیا دیکھتا ہے وہاں
کہ مردہ ہیں سب زیر برف گراں

یہ پھر رستم و آئین ... باتمام
کہ کیا ہے لکھے شاہ کو دردمند
کسی کو نہیں تو جہاں میں قرار
ہمیشہ ہے سدا گردش روزگار

جلوس لہراسپ شاہ بر تخت شاہی

اب آرام ہونا ... لہراسپ شاہ
کہ زیبندہ ہے جسکو تاج و کلاہ

رکھا سر پہ لہراسپ نے تاج زر
سریر شہی پر ہوا جلوہ گر

زمیں ... سے تمام ...
زمانہ خلق کو خوش امید ... دی
کیا لہراسپ نے لطف و کرم عدل و داد
بزرگان ایران ہوئے شاد شاد

... چار ...
دلیر و شجاع و خردمند تھے
ملکزادہ گشتاسپ اور زریر
ہنرمند و دانا شجاع و دلیر

یہ دونوں تھے دختر سے کاوس کی
کہ لہراسپ کے ساتھ منسوب تھی
دو فرزند تھے اور خاتون سے
خبردار آداب و قانون سے
ملک زادہ گشتاسپ مرد دلیر
دلاور جوان شاہزادہ زریر
ولیکن تھا ہشیار ہر کار میں
جوانمرد گشتاسپ ہر چار میں
وہ تھا لائق تاج و فرماندہی
نمایاں تھی چہرے سے فرشہی
دلیر و زبردست مغرور تھا
دل شاہ سے اسلیئے دور تھا
موافق نہ تھا شاہ سے زینہار
رکھے تھا اسے شاہ ناچار خوار
خفا ہو کے اک روز مرد جوان
گریزاں ہوا سوئے ہندوستاں
زریر دلاور سے شہ نے کہا
کہ لیجا سواران جنگ آزما
تو گشتاسپ کو لا شتابی یہاں
شتاباں ہوا پھر زریر جوان
جدھر کو شتابندہ گشتاسپ تھا
ادھر کو تفحص کناں یہ گیا
ملا اسکو گشتاسپ انجام کار
زریر اس سے بولا کہ اے نامدار
سمند عزیمت کی پھیر عناں
بہانے سے ہوا سوئے ایراں ستاں
لگا کہنے گشتاسپ اے نامجو
نہیں میری پرسش پدر آبرو
کرے ہے وہ توقیر کاؤسیاں
نہیں تجھ پہ اور مجھ پہ کچھ مہرباں
ولیعہد اپنا کرے مجھ کو گر
تو حاضر ہوں میں چلکے پیش پدر
وگرنہ کہیں پھر نکل جاؤنگا
نہ زنہار پیش پدر آؤنگا
زریر دلاور نے پاسخ دیا
کہ ہوں میں کفیل آپکے کام کا
پھرے پھر وہاں سے وہ دونوں جواں
خوشی سے سوئے خانہ آئے دواں
سنی شہ نے گشتاسپ کی جب یہ بات
نہ ہرگز کیا اس سے کچھ التفات
جو آیا نظر شاہ نامہرباں
تو ناچار گشتاسپ جنگی جواں
سو روم تنہا گریزاں ہوا
شتابندہ طرف بیاباں ہوا
خبر پر دلاور بفرمان شاہ
گیا اسکے دنبال لیکر سپاہ
گیا دور تک وہ تفحص کناں
ولیکن نہ پایا کہیں کچھ نشاں
سو خانہ ناکام آیا زریر
سو روم پہنچا وہ مرد دلیر
غریبانہ گوشے میں کر کے قیام
لگا صرف اوقات کرنے مدام
متاع و زر و مال جب ہو چکا
تو پھر سوئے دیوان قیصر گیا
کہا میں دبیر و نویسندہ ہوں
یہاں چاکری کا میں جویندہ ہوں
کہا اہل دفتر نے یوں آپ یاں
نہیں ہے نویسندہ درکار یاں
کرے گر توقف تو پھر تیرے نام
مقرر کوئی رفتہ رفتہ ہو کام
وہ رکھتا نہ تھا قوت اک روز کا
سو خانۂ ساربانان گیا
بسان غریبان و بیچارگاں
ارادہ کیا چاکرے کا بیاں
وہیں مہتر ساربان نے طعام
کھلا کر کیا خرم و شادکام
کہا پھر یہ گشتاسپ نے اے جواں
ہمیں ہے نہیں خواہش ساربان
ہوا جب نہ گشتاسپ واں کامیاب
گیا سوئے آہنگراں پھر شتاب
کہا جا کے اُسنے کہ مزدور ہوں
ہر اک کام میں خوب محنت کروں
کسی نے اسے واں بٹھلا کے یاں
حوالے کیا پتک آہنگراں
بزور اسنے مارا وہ بطور پتک
کہ سنداں شکستہ ہوئی اور پتک
غضب کا آہنگر اسپر ہوا
کہ نقصان اسکا سراسر ہوا
بہت دیکے دشنام اسنے کہیں
کیا دور دکان سے اپنے وہیں
غرض واں سے گشتاسپ نالاں گیا
سو دست با چشم گریاں گیا
کیا رحم دہقاں نے یہ دیکھکر
وہ گشتاسپ کو لیگیا اپنے گھر
کھلایا طعام اسنے لیجا کے سیر
لگا کہنے دہقاں سے مرد دلیر
کہ تو کون ہے کیا ہے تیری نژاد
یہ بولا وہ دہقان فرخ نہاد
کہ نسل فریدوں سے ہوں اے جواں
اقامت گزیں ہوں یہاں [illegible]
کیا کار دہقانیاں اختیار
نہیں کچھ غم گردش روزگار
لگا کہنے یہ سرور ارجمند
تو اور میں ہوں بیچارگی [illegible]
کہ ہوشنگ کی نسل سے میں بھی ہوں
ولے ہوں ستمدیدۂ چرخ دوں
یہ کہکر لگا رہنے دہقاں کے گھر
وہاں اسنے کی ایک مدت بسر
پھری آخرش گردش روزگار
ہوا یاور اقبال انجام کار
یہی رسم تھی قیصر روم کی
کہ دختر شہ کشور روم کی
جو ہوتی تھی بالغ بعہد لطف تب
بیاہا وہ کرتا تھا جشن طرب
فراہم وہاں ہوتے تھے شاہ و شاہزاد
جواناں خوش شرے و فرخ نہاد
جسے چاہتی دختر نازنین
اسے شوہر اپنا وہ کرتی وہیں

کتایوں تھی اک دختر شہریار
ہوئی جبکہ بالغ بت گلعذار

شہ روم نے تب بصد انبساط
مہیا کیا ایک جشن نشاط

بلائے جوانان عالی گہر
ملک زادگان خجستہ سیر

جو دیکھے کتایوں نے سب ایکبار
نہ آیا پسند اُس کو اک نامدار

اسے خواب آیا تھا اسکو نظر
کہ یک مرد خوش روے باکر و فر

غریبانہ آیا ترے شہر میں
نہیں اسکے رو کش کوئی دہر میں

نصیبوں میں ہے اسکے ایران کا تخت
تر جفت ہوگا وہ فرخندہ بخت

شہ روم نے پھر بھی روز دگر
دکھائے کتایوں کو سب نامور

نہ دیکھا جواں کوئی اس شکل کا
کہ جسکا تصور کتایوں کا تھا

دگر بار پھر رات کو وقت خواب
نظر آیا اسکو وہ عالی جناب

اسے دختر نے دستہ گل دیا
سحرگاہ پھر یہ منادی کیا

کہ ہاں جشن میں آج آویں سبھی
مسافر بھی اور مردم شہر بھی

وہ دہقان و گشتاسپ فرخ جواں
بہم بزم آراستہ تھی جہاں

منادی کی دہقاں نے سنکر صدا
جوانمرد گشتاسپ سے یوں کہا

کہ مجلس ہے قیصر کی آؤ چلو
کہ شاید نصیب اپنے وہ وقت ہو

رخ شاہد دولت آوے نظر
میسر ہو جمعیت و کر و فر

گئے الغرض ان وہ دونو جواں
کہ وہ بزم آراستہ تھی جہاں

سو شاہ گشتاسپ فرخ سیر
پڑی جبکہ اس نازنین کی نظر

لگی کہنے دایہ سے وہ ماہرو
کہ تھی اس جواں کی مجھے جستجو

یہ کہکر وہیں دختر دلنشاں
ہوئی پیش گشتاسپ وہیں کلاں

اسے دستہ گل حوالے کیا
گئی پھر شبستاں میں وہ مہ لقا

غضبناک سنکر ہوا بادشاہ
لگا کہنے یوں کھینچکر غم سے آہ

خدا جانے کیا اس جواں کی ہے ذات
نہیں ہم کو معلوم ذات و صفات

یہ چاہا کہ دختر کو کیجے ہلاک
ولیکن امیروں نے بے خوف و باک

کہا یوں کہ رکھئے خدا پر نظر
جو چاہے کرے داور دادگر

مناسب نہیں عہد کا توڑنا
نہیں خوف آئین سے منہ موڑنا

لگا کہنے پھر قیصر نامجو
کرو خوب تحقیق اس بات کو

کہ یہ کون ہے ذات اسکی ہے کیا
تفحص وہیں مردماں نے کیا

گئے پیش گشتاسپ فرخ خصال
سنے جاکے اس سے وہ سب حال

وہ بولے کہ لہراسپ کا ہے پسر
خفا باپ سے ہوکے آیا ادہر

یہ احوال سنکر گئے مردماں
کیا پیش قیصر مفصل بیاں

نہ زنہار قیصر نے باور کیا
کہا قصہ دختر نے پھر خواب کا

کیا فرض پھر مردماں نے یہی
عیاں اسکے رخ سے ہے فرشہی

نہ کچھ عذر یاں پیش ہرگز کیا
بندھا عقد گشتاسپ سے دخت کا

نہ ہرگز دیا شہ نے کچھ مال و زر
کیا بلکہ دونوں کو گھر سے بدر

کتایوں کو گشتاسپ فرخ بہم
لگے رہنے ویرانے میں لاجرم

گذر کرکے دریا سے گشتاسپ شاہ
شکار ایک گورخر کا پگاہ

گذریاں کو اک حصہ دیتا مدام
سو خانہ لاتا تھا وہ ذوالکرام

غرض قوت ہر روزہ نخچیر تھا
پراگندہ خاطر تھا دلگیر تھا

دو دختر شہ روم کی اور تھیں
پری چہرہ خورشید رو مہ جبیں

ہوئے دو جواں انکے بھی خواستگار
کہ تھا اقربائے شہ نامدار

جوانوں کا میرن و اہرن تھا نام
یہ میرن سے بولا شہ ذوالکرام

کہ بیشے میں اک گرگ خونخوار ہے
رسانندہ رنج و آزار ہے

کیا ملک کو اس نے یکسر تباہ
گئی ہیں کئی بار لیکن سپاہ

ہوا اس سے ہرگز نہ عہدہ برا
تلافی نہ کچھ کرسکا ہیں ذرا

کرے تو اسے قتل گر اے جوان
تو پھر دوں تجھے دختر دلستاں

گیا سنکے حیرت میں وہ نامجو
کہ کیونکر کروں قتل اس گرگ کو

گذریاں نے احوال اس سے کہا
کہ گشتاسپ داماد سلطان کا

کہ تنہا دلیرانہ ہر صبحدم
سوئے دشت جاتا ہے بے رنج و غم

کرے ہے شکار ایک گور کلاں
دلیر و تنومند ہے وہ جواں

تم اس سے تو خواہان امداد ہو
بلاشبہ تہ خاک ہو گرگ کو

ہوا شاد میرن یہ سنکر سخن
گیا پیش نامآور پیلتن

گذریاں بھی ہمراہ اسکے گیا
بہ گشتاسپ جاکے اسنے کہا

کہ اے نامور گرد والا تبار
تو ہو شاد ہو مدعا ہمکنار

پذیرا کیا مرو نے یہ سخن
گذرباں و مریں بھی ہمراہ گئے
طرح شیر کی گرگ نے دوڑ کر
گذرباں و مریں شاخ واں پہ چڑھ
وہ کہنے لگا کسقدر تھا یہ کام
ادا ہونے کی شرط اے بادشاہ
وہاں گرگ کشتہ جو آیا نظر
کہا شہ نے اہرن سے یوں بعد ازاں
ہوا دلمیں اپنے وہ اندیشناک
کہ تنہا دلیرانہ ہو جنگجو
یہ سنکر حضور اسکے اہرن گیا
تو لاکر کے ظاہر کیا اے جواں
ہوا نعرہ زن مرد کشور کشا
کئے جب چہل تیر اسنے رہا
دہن میں کیا اژدہا کے رواں
وہ دنداں تیز اسکے کندہ کئے
وہ دنداں دئے قیصر روم کو
جو وہ اژدہا کشتہ آیا نظر
کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا
کہ تھی شرط جو کچھ ہوئی وہ ادا
غرض ہمراہ اہرن نامجو
کہ ہے قاتل گرگ و مار سیاہ
کہ گشتاسپ آباد تیر افگناں
غرض اس لڑائی سے بیخوف پاک
یہ سنکر شہ روم کہنے لگا
نہوں جسکے چنگل سے گرگ اژدہا
سپہدار سالار لشکر کیا

دلیرانہ روز دگر پیلتن
ولے راہ میں خوف سے رہ گئے
وہیں پنجہ مارا جو اژدر دلیر
بہت دلمیں مسرور شاداں ہوئے
کہ اپنا کروں آشکارا میں نام
مجھے دیجئے اب دختر نیک نام
تو حیراں رہا قیصر نامور
کہ ہے کوہ میں اژدہا اک وہاں
کہ کیونکر کروں اژدہا کو ہلاک
کیا کشتہ گشتاسپ نے گرگ کو
بیاں اس سے اپنا کیا مدعا
کہ تا قتل ہو اژدہا کے وہاں
مقابل ہوا آن کر اژدہا
ہوا اژدہا خستہ سر تا بپا
وہیں لیکر پھر ایک سنگ گراں
خوشی سے وہ اہرن کو لاکر دئے
تعجب میں آیا وہ شہ نامجو
تو اہرن سے کہنے لگا نامجو
تو ہرگز نہیں قاتل اژدہا
شتابی سے کر تو بھی وعدہ وفا
کہا کتخدا دختر خرد کو
ملکزادہ گشتاسپ با عز و جاہ
شجاع و دلاور بہادر جواں
کیا گرگ اور اژدہا کو ہلاک
مجھے روز اول یہ معلوم تھا
پلنگان شیران و گرگ اژدہا

سو گرگ جنگی شتاباں ہوا
گیا سامنے گرگ کے وہ جوان
دلاور جواں نے بیک ضرب تیغ
کہا پھر یہ مریں نے اے نامدار
حضور شہ روم مریں گیا
نہ باور کیا شہ نے زنہار
پھر ایفائے وعدہ کیا با خوشی
اگر کشتہ ہو تجھسے وہ اژدہا
گذرباں نے احوال گشتاسپ کا
یقیں ہے کہ گشتاسپ نے خوفناک
لگا کہنے گشتاسپ عالی تبار
گیا اور لایا وہ خنجر وہیں
دہن سے وہ ہر دم تھا آتش فشاں
وہیں خنجر تیز پھر زود تر
کیا خستہ مغز سر اژدہا
وہ پیش شہ آ اہرن آیا دواں
نہ باور کیا پھر سخن زینہار
کہ یہ کام ہے دیو کا بیگماں
وہ بولا کہ اے سردار انجمن
بیاں کی یہ گفتار اہرن نے جب
کتایوں کی استاد تھی اک زن
گئی وہ کتایوں کی ماں کے حضور
جو مریں اہرن کا باور ہوا
کتایوں کی ماں نے یہ قصہ تمام
کہ زیر سپہر بریں جز کیاں
کیا شہ نے گشتاسپ کو پیش طلب

نہ زنہار دوں میں ہراساں ہوا
تو دیکھا کہ ہے شیر سے بھی کلاں
دوبارہ کیا گرگ کو بیدریغ
تو نام اپنا مت کیجیو آشکار
کہا گرگ کو قتل بیٹے کیا
گیا سوئے صحرا شہ نامدار
وہ دخت پری چہرہ مریں کو دی
تو حاصل ہو دلکا تیرے مدعا
بیاں پیش اہرن مفصل کیا
کہ ہو اژدہا کبھی دم میں ہلاک
کہ اک خنجر تیز دندانہ دار
یہ کہکر گیا سوئے کوہ بریں
خدنگ افگناں تھا یہ مرد جواں
سر نیزہ گشتاسپ نے باندھ کر
نشاں اژدہا کا نہ ہرگز رہا
کیا ماجرا اژدہا کا دواں
گیا جانب کوہ ہو کر سوار
نژاد کیاں سے ہو یا کوئی یاں
نہ زنہار تو آپ ہو پیماں شکن
ہوا قیصر روم ناچار تب
یہ اس سے لگی کہنے وہ سیمتن
لگی کہنے یوں با فراواں شرر
تو پھر مدعا ان کا یکسر ہوا
کیا عرض پیش شہ ذوالکرام
نہیں کوئی ہرگز دلاور جواں
بصد جاہ و شوکت زبس کر طرب
فریدوں مرتبہ پایہ برتر کیا

جنگ کردن گشتاسپ با الیاس

والی خزر و گرفتار کردہ آوردن الیاس را از میدان پیش قیصر روم

ہوا جبکہ گشتاسپ سالار فوج
ہوئے تابع حکم سردار فوج
نہ محکوم تھا تھی انکی سپاہ
شہ روم سمجھے تھا پشت و پناہ

لکھا پھر یہ نامہ شہ خزر کو
کہ اب خزر سے دست بردار ہو
مہیا تو کر ورنہ سامان جنگ
چو منظور خاطر ہو کر بید تنگ

شہ کشور خزر الیاس شاہ
کہ رکھتا تھا ساتھ اپنے جنگی سپاہ
حقیقت یہ سنکے ہوا خشمگیں
کیا قصد پیکار اسنے کہیں

سپہ لیکے آیا سوئے ملک روم
سپہ وہ کہ فولاد ہو جس سے موم
ادھر سے بھی گشتاسپ لیکر سپاہ
بفرمان قیصر ہوا کینہ خواہ

سو سنکر خزر آیا دواں
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
سر و پہلو و سینہ تھا وقت جنگ
نشانہ ہر ایک دو سنان و خدنگ

ہوا کشت و خوں نسبت میں بقدر
کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر
سپہدار گشتاسپ مرد دلیر
دواں کر کے گھوڑے کو مانند شیر

پکارا یہ میدان میں آن کر
کہ الیاس کہتا ہے ہمت اگر
تو ہو ساتھ میرے بیاں گرم جنگ
نہ ہرگز کرے جنگ میں کچھ درنگ

دلیرانہ الیاس آیا وہیں
ہوا ساتھ گشتاسپ کے گرم کیں
جو گشتاسپ نے زور سے نیزہ کو
کمر میں کیا بند الیاس کو

تو الیاس ہرگز نہ قائم رہا
زمیں پر گرا زیں سے ہو کر جدا
گرفتار کر کے وہ جنگی جواں
اسے لے گیا پیش قیصر کشاں

ہوا قید میداں میں الیاس جب
گریزاں ہوا لشکر خزر سب
گیا مرز تک پھر تعاقب کناں
شہ روم باشوکت و فر و شاں

غرض ملک تسخیر یکسر کیا
بہت گنج قیصر نے واں سے لیا
پھرے خزر سے بافتح و ظفر
سو روم آیا بصد کر و فر

وہاں آکے از روئے لطف و عطا
زیادہ کیا رتبہ گشتاسپ کا
کیا بلکہ مختار یکسر امور
جوانمرد کو با نشاط و سرور

سپہدار گشتاسپ نے ایک روز
کہا شاہ سے اے شہ نیک روز
تک و تاز اب سوئے ایران کرو
نبرد آزما شاہ ایران سے ہو

یہ سنکر وہیں پیش سلطان روم
لگے کہنے یوں نامداران روم
کہ لہراسپ ہے بادشاہ عظیم
وہ رکھتا ہے گنج و سپاہ عظیم

نہیں خوب یہ لہراسپ کے ساتھ رزم
مناسب نہیں ملک ایران کا عزم
جوان دلاور ہوا خشمگیں
شہ روم سے پھر یہ بولا وہیں

کہ ہے شاہ لہراسپ میرا پدر
عیاں اسکا احوال ہے سربسر
مری جنگ کی تاب اسکو نہیں
کہاں ہے یہ طاقت جو ہو گرم کیں

دلیران ایران کو یارا کہاں
کہ ہوں ساتھ میرے ستیزہ کناں
ہراساں ہیں گر روم کے نامور
تو ارشاد ہو مجھکو اے شہریار

کہ تسخیر ایراں میں جا کر کروں
تجھے صاحب تخت و افسر کروں
کہا جبکہ گشتاسپ نے یہ سخن
تو شاداں ہوا سرور انجمن

سوئے شاہ لہراسپ نامہ لکھا
یہ مضمون تھا اسمیں شہ نے کیا
کہ ہو ساتھ تیرے بھی عزم جنگ
نہیں جنگجوئی میں ہرگز درنگ

اگر نصف ایران و تاج و کلاہ
مجھے دے تو ہو صلح اے بادشاہ
کروں ورنہ ایراں کو یکسر خراب
تو ہووے گرفتار رنج و عذاب

ہوا لیکے قاصد وہ نامہ رواں
گیا جبکہ وہ پیش شاہ جہاں
بجا لا کے آداب نامہ دیا
ہنسا پڑھ کے لہراسپ کشور کشا

یہ کہنے لگا پھر شہ نامجو
کہ تسخیر کر کے فقط خزر کو
ہوا قیصر روم مست غرور
ہوا فہم و دانش سے یکبار دور

کہا یوں فرستادہ سے بعد ازاں
حقیقت ذرا جنگ کی کر بیاں
کہ الیاس کا ملک کیونکر لیا
اسے قید قیصر نے کیونکر کیا

یہ سنکر کیا نامہ بر نے بیاں
کہ قیصر کا داماد ہے اک جواں
دلیر و تنومند گشتاسپ نام
ہوا ہاتھ سے پہلے اسکے تمام

کہ بیشے میں اک گرگ خونخوار تھا
اور اک کوہ پر تھا وہاں اژدہا
دلیرانہ دونوں کو بیخوف و باک
کیا اس دلاور نے جا کر ہلاک

پھر الیاس خزر بکو ہنگام جنگ
اٹھارہیں سے لایا جوان بزرگ
یہ پوچھا جہاندار نے پھر کہ ہاں
یہ بیٹھے ہیں جتنے یلان جہاں

شتاب ہے کہ کے وہ جنگ آزما
کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا
نظر کرکے اُسنے سبھے زریر
کہا کس کے ہمشکل ہے وہ دلیر

یہ جانا جہاندار لہراسپ نے
کہ برپا کیا فتنہ گشتاسپ نے
شہ روم کو نامے کا پھر جواب
لکھا یوں کہ اے شاہ والا خطاب

نہ کرتا تھا اک پہلواں پر غرور
کہ یہ بات ہے عقل و دانش سے دور
ہزاروں ہیں یاں گرد شمشیر زن
نبرد آزمایاں لشکر شکن

نہیں خزر ایران نہ الیاس ہم
تو اندازے سے رکھ نہ باہر قدم
بدستور بھیجا شاہی خراج
ہے ورنہ تیرا نہ اورنگ تاج

یہ نامہ نویسندہ جب لکھ چکا
تو قابوس کو شہ نے رخصت کیا

طلبیدن لہراسپ گشتاسپ را از روم و تفویض نمودن تخت و تاج بہ گشتاسپ خود بیاد خدا مصروف بودن

براور جو گشتاسپ کا تھا زریر
کہا اس سے لہراسپ نے اے دلیر
تو جا پیش قیصر فرستادہ وار
یہ کہہ جا کے اس سے کہ اے شہریار

تو کر صلح اس سے نہ ہو کینہ خواہ
کہ بیٹے نہ ہم خواہش تاجگاہ
تو پھر پاس گشتاسپ کے آئیو
بخوبی یہ پیغام پہنچائیو

کہ بیٹے تری قدر جانی نہ آہ
ولے ہو نہیں اب بجا نہیں بجز خواہ
تری یاد میں کیا پریشاں ہے پیر
بہت اپنے دلمیں پشیماں ہے پیر

خطا میری اب سر بسر کر معاف
کدورت سے کر آئینہ دل کا صاف
روانہ ہو اب سوئے ایران یار
کہ ہو شوق دیدار لیل و نہار

کہا میں نہیں افسر و تخت سے
تو فیروز ہو یاری بخت سے
ارادہ یہ ہے معتکف ہوکے اب
کروں یاد یزداں ہی ہر روز و شب

رکھوں سر پہ تیرے کلاہ مہی
مبارک تجھے تاج و تخت شہی
بحکم شہنشاہ آفاق گیر
سوئے روم ایران سے آیا زریر

کہا جبکہ قیصر سے پیغام شاہ
لگا کہنے تب قیصر کینہ خواہ
مجھے شاہ سے لطف ہے یاں اگر
تو پھر صلح البتہ ہو ہمدگر

وگرنہ مصمم ہے پرخاش جنگ
مہیا ہے تیغ و سنان و خدنگ
شہ روم نے جب یہ پاسخ دیا
وہ رخصت ہوا اپنے ملک کو گیا

گیا پیش گشتاسپ پھر وہ نجیب
کہا اس سے پیغام لہراسپ سب
پیام پدر سنکے ہو شاد شاد
ملکزادہ گشتاسپ فرخ نہاد

کتابوں کو لیکر شتابان ہوا
رواں سوئے اقلیم ایران ہوا
جو نزدیک پہونچا وہ سالار دہر
گئے پیشوا اسکے ایران شہر

گیا جبکہ لہراسپ کے روبرو
اٹھا تخت سے تب شہ نامجو
پسر اور پدر رہکے پھر ہمکنار
ہوئے مثل ابر بہار اشکبار

وہیں پھر جہاندار فیروز بخت
بچھا ایک تخت اپنے پہلو سے تخت
لگا کہنے گشتاسپ سے اے پسر
تو اس تخت پہ ہو جلوہ گر

وہ بیٹھا وہاں جب تو سب نامدار
بحکم شہنشاہ عالی تبار
ہوئے اُسکے محکوم و فرماں پذیر
دلیران و گردان و میر و وزیر

جہاندار لہراسپ فرخ خصال
جہاں میں ایک صد و بست سال
کہا شہ نے گشتاسپ سے بعد ازاں
کیا میں نے اب ترک کار جہاں

مجھے کام کچھ سلطنت سے نہیں
تو ہے مالک تخت و تاج و نگیں
یہ کہہ کر قبائے شہی دور کر
لباس فقیری کیا زیب بر

نہ زنہار دلمیں رہی کچھ ہوا
گیا پھر سو بلخ لہراسپ شاہ
کہیں اندنوں بلخ میں اک مکاں
پرستشگہ خلق تھا کعبہ ساں

کسی چیز میں یاں شہ صاف دل
بہ یزداں پرستی ہوا مشتغل

نشستن گشتاسپ بتخت و پیدا شدن اسفندیار

ہوا جبکہ معتکف لہراسپ شاہ
تو بیٹھا سر تخت گشتاسپ شاہ

شہنشہ بفضل خدائے کریم
ہوا تاجور ہوا وہ شاہ عظیم

کیا تھا جو زردشت نے آشکار ۔ وہی اسکا مذہب کیا اختیار
گئی ونکے بعد اسنے پھر یہ کہا ۔ ہوئی اسکو معراج حاصل تھا

کیا پلتے بالاۓ نہ آسمان ۔ خدا کو بھی ہیں دیکھ آیا وہاں
کبھی شاہ گشتاسپ عالی گہر ۔ نہ پھیری تھا فرمان پر اسکے سر

کہا ایک دن اسنے اے تاجدار ۔ ترا ہے مددگار پروردگار
کرا یا شوق سے عزم تسخیر چین ۔ تو ہو ساتھ ارجاسپ کے گرم کین

لکھا شاہ نے نامہ ارجاسپ کو ۔ کہ چین سے تو اب دست بردار ہو
وگرنہ ملاؤں بہ خون و خاک ۔ کروں تیغ کیں سے تجھے میں ہلاک

پڑھا شاہ گشتاسپ نے نامہ جب ۔ سپہدار ارجاسپ سمجھا یہ تب
کہ زردشت نے شہ کو گمرہ کیا ۔ وہیں پاسخ نامہ پھر یہ لکھا

سنا ہے یہ شاہا تو بیدیں ہوا ۔ پذیرندہ تازہ آئیں ہوا
اسے پاس بھیجا ہے وہ شوربخت ۔ کہ ہو سخت بدکیش و بدبخت سخت

تجھے اسنے گمراہ آ کر کیا ۔ تبہ کار تیرا سراسر کیا
کیا کیش و دیں تو نے اپنا تباہ ۔ پس و پیش زنہار دیکھا نہ آہ

ترا باپ دیندار و یزداں پرست ۔ اور افسوس تو ہو گیا شیطاں پرست
تجھے پاس میں بھیجتے ہیں کینہ خواہ ۔ مناسب ہے تجھکو کہ اے بادشاہ

رہ بیدینی اب تو نے کی اختیار ۔ نہ گمرہ ہو پھر خدا زینہار
ترا ہے جو پیغمبر [illegible] ۔ اسے اپنی اقلیم سے کر بدر

سپہ ورنہ کھینچوں لئے کینہ گاہ ۔ کروں گا ایراں کو زیر و زبر
لکھا دو دوتا نامہ یہ نامہ تجھے ۔ کہ حاصل ہو تا دین سے [illegible] تجھے

ذرا پند نامے کو پڑھ غور سے ۔ تو آیا نہ بد رسم و بد طور سے
روانہ ہوا لیکے وہ نامہ جو ۔ شتابی گئے پیش گیہاں خدیو

پڑھا جبکہ مضمون نامہ تمام ۔ تو دستور گشتاسپ جاماسپ نام
یہ بولا کہ لکھئے سمجھ کر جواب ۔ کہا سنکے زردشت ذی [illegible]

سمجھتا ہے کیا کیجیے عزم جنگ ۔ نہیں چاہیے ابھی ہرگز درنگ
لگا شاہ سے کہنے اسفندیار ۔ مجھے کیجیے رخصت سوے کارزار

زریر دلاور نے شہ سے کہا ۔ کہ جنگ آزمودہ نہیں یہ شہا
تعینات ہو ساتھ میرے سپاہ ۔ کہ ہوں ساتھ ارجاسپ کے کینہ خواہ

ہوا شاد واں شاہ کشورکشا ۔ لکھا پاسخ ارجاسپ کے مدعا
اٹھا وے وہ گستاخ سر ورا ۔ شتابی سے پہنچوں میں لیکر سپاہ

کروں میں تجھے کشتۂ تیغ کیں ۔ نہ تو ہو نہ لشکر نہ چین و زمیں
غرض نامہ طیار جب ہو چکا ۔ تو پھر شہ نے دیونکو رخصت کیا

یہ نامہ جو پہنچا تو سالار چین ۔ ہوا پڑھ کے مضمون بہت خشمگیں
سپہ لیکے دوڑا پہنچا کارزار ۔ روانہ ہوا سوے ایران دیار

جہاں لشکر چین پہنچا تھا وہ ۔ نہ رہتا تھا برگ و شجر کا نشاں
نہ کرتا تھا غارت فقط کینہ جو ۔ جلاتا تھا ہر کاخ و ہر قصر کو

سنی جب خبر شاہ گشتاسپ نے ۔ کہ کھینچی ادھر فوج ارجاسپ نے
تب آیا سپاہ گراں لیکے شاہ ۔ دلیران و جنگ آور و کینہ خواہ

سواران جنگی تھے شش صد ہزار ۔ نبرد آزمایان خنجر گذار
پئے لشکر چیں بہ تیغ و تبر ۔ سواران ایراں سے ذرا بیشتر

خرد مند جاماسپ شہ کا وزیر ۔ صطرلاب دانی میں تھا بے نظیر
لگا اس سے کہنے شہ نامدار ۔ صطرلاب میں دیکھ اے ہوشیار

کہ ہے فتح کس کی پیروز ہو ۔ وہیں دیکھ کر اس نے ظاہر کیا
کہ خویش و برادر ترے روز جنگ ۔ بہت کشتہ ہوں گے بہ تیغ و خدنگ

دلیران ایراں بہت ہوں ہلاک ۔ پھر آخر بہ الطاف یزدان پاک
میسر تجھے ہوں گے فتح و ظفر ۔ زبر بندہ ہو فوج چیں سربسر

صف آراستہ بعد ازاں ہو گئی ۔ بہم رزم جنگی نمایاں ہوئی
دلیران ایران و گردان چیں ۔ ہوئے گرم پیکار روئے زمیں

پسر شاہ لہراسپ کا اردشیر ۔ کہ تھا دخت کاوس کا وہ دلیر
دلیرانہ آیا سوے حرب گاہ ۔ سواران چیں سے ہوا رزم خواہ

کئے قتل اسنے کئی نامدار ۔ ہوا کشتہ پھر آپ انجام کار
پر اسکے پسر اسکا شیدسپ تھا ۔ سر رزمگاہ بعد اسکے گیا

ہوا جبکہ وہ کشتۂ تیغ تیز ۔ گیا پور جاماسپ بہر ستیز
کئے اسنے ترکان بہت قتل ۔ ہوا آپ بھی آخر کار قتل

کیا پھر وہیں جنگجو نے دلیر
ہوا جبکہ پشتو وہ جنگی ہلاک
کئی پہلواں اور کئی دیو زلو
شتاباں ہوا پھر سوار دلیر
ہوا تب خروشندہ سلطان چین
اُسے ساحب شوکت شان کین
کیا دیو نے زخم وہیں رہا
دلیران ایراں سے کہنے لگا
وہیں سنکے بولا یہ سفند یار
اگر دیو خونخوار کو کر کے پست
پھر اتنے میں لشکر میں غوغا اُٹھا
یہ سنکر ملک زادہ اسفندیار
کہا ہو نہیں وہیں تن اسفندیار
رواں کی وہیں دیو پر سرکشی تیغ
کیا زخم نیزہ رہا دیو پہ
جدا اُسکے سر جسم ناپاک سے
مدد کو گئے سب کے اسفندیار
یہ کہکر سپہدار اسفندیار
ہوا حملہ آور بفوج گراں
گریزاں ہوا اور سلطان چین
کہ جاں سنبھلی اے شاہ کر ہو اگر
پڑا تھا جہاں کشتہ جنگی زریر
ہوئی تلخ اب زندگانی مجھے
لگا کہنے وستو سے شہریار
ہوئے کشتہ ایرانیاں یکصد ہزار
ہوئے قتل میدان میں یکصد ہزار
دبا دیں زر دشت کو ...

جوانمرد نستوہ پور زریر
زریر دلاور ہوا خشمناک
مقابل ہوئے آ کے مانند باد
سو شاہ ارجاسپ مانند شیر
کہ اے نامداران ترکان چین
بہت گنج و زر دینگے شادا کرم ں
ہوا قتل رہ مرد جنگ آزما
کہ ہو مرد کوئی نبرد آزما
کروں جا کے میں دیو کا نزار
تو دے لشکر چین کو یکسر شکست
کہ اس دیو نے حشر برپا کیا
وہیں اسپ بہزاد پر ہو سوار
نہیں تاب دیو ونکو یہ زینہار
سو نامدار جاں بے دریغ
سناں نے کیا بس جگر سے گزر
جواں نے کیا بستہ فتراک سے
یہ کہنے لگا اُسسے اے نامدار
عقب اسکے دو توں جنگی سوار
زد و کشت باہم ہوئی خونیاں
ہوئے سب پراگندہ ترکان چین
تو آتش پرستی کریں سر بسر
اتر اسپ سے شاہ آفاق گیر
دریغا کہ یوں کشتہ دیکھوں تجھے
کہ میدان میں کشتگاں کا شمار
از انجملہ تھے ہشت صد نامدار
ہزار و صد و شصت و سہ نامدار
جہاندار نے از سر ابتہاج

کہ غوق خوں مرد خنجر گذار
رواں کر کے گھوڑا سوئے رزمگاہ
جوانمرد نے کھینچکر تیغ کیں
صف فوج کو چیر کر سر بسر
دلیرانہ اب گرم پیکار ہو
وہیں بیدرنگ ایک مرد دلیر
نزیر دلاور ہوا کشتہ جب
جو اس معرکے سے چلے ہو جنگجو
جہانگیر گشتاسپ نے ہو کے شاد
تو سر پر تیرے افسر زرد کھول
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیاں
دلیرانہ آیا دواں سوئے دیو
جو ہوں ساتھ میرے نبرد آزما
دلیری سے وہ تیغ ہنگام جنگ
ہوا اکا رگر نیزہ آنگوں
شتاباں ہوا اتنے میں پور زریر
کہ آؤ چلو سوئے ارجاسپ شاہ
شتاباں ہوئے سمت سالار چین
کیا قاتجہ لشکر چین کا تباہ
گرفتار آئے بہت سرکشاں
کیا رحم گشتاسپ نے وہیں
ہوا نعش پر اسکے نوحہ کناں
اُسے رکھ کے تابوت میں باعزاز
شمار آئے جب کشتگاں کا کیا
جب آیا سوئے نعش ترکان چین
میسر ہوئی جبکہ فتح و ظفر
دلیری و مردی اسفندیار

نہ جانبر ہوا آپ بھی زینہار
ہوا گرم کیں مثل ابر سیاہ
کئے قتل دیوان و ترکان چین
گیا جبکہ نزدیک وہ نامور
کرے جو کوئی قتل اس گرد کو
ہوا آن کر ہم نبرد زریر
ہوا پر الم شاہ گشتاسپ تب
ملائے تہ خاک و خوں دیو کو
کہا یوں کہ اے پور فرخ نہاد
تجھے تخت شاہی حوالے کروں
نہیں ہائے تاب اقامت جہاں
بسان ہزبر ژیاں کر غریو
کشندہ ہوں دیوان خونخوار کا
پکڑ لی دلاور نے اور بیدرنگ
گرا خاک پر دیو سرکش نگوں
اور اک گرد فرسید مرد دلیر
کروں اسکے لشکر کو یکسر تباہ
جہاندار گشتاسپ بھی پھر وہیں
رہی پھر نہ ارجاسپ کو تاب جنگ
یہ کہنے لگے ہو کے زاری کناں
پھر آیا وہاں شاہ روئے زمیں
کہا یوں کہ اے سرفراز کیاں
شہنشہ ہوا سوئے خیمہ رواں
ہوا آشکارا کہ وقت دعا
تو ظاہر ہوا یہ کہ گردان چین
ہوا شاد شاہنشہ نامدار
ہوا دیکھکر شادماں شہریار

اُسے شاہ نے تخت و افسر دیا
خوشی سے ولیعہد اپنا کیا

کہا پھر کہ اے پور عالی گہر
پے ملک گیری تو باندھ کمر

جہاں میں آئین طرز اسکو
مروّج تو کر دینِ زردشت کو

ہوا شاہ سے رخصت اسفندیار
سوئے روم پہلے گیا نامدار

شہ روم محکوم وہیں ہوا
پذیرندۂ دین و آئین ہوا

رکھا زند و استا کو بالائے سر
اطاعت میں بہبود آئی نظر

گیا پھر سوئے ہند اسفندیار
وہاں بھی یہ آئین ہوا آشکار

پھر آیا سوئے یمن پہلوان
ہوئے لوگ وانکے پرستش کناں

گیا جس ولایت میں اسفندیار
گیا جس طرف نامۂ نامدار

ہوئے سب دل و جان سے فرمان پذیر
رعایا و شاہ و امیر و وزیر

گئی تا ہر طرف زند و استا کتاب
نہ آئی کسی کو یہ زنہار تاب

کرے حکم سے اسکے جو انحراف
کسی نے نہ ہرگز کیا برخلاف

سپہدار نے پھر یہ نامہ لکھا
سو شاہ گشتاسپ کشور کشا

کہ خورد و کلاں نے زرہِ طرب
پذیرا کیا دین زردشت سب

ہر ایک ملک میں مردم خاص و عام
ہوئی گرم آتش پرستی تمام

یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسپ شاد
کہ حاصل ہوئی جان و دل کی مراد

قید کردن گشتاسپ اسفندیار را باغوائے گرزم پہلوان و تشریف آوردن در سیستان

جہاندار نے ایک کی انجمن
ہوئے آکے حاضر سران زمن

کوئی ایک تھا گرزم پہلوان
ندیم شہنشاہ گیتی ستاں

وہ تھا وہ بدخواہ اسفندیار
لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار

سنا ہے کہ اسفندیار جوان
رکھے ساتھ اپنے ہے فوج گراں

غرور اسکو ہے زور سرپنجہ پر
کہ ہم پنجہ اسکا نہیں شیر نر

رکھے ہے وہ دل میں خیال تباہ
ارادہ یہ اُس کا ہے شام و پگاہ

کہ تجھ کو کرے آنکر ہاں اسیر
تراچھین لے ملک و تاج و سریر

سنا تھا جو میں نے وہ ظاہر کیا
جو بہتر سمجھئے وہ کیجے شہا

ہوا سنکے آزردہ گشتاسپ شاہ
نہ مائل ہوا پھر سوئے رزمگاہ

گیا اک قلم صبر و آرام و خواب
رہا تا سحر وہ بشب اضطراب

طلب کرکے پھر اپنے دستور کو
لگا کہنے شاہنشہ نامجو

کہ جلدی تو جا پیش اسفندیار
بیاں لا شتاب اسکے اے نامدار

وہ جاماسپ دستور شاہ جہاں
گیا پیش اسفندیار جواں

دیا پھر پیام شہ تاجدار
لگا کہنے پھر وہیں اسفندیار

مجھے کل کی شب خواب آیا نظر
کہ ہے خشمگیں مجھ سے میرا پدر

وہ بولا کہ ہے راست تیرا یہ خواب
جوانمرد نے تب کہا یوں شتاب

کیا واسطے میری تقصیر کا
ہوا پر غضب شاہ کشور کشا

کیا میں نے ہر اک کو آتش پرست
کیا سربلندان عالم کو پست

ہوئے میری شمشیر سے سرکشاں
پرستندۂ بادشاہِ جہاں

نہ کی میری خدمت پہ ہرگز نظر
ہوا خشمگیں آہ یوں تاجور

سمجھتا ہوں اپنا تجھے دوستدار
جو کچھ مصلحت ہو سو کر آشکار

وہ بولا یہ بہتر ہے اے نامور
کہ حاضر ہو چلکر حضور پدر

لگا کہنے یہ سنکے اسفندیار
کہ آزار دیگا مجھے شہریار

وہ بولا کہ بہتر ہے جو ہو پدر
نہ پھیر اسکے فرمان سے زنہار سر

ملک زادہ رکھتا تھا اسفند چار
بزرگ انمیں تھا بہمنِ نامدار

دوم پور مہر نوش نامور
سوم آذر افروز و فرخ سیر

چہارم تھا نوشاذر نامجو
ہنرمند و دانا و فرخندہ خو

غرض کر کے بہمن کو اسفندیار
بجاہ و حشم کرکے مختار کار

روانہ ہوا سوئے گشتاسپ شاہ
سفر زند کو ساتھ لی اور سپاہ

گیا جب حضور شہ نامدار
ہوا تب گرفتار اسفندیار

اُسے قید کرکے کیا پھر رواں
شہنشہ نے سوئے در گنبدان

ستون بنائے سخت آہنی لاکے چار
ستونوں سے باندھا اُسے استوار

سنا جبکہ بہمن نے یہ ماجرا
بصد رنج و غم بلخ میں تب گیا

وہاں سے لیو سوئے در گنبدان
پٹا تھا جہاں پوں کو وہ لیکر رواں

کیا الغرض پیش اسفندیار
ہوا باپ کا مونس و غمگسار

گئے جب گیا روزگار دراز
تو گشتاسپ شاہنشہ سرفراز

ہوا بلخ سے عازم سیستان
کہ آئین تازہ کرے واں رواں

جو نزدیک پہنچا وہ فرمانروا
تو آیا تہمتن وہیں پیشوا

کیا اختیار اُسنے آئین شاہ
مروج کیا ملک میں دین شاہ

رکھا زند واستا کو بالائے سر
کیا اسکو [illegible]

کیا بعد ازاں شاہ کو میہماں
رہا شاہ گشتاسپ دو سال واں

رسیدن کہرم پسر ارجاسپ با فوج سنگین در بلخ و لہراسپ را کشتن و بلخ را فتح کردن و آمدن گشتاسپ از سیستان و آمدن ارجاسپ برای امداد پسر و شکست خوردن گشتاسپ

سنی شاہ ارجاسپ نے یہ خبر
کہ اسفندیار یل نامور

بفرمان گشتاسپ آفاق گیر
میان دژ گنبداں ہے اسیر

گیا ہے سو سیستاں بادشاہ
نہیں بلخ کے شہر میں کچھ سپاہ

یہ سنکر ہوا شادماں شاہ چین
کیا پھر وہیں عزم پرخاش و کین

سپہدار کہرم جو تھا اس کا پسر
اُسے باسپاہ گراں آن کر

سوئے بلخ اُسنے روانہ کیا
وہاں اسقدر کوئی ہرگز نہ تھا

کہ کہرم ہوا آن لشکر کشا
گئے مرد ماں پیش لہراسپ شاہ

کہا یوں کہ اے بادشاہ جہاں
نہیں کوئی سردار لشکر یہاں

مناسب ہے اب کیجئے سروری
کہ زیبندہ ہے تم کو سرلشکری

یہ کہنے لگا وہ شہ نیکنام
کہ مجھ کو ہے یزداں پرستی سے کام

سروکار کچھ سروری سے نہیں
مجھے کام سرلشکری سے نہیں

بہت عذر لایا وہ فرخندہ کیش
کئے عذر ہرگز گیا کچھ نہ پیش

مکان عبادت سے لہراسپ شاہ
گیا لاجرم جانب رزمگاہ

سپہ ساتھ تھی شہر کے بارہ ہزار
فزوں اس سے ہرگز نہ تھا یک سوار

مقابل وہاں فوج کہرم ہوئی
دلیرانہ پھر جنگ باہم ہوئی

چو لہراسپ آیا سوئے کارزار
کئے کشتہ ترکان چین بیشمار

سواران بلخی نے وقت وغا
کیا قافیہ تنگ بدخواہ کا

سپہدار کہرم ہوا خشمگین
لگا کہنے اے نامداران چین

بہم کینہ آور ہیں جنگی سوار
ادھر یک ہزار اور ادھر صد ہزار

ولیکن نہایت تعجب ہے یاں
کہ پڑتے ہیں غالب نظر انہاں

یہ سنکر ہوئی حملہ آور سپاہ
موئے سواران لہراسپ شاہ

لیا گھیر لہراسپ کو بس وہیں
ہوا گرم بازار پرخاش و کیں

ہوا زخمی و خستہ لہراسپ شاہ
زمیں پہ گیا خسرو دیں پناہ

ہوا جبکہ لہراسپ زیں سے جدا
تو پھر چینیوں نے دو پارہ کیا

ہوا بلخ میں چینیوں کا جو دخل
کیا بلخیوں کو اسیر اور قتل

شکستہ کئے یکسر آتشکدہ
کیا زند واستا کو آتش زدہ

زنان شبستان گشتاسپ شاہ
ہوئیں قید یکسر بحال تباہ

ولے بھاگ کر اک زن دلستاں
شتاباں ہوئی جانب سیستاں

گئی پیش گشتاسپ با چشم تر
کہا ماجرا بلخ کا سربسر

ہوا سُنکے غمناک شاہ جہاں
یہ رستم سے بولا کہ اے پہلواں

یہ ہے وقت یاری و امداد کا
شہنشہ کو رستم نے پاسخ دیا

کہ بالفعل شاہا تو کر عزم جنگ
عقب تیرے پہنچونگا میں بیدرنگ

ہوا شاہ گشتاسپ وہیں سے رواں
سوئے بلخ پہنچا وہاں سے دواں

سپہدار ارجاسپ بھی لیکے فوج
روانہ ہوا چین سے مانند موج

ہوا ملتحق کہرم نامور
ہوا یعنی آکر معین پسر

جو ارجاسپ آیا بفوج گراں
ہراساں ہوئی فوج ایرانیاں

سوا اسکے رستم نے نامہ لکھا
کہ کچھ کام درپیش ہے یاں شہا

مقصر ہوا خدمت [illegible]
مجھے رکھئے معذور با صد کرم

ہوا خشمگیں خسرو ارجمند
نہ آیا اُسے عذر رستم پسند

سپہ سے لگا کہنے پھر تاجور
بلا سے نہ آیا تہمتن اگر

جہاں آفریں اب ہمارا ہے یار
یہ کہکر ہوا شاہ ایراں سوار

سپہ لیکے آیا سو رزمگاہ
کہ تا لشکر چین سے ہو کینہ خواہ
شہ چین بھی لیکر سواران چین
مقابل ہوا آن کر لیکے کین

ہوئی پھر صف آراستہ ہر دو سو
دلیران جنگی ہوئے جنگجو
خروشاں ہوا کوس گردوں شکاف
کہ لرزندہ جس سے ہوا کوہ قاف

ہوا گرم صحرا میں بازار جنگ
ہزاروں ہوئے سر جدا بیدرنگ
ہوا دامن دشت دریائے خوں
درفش سواران ایران نگوں

ہوا لشکر چینیاں چیرہ دست
دلیران ایراں کو پہنچی شکست
گریزاں ہوئے جبکہ ایرانیاں
تعاقب کو اُنکے گئے چینیاں

غرض شاہ گشتاسپ عالی تبار
ہوا جاکے قائم سر کوہسار
وہ جاماسپ تھا شاہ کا جو وزیر
لگا کہنے اس سے شہ بے نظیر

صطرلاب میں دیکھ اے نامور
کہ ہو کس طرح سے میسر ظفر
گزارش کیا اُسنے اے شہریار
جو ہو گرم پیکار اسفندیار

تو حاصل ہو فتح و ظفر پھر یہاں
تباہ ہوویں یکدست ترکان چین
بہ ظاہر کیا جبکہ جاماسپ نے
کہا تب اُسے شاہ گشتاسپ نے

کہ اسفندیار جہانگیر کو
مرا نامہ لیجا کے اے نامجو
وژ گنبداں سے یہاں لا شتاب
توقف کو مت راہ دے جا شتاب

بحکم جہاندار آفاق گیر
روانہ ہوا لیکے نامہ وزیر

رہائی یافتن اسفندیار از بند گران بحکم
گشتاسپ شاہ و آمدن ہمراہ جاماسپ از دژ گنبدان بحضور پدر و بعنایات شاہی کامران
بودن و فرستادن گشتاسپ اسفندیار را بجنگ ارجاسپ و فتحیاب شدن اسفندیار و گریختہ رفتن
ارجاسپ و داخل شدن گشتاسپ در بلخ

گیا جب وزیر [illegible] نامدار
حضور ملک زادہ اسفندیار

دیا نامہ شاہ شہزادے کو
لگا کہنے شہزادہ جنگجو
کہ ہے گرز سے پہلوان پورشاہ
کہ کہنے سے جسکے ہے بیگناہ

گرفتار زنجیر سے کیا
کہ گھا مجھ پہ بیداد ناحق ہوا
دیا اُسکو جاماسپ نے یہ جواب
کہا اے نامدار با جناب

کیا باپ نے پس دو سر بغض و کیں
یہ زنہار وقت شکایت نہیں
غرض دیکے جاماسپ نے سب نشاں
گئے دور کیدست آہن کے بند

وہ باپ جسکے گرفتار آہن میں تھا
دم خامشی اس کو غش آگیا
جب آیا وہ پھر ہوش میں دل لگا
اور اسکے ہوا دلکا جب دم قرار

تو جاماسپ نے اسکو آگاہ کر
سنے چار فرزند والا گہر
دیا اسکے گشتاسپ نے سے ملا
بہت مہرباں شاہ پھر ہوا

پھر اپنے جد امجد کا خونخواہ
لگا کہنے اے پور با فر و جاہ
مرے ملک سے شہر کو دور کر
الٹ کے چھوڑا مجھ کو مسرور کر

لیے سوئے دولت ایراں سپاہ
[illegible] میں ملاقات جا کے [illegible]
یہ فرمایا اور کرکے گرز طلب
کیا قتل اسکو بخشم و غضب

پھر اسفندیار جواں کو وہاں
لیا اسنے اعدا پہ فوج گراں
تو ارجاسپ نے جب سنی یہ خبر
روانہ کیا گھر اپنا پسر

پہ جنگ جم جاہ اسفندیار
اور اک پہلواں نام [illegible]
مقابل ہوئی وہ صف کارزار
پے جنگ آیا [illegible]

ہوا ساتھ اسکے مرد دلیر
وہ روئیں بدن مثل [illegible]
کمی [illegible] روانہ اور کے تیر
ہوئے پارہ جوشن کو [illegible]

[illegible] اسکا سا ساتھ دیا
[illegible] بدن وہ جوان [illegible]
شتابی سے آراستہ کر کمند
لیا گردن خصم کو آن میں بند

[illegible]
اسے [illegible] اسفندیار
گیا اپنے لشکر میں لا کر اسے
پھر آیا [illegible] با تیغ تیز

[illegible]
[illegible] کشتہ [illegible]
لیا [illegible] وقت [illegible]
[illegible] کیا ارجاسپ [illegible]

پھر اس جا سے گرم اسفندیار ۔ لگا کاٹنے سر بسمت یسار
کئے تیغ سے کلہ شصت و پنج ۔ جدا سر سے لبریز کینہ و رنج
ہوئے جنگ سے گرد ترکاں یوں ۔ وہ میدان بس ہو گیا بحر خوں
ہوئی فوج ارجاسپ شاہ کی تباہ ۔ گریزاں ہوئی چھوڑ کر رزمگاہ
ظفریاب گردان ایراں ہوئے ۔ گریزاں سواران ترکاں ہوئے
رہی جب نہ تاب ثبات و قرار ۔ شہ چین ہوا آوارہ نورد و فرار
بفرمان اسفندیار جواں ۔ ہوئے گرد ایراں تعاقب کناں
بہت ترک کھینچے نہ تیغ کیں ۔ ہوئی لالہ گوں خون سے انکی زمیں
لیا منہ میں ترکوں نے پھر سنگ گاہ ۔ حضور جوانمرد لائے پناہ
ہوا مہرباں اپنے اسفندیار ۔ پھر آیا حضور شہ نامدار
تری بہنوں کو لیگیا شاہ چیں ۔ تو پھر اس سے ہو جا کے اب گرم کیں
چھڑا کر انہیں قید سے لا یہاں ۔ نہ تاخیر کر بہت شتابی رواں
قسم ایزد پاک کی اے پسر ۔ کہ آئے تو جیدم بفتح و ظفر
کروں ترک دنیا و دولت وہیں ۔ عبادت کروں ہو کے گوشہ نشیں
حوالے کروں تجھ کو تخت شہی ۔ زر و گنج و دیہیم و فرزند ہی
یہ سنکر دلاور نے پاسخ دیا ۔ مبارک تجھے تخت و افسر شہا
ترا ہوں میں اک بندہ جاں نثار ۔ نہ خواہندہ افسر و زر نگار
بفرمان شاہنشہ دیں پناہ ۔ شتابی ہوں ارجاسپ کینہ خواہ
نہ توراں میں چھوڑوں نہ چین تبہ ۔ کروں جا کے ارجاسپ کو سخت خوار
چھڑا لاؤں بہنیں جو اہروں کو شتاب ۔ باقبال شاہ ثریا جناب
کہا شاہ نے آفریں مرحبا ۔ شب و روز یار ہو تیرا خدا
لگا کہنے شاہ سے پھر اسفندیار ۔ کہ یوں عرض کرتا ہے اب گرگسار
کرو مخلصی قید سے مجھکو گر ۔ تو خدمت کروں خوب شام و سحر
جہاں قصد کیجیے میں ہوں ہمنوا ۔ بجا لاؤں میں شرط خدمت سدا
جہاندار نے اس کو کر کے طلب ۔ کہا یوں زرہ سے نشاط و طرب
کیا قید سے تجھکو ہم نے رہا ۔ اور اے کیمیو تو بھی رسم وفا
حضور جوانمرد اسفندیار ۔ تو رہیو شب و روز خدمتگذار
پھرا تا ہوں اسپ قلم کی عناں ۔ اور آتا ہوں اب پر سر ہفتخواں

رفتن اسفندیار جانب روئیں دژ براہ ہفت خواں برائے رہائی ہمشیرہائے خود

رہا جب ہما قید سے گرگسار ۔ تو پھر مرد روئیں تن اسفندیار
اسے لیکے اپنے مکاں میں گیا ۔ رہا اس پہ مصروف لطف و عطا
کہا یوں کہ صدق ارادت سے گر ۔ ہے تجھ کے پاس شام و سحر
کہے راست گوئی جہاں اختیار ۔ تو ہر دم فزوں ہوئے عز و وقار
مجھے ایک ترکاں سے اک ملک دوں ۔ ترے تن سے ورنہ جدا سر کروں
وہ بولا کہ جز راستی زینہار ۔ نہیں کچھ مجھے کام لیل و نہار
کروں صدق دل سے پرستندگی ۔ بجا لاؤں رسم و رہ بندگی
لگا کہنے اس سے یہ اسفندیار ۔ کہے تب تو روئیں تن گرگسار
بتا کونسی راہ سے ہوں رواں ۔ کہ پہنچوں میں اس راہ سے جلد واں
وہ بولا کہ اک راہ ہے خوب تر ۔ کہ ہے کیسر آباد اے نامور
سر راہ مسافت رکھے ہے جو راہ ۔ بخوبی گذر جائے وانسے سپاہ
کم آباد ہے اسکی راہ دگر ۔ ولے میوہ و آب ہے بیشتر
دو ماہ کی مسافت ہے اے نامور ۔ نہیں کچھ بھی خوف و خطر زینہار
سوم ہفت روزہ ہے اے ارجمند ۔ ولے سخت وہ راہ ہے پر گزند
اور اس راہ کا نام ہے ہفتخواں ۔ کسے ہے یہ قدرت کہ جاوے اُدھر
ہر اک منزل اسکی ہے پر خوف و بیم ۔ جہاں جا وہاں ہے بلائے عظیم
کہیں شیر و گرگ اور کہیں اژدہا ۔ نہ ہو جنگ سے جسکے کوئی رہا
زن ساحرہ مار و شور بخت ۔ بیاباں و تیغ و ہوائے سخت
گذر اس بیاباں میں دشوار ہے ۔ کہ ہر گام پر تیغ و آزار ہے
یہ بولا جوانمرد اسفندیار ۔ کہ مجھ کو نہیں کچھ خطر زینہار
شہا بندہ جو نہیں سوئے ہفتخواں ۔ کروں تیغ پر اک بلا کو وہاں
یہ کہہ کر بلائی مے خوشگوار ۔ ہوا مست مخمور جب گرگسار

یہ کہنے لگا یوں کہ ای پہلوان
رہ ہفتخواں سے تو مت ہو رواں
دلیر و قوی زور ہے گو ہزار
تو جانبر نہ ہوگا وسے زینہار

یہ گفتار ہرگز خوش آئی نہیں
کئے بستہ پھر دست و بازو وہیں
وہ کہنے لگا ہو کے گریہ کناں
کہ میری خطا کیا ہے اے پہلواں

کہا بینے جو کچھ وہ باطل نہیں
مرے قید کرنے سے حاصل نہیں
وہ بولا نہیں تجھ پہ خشم و غضب
تجھے اسلیے بینے باندھا ہے اب

کہ تا رام سے تو گریزاں نہ ہو
مرے دیکھیے تو قوت و زور کو
اگر کیا کیا دلیری ہو مجھ سے عیاں
بخوبی کروں طے رہ ہفتخواں

یہ کہہ کر گیا پیش شاہ زمن
ہوا اس سے رخصت یل پیلتن
سواران جنگی لیئے دس ہزار
خزانہ بھی ساتھ لے دیا بیشمار

غرض گرپشوتن کو سالار فوج
روانہ ہوا وہیں مانند موج
کف و کتف بستہ جو تھا گرگسار
رکھا ساتھ اپنے سپہ پر سوار

گئے اپنی سرحد سے جسدم گذر
تو اک دشت پر ہول آیا نظر
وہ تھی اولین منزل ہفتخواں
کرو نیں حقیقت اب اسکی بیاں

وہ صحرا جو دیکھا تو اسفندیار
بلا آویگی آج درپیش کیا
لگا پوچھنے یوں کہ ای گرگسار
وہ بولا کہ لے مرد زور آزما

احوال منزل اول از راہ ہفتخواں

وہ گرگان جنگی ستمگار ہیں
قوی ہیکل و سخت خونخوار ہیں
کہ ہنگام پیکار بیخوف و باک
کریں پہلوے پیل ہاتوں سے چاک

سواروں سے روئیں تن اسفندیار
یہ بولا کہ جب گرگ ہوں آشکار
تو پھر بارش تیر تم کیجیو
نہ زنہار فرصت ذرا دیجیو

یہ کہکر زرہ سے دلیری وہ مرد
ہوا دشت پر خوف میں رہ نورد
نمایاں ہوئے گرگ خونخوار جب
کیا تیرباراں سواروں نے تب

لگے اسقدر زخم پیکان تیز
کہ خستہ ہوئے گرگ وقت ستیز
وہیں کھینچکر تیغ زہر آبدار
پشوتن جواں اور اسفندیار

دلیرانہ آ کر مقابل ہوئے
سو جنگ پیکار مائل ہوئے
کیا قتل گرگوں کو انجام کار
ہوا دیکھ حیرت زدہ گرگسار

جوانمرد نے پھر یہ اس سے کہا
کہ باقی کوئی اور بھی ہے بلا
وہ بولا کہ بس تھے یہی گرگ دو
سو تم نے کئے قتل لے جنگجو

نہیں آج کچھ اور خوف و خطر
بعیش و طرب کیجیے شب بسر
غرض واں فرود آئے ہنگام شام
لگے پینے بھر بھر کے گلگوں کا جام

سہے بیدار ان مائل خواب جب
ہوا مہر رخشاں جو وقت سحر
بسر کی بخوبی وہ آرام شب
تو واں سے روانہ ہوئے پیشتر

احوال منزل دوم از راہ ہفتخواں

دلاور نے یوں راہبر سے کہا
کہ ہے راہ میں آج کیا کیا بلا
وہ بولا وہیں گرگسار اے جواں
وہ شیران خونخوار رہتے ہیں واں

کہ ہیں پیل سے بھی سطبر و بلند
سپاہ اسقدر ان سے پہنچے گزند
نمایاں ہوئے جب وہ شیر عریں
تب اسفندیار جواں سے وہیں

پشوتن لگا کہنے ہم تم بہم
کریں حملہ شمشیر کرکے علم
ولیکن ہوا اسکو مانع جواں
گیا آپ سے شیر جانب وہاں

دلیرانہ کھینچکر پھر تیغ کیں
دوپارہ کیا شیر نر کو وہیں
ہوا کشتہ جب نر تو پھر مادہ شیر
ہوئی ہمنبرد جوان دلیر

ملے اس دلاور نے بیخوف و بیم
کیا تیغ براں سے اسکو دو نیم
مظفر ہوا جبکہ اسفندیار
تو لایا بجا شکر پروردگار

قیامت گزیں ہو گئے باصد خوشی
مے خوشگوار اسنے واں نوش کی
طلب کرکے پھر راہبر کو کہا
کہ فردا مجھے پیش کیا آئیگا

وہ بولا کہ اک اژدہا ہے وہاں
مقابل ترے آئیگا اے جواں
دراز و سطبر و درشت وہ دم
دہن ہے آتش فشاں جسدم

ہوا سنکے یہ بات اندیشہ مند
لگا کہنے پھر سرور ارجمند
کرو ایک تیار گردوں یہاں
کہ ہو جسکے [illegible]

تاخیر کو دخل ہرگز دیا
تہیا شب وہ گردوں [illegible] کیا
کئے نصب تیر و تیغ و سناں
[illegible]

لگا کہنے یوں بعد ازاں گرگسار
ششم منزل لے سرورِ نامدار
انہوں کیا کہ ہر رنج ہو کس قدر
گذرنا وہاں سے ہے دشوار تر

بہت بارش برف باراں سے واں
چلے باد تند ایسی واں پہلواں
تباہ ہو سپاہ سخت پہنچے گزند
یہ سنکر ہوئی فوج اندیشہ مند

لگے کہنے مرزم کہ اے نامدار
خدا سے نہیں کر سکے کارزار
مناسب یہی ہے کہ بس پھر چلو
تن و جان و سر بادشہ پر فدا ہو

وہ کہنے لگا میں ہرگز بھی یوں
رہ ہفت خواں طے یہ بحجت کرلیں
اگر ایسی پھر جاؤ تم شوق سے
شتابی سے خانہ ہو ذوق سے

نہیں فوج درکار کچھ زینہار
مددگار میرا ہے پروردگار
یہ سنکر سران سپاہ دلیر
لگے کہنے اے شاہ آفاق گیر

نہ ہووے جدا تجھ سے ہم زینہار
کریں جان و تن تجھ پہ یکسر نثار
وہ بولا پھروں گر بفتح و ظفر
تو بخشوں تمہیں ملک گنج و گہر

بروز ششم سرورِ نامور
وہاں سے ہوا عازم پیشتر

احوال منزل ششم از راہ ہفت خوال

ہوا روز جب رفتہ رفتہ تمام
کیا منزل کو سب نے شب مقام
لگی چلنے جب تند باد اسقدر
کہ عاجز وہ لشکر ہوا سربسر

ہوئی بارش برف بھی بعد ازاں
ہوئی تین دن ایک آفت وہاں
نہاں زیر کہسار سب ہو گیا
تردد سے ناچار لشکر ہوا

سپاہ و سپہ دار اسفندیار
رہ عجز سے ہو کے واں ہمکنار
لگے مانگنے یہ دعا سب وہیں
کہ اے خالق آسمان و زمیں

شتاب اپنے بندوں پہ تو رحم کر
کہ ہو یہ بلا دفع اب سربسر
کیا لطف سے سب کو یزداں نے شاد
ہوئی یک قلم دور واں برف و باد

بچا لا کے پھر شکر پروردگار
سپہدار بولا کہ اے گرگسار
بفضلِ خدائے جہاں آفریں
رہی باقی اب منزل ہفتمیں

یہاں پہنچیں آوے گی اک کیا بلا
وہیں راہبر نے یہ پاسخ دیا
کہ ہے راہ میں یک تفتہ تمام
ہوا گرم چوں شعلہ سے صبح و شام

زمیں گرم ہے چوں تفِ آفتاب
نہیں ہے کہیں پائے یک قطرہ آب
نہ ہرگز کرے خاک پر سبزہ جا
نہ طائر اڑے واں نہ پیدا ہوا

غرض یہ خرابی ہے ماسی کروہ
سوا اسکے اے شاہ گردوں شکوہ
وہ رہ میں اتنا ہی محکم کہ بس
کریں جہد کوشش اگر سو برس

نہ مقصود فیروز ہوں زینہار
دلیران ایران و توران ہزار
بیشتر نہ ہو غلہ و علف و کاہ
سپاہ و گراں ہوئے آخر تباہ

تو ہرگز نہ رکھ اب قدم پیشتر
سوئے خانہ عطفِ عناں بانیے گر

احوال منزل ہفتم از راہ ہفتخوال

دلیر و جوانمرد اسفندیار
لطف اسکے ہوئے خداوندگار
ہوا عازم منزل ہفتمیں
ہر اک گام پر سبزہ پائی زمیں

وہیں راہبر سے یہ بولا جواں
نہیں یک تفتہ کا یاں کچھ نشاں
سراسر تھی باطل تیری گفتگو
یہ سنکر وہ بولا کہ اے نامجو

ترا بخت فرخندہ یاور ہوا
اثر برف کا اس زمیں پر ہوا
وہاں سے جو لشکر گیا پیشتر
تو اک سبزہ و خار آیا نظر

ہوا پر غضب دیکھ کر نامدار
کہا راہبر سے کہ اے نابکار
تو کہتا تھا ہرگز نہیں قطرہ آب
جلا دیجیو سب کو تفِ آفتاب

عبث تو نے پہنچائے بیم و گزند
کیا فوج کو میری اندیشہ مند
خجل ہو کے کہنے لگا گرگسار
یا اس نے پاسخ کہ اے نامدار

کہا وصف بیجا زبس بے جفا
گرفتار زنجیر مجھ کو کیا
سخن تیرے آگے دروغ [illegible]
کیا میں نے اسواسطے [illegible]

کروں تا کہ عطفِ عناں بانیے تو
برآئے مرے دل کی پھر آرزو
رہائی ہو یعنی مری بند سے
غرض فضل و لطفِ خداوندی [illegible]

توقع قوی ہے کہ میری خطا
معاف اب ہو یکسر زروئے عطا
ہمیشہ کی پھر سپہدار [illegible]
[illegible]

گذر سچ ز خار سے بعد ازاں
کیا خیمہ باشوکت و فر و شاں
وہاں سے [illegible]
[illegible]

سپہدار جنگی یہ بولا وہیں
کہ تدبیر تسخیر حصن متین
[illegible]
[illegible]

اگر تم دو صد سال کوشش کرو
نہ ہرگز وہ حصن فتح ہو

کروں سر جو شاہ ارجاسپ کا
دلیرانہ لوں کینہ لہراسپ کا

لیا یک ہما تند وہ شور بخت
کہی اس نے شوخی سے گفتار سخت

بیک زخم شمشیر سر آمدار
قلم کی وہیں گردن گرگسار

بتایا وہ روئین دژ آہن سے تھا
نہیں نام تھا واں گل و خشت کا

کوئی چارہ سوجھا نہ تسخیر کا
نہ پایا وہاں کام تدبیر کا

اٹھا کر بہت رنج آیا یہاں
دریغا کہ محنت گئی رائگاں

غرض ہو گئے یاس آسی سپرا
غمیں خاطر دل پراگندہ تھا

کہ کیفیت دژ ذرا کر بیاں
وہ درویش بولا کہ ای پہلواں

سدا غلہ پیدا ہو واں بے حساب
رواں ہیں بہت چشمے جیسے آب

کہ مردم غیر کا واں نہیں
ولے یوں ہے حکم سپہدار چیں

یہ سنکر ہوا شاد اسفندیار
کہا آپشوتن سے یوں آشکار

تو رہنا خبردار شام و پگاہ
کہ تیرے حوالے ہے یکسر سپاہ

اسیوقت لیکر سپاہ بیخطر
دلیرانہ آنا در قلعہ پر

وہ بولا کروں فتح اک آن میں
ہیں گھوڑے کو دوڑا کے سید ہمیں

زن و دختر و خواہر شاہ چین
کرو نہیں گرفتار از رہ کمیں

ہوا پُر غضب سنکے سالار دہر
ہوئی شعلہ خیز آتش خشم و قہر

گیا شب کو لیکر کئی پہلوان
سر قلعہ اسفندیار جوان

سہ فرسنگ بالا و پہنا چہل
ہوا دیکھ حیران جوانمرد دل

یہ بولا کہ کہتا تھا سچ گرگسار
کہ یہ دژ نہ تسخیر ہو زینہار

میسر ہوئی کچھ نہ راحت مجھے
ہوئی حاصل آخر ندامت مجھے

ہوا ایک درویش وہیں آشکار
یہ کہنے لگا اس سے اسفندیار

سپاہ گراں ہے درون حصار
نبرد آزمایان خنجر گذار

نہیں واں کوئی چیز مطلوب کی
مہیا ہے اس دژ میں ہر ایک شی

کہ آوے کہیں سے جو بازارگاں
تو آنے دو اسکو یہاں بیگماں

کہ جاتا ہوں میں بنکے بازارگاں
درون دژ روئیں اے پہلواں

نہ ہونا تو زنہار اندیشہ مند
وہ جیسے ہو دژ میں آتش بلند

زد و کوب واں آنکے کیجیو
جدا تن سے ترکوں کے سر کیجیو

رفتن اسفندیار بلباس سوداگراں در دژ روئین و کشتن ارجاسپ کہرم پسرش را و فتح یافتن

مہیا وہیں کر کے یکصد شتر
کیا جامۂ کاروانی بہ بر

وہ ہشتاد اشتر کہ باقی رہے
سو ہر اک پہ صندوق دو دو رکھے

بٹھائے سو ازیاں صد یل کہ جو
نبرد آزمایان پرخاش جو

سنا شاہ ارجاسپ نے تا کہاں
کہ آیا ہے ایران سے اک کارواں

جو پہنچا در قلعہ پر کارواں
نہ ہرگز مزاحم ہوئے پاسباں

یہ ارجاسپ کو جاکے بھیجا پیام
کہ اے شاہ نام آور ذو الکرام

یہ ہے خواہش بندۂ خاکسار
کہ آوے حضور شہ نامدار

متاع گراں پیشکش کی بہ ہر
ہوا خرم و شاد سالار چیں

یہ پوچھا کہ اے سود بازارگاں
تو ایراں کی ہم سے خبر کر بیاں

بلی گرگسار ان نبرد آزما
سلامت ہے یا قتل اسکو کیا

کہا ایراں سے عازم ہوا اس سحر
نہیں ہے وہ زندہ کی مجھے کچھ خبر

وہ اشتر تھے دیبائی رومی سے پر
وہ اشتر پر از لعل و یاقوت و دُر

صد و شصت گرداں جنگ آوراں
کئے مرد جنگی نے انمیں نہاں

غرض اس طرح سے سوئے حصار
گیا مرد روئیں تن اسفندیار

کہا جا بجا ہر گذر بان کو
کہ زنہار اس سے مزاحم نہو

گیا پھر وہ سوداگر ارجمند
خوشی سے درون حصار بلند

رہ دور سے با متاع گراں
مسافت کو طے کر کے آیا یہاں

دیا شاہ نے حکم آوے یہاں
گیا پیش ارجاسپ بازارگاں

کہا نام کیا اُسنے پاسخ دیا
کہ خراد ہے نام میرا شہا

کہ کس مصلحت میں ہے لیل و نہار
جہاندار گشتاسپ و اسفندیار

دیا اس نے پاسخ کہ ای بادشاہ
ہوئے منقضی مدت پنج ماہ

ولیکن یہ تھا ماہ میں اشتہار
کہ یہ عزم رکھتا ہے اسفندیار

کر آوے رہ ہفتخواں سے ادہر
وہ جیتا و رخصت ہوا بعد از آں
غرض لیکے بازار میں اک مکاں
دلاور کی دختر بہت مہرو شر
سو کارواں وہ شتاباں ہوئیں
وہ بولا کہ ہوں مرد بازارگاں
ولے وہ وہیں وقف ہوئیں از سے
لگیں اس سے کہنے کہ ای نامور
تمہاری رہائی کو میں آیا یاں
گیا ایکدن وہ جواں پیش شاہ
کہ کشتی تباہی سے نکلے اگر
یہ جی میں ہے اب نذر کیجے ادا
کہا شہ نے جراد سے بعد از آں
بلندی پہ ہوں قلعہ کی خیمہ زن
وہاں پھر سرا پردہ کرکے بلند
ہوا رونق افزائے بزم طرب
شہ چین و ترکاں بیکدست شتاب
پشوتن نے دیکھا تو لیکر سپاہ
خروشندہ پھر ہر کے مانند شیر
وہ مجلس میں تھا لیکے مست شراب
کہ لیکر سواراں تو پنجاہ ہزار
سواراں چیں اور پنجاہ ہزار
تو لیکر صد و شصت مردان کار
بہت کشتہ و خستہ ترکاں ہوئے
یہ کہکر گئیں ہر دو لالہ عذار
خروشاں ہوا جاکے مانند شیر
لئے خنجر آنکھوں کا وہ تیغ

سنا شاہ ترکاں یہ سنکر خبر
کیا شاہ نے ہنگام رخصت بیاں
لگائی دکاں پُر متاع گراں
شہ چین کے مطبخ میں آتش
بہ جراد سے آکے پرساں ہوئیں
نہیں وقف حال شاہ و یلاں
لیا اُسکو پہچان آواز سے
کریں کچھ عیاں راز خلوت ہو گر
کسی سے نہ یہ راز کیجو عیاں
لگا کہنے کہ شاہ گیتی پناہ
کروں جشن ترتیب میں زود تر
غرض شہ نے مجلس بپا کی فزا
کہ مسکن گزیں ہوں جہاں وہ دلاں
کروں ایک ترتیب واں انجمن
خوشی سے وہ سوداگر ارجمند
گئے نامداران ساتھ اُسکے سب
ہوئے مست و مخمور پیکر شراب
در دژ پہ آکر ہوا کینہ خواہ
کہاں ہیں ہوں اسفندیار دلیر
یہ سُنکر گیا سوئے خانہ شتاب
کہ اب جاکے بدخواہ سے کارزار
تعیں جا بجا تھے درون حصار
جوانمرد روئیں تن اسفندیار
جو باقی ہے سو گریزاں ہوئے
سو منزل گرد اسفندیار
اُٹھا خواب سے تب وہ شاہ دلیر
رہا زخم باہم کئے بیدریغ

کہا یوں کہ کیا تار اسفندیار
کہ یاں آ ہو جاتی ہے جس وقت تو
لگے آنے ہر شخص کے مشتری
سنی یہ خبر جبکہ ووں نے وہاں
کہا حال گشتاسپ و اسفندیار
یہ کہکر ہوا تند اور خشمگیں
بہنگام شب پیش اسفندیار
جواں نے بھی پہچان انکو لیا
وہ بیچاریاں شاد و خرم ہوئیں
تباہی میں آیا تھا میرا جہاز
عنایت سے پھر ایزد پاک کی
یہ سُنکر لگا کہنے ارجاسپ شاد
نہایت ہے تنگ اے شہ نامدار
کروں روشن آتش بطرز خوشی
ہوا محفل آرائے عیش و نشاط
طعام لطیف و مے و رود جام
ہوئی روشن آتش وہاں بعد از آں
وہاں جسکو پایا اسے بیدریغ
ہوا شاہ ارجاسپ کو آشکار
سپہدار کہرم کہ فرزند تھا
سپاہ گراں لیکے کہرم گیا
سپہ پیش ارجاسپ کمتر رہی
گیا وقت شب سوئے ایوان شاہ
گئیں وہ وہیں پیش جواں خواہران
دلیرانہ وہ مرد جنگ آزما
لگے کرنے باہم وہیں کارزار
ہوا کشتہ ارجاسپ انجام کار

رہ ہفتخواں سے گئے جو گزر آ
مزاحم نہ ہوویگا وہاں کچھ
ہوا گرم بازار سوداگری
کہ آیا ہے ایراں سے بازارگاں
سمجھے گرچہ معلوم کر آشکار
وہ بیچاریاں روتی پھر گھر گئیں
گئیں پھر وہ سیمیں مہ عذار
طلب کرکے خلوت میں انکو کہا
گئیں پھر وہ در مطبخ شاہ چیں
قبول اُس گھڑی نیو کی تھی نیاز
کنارے پہ کشتی مقصد ملی
کہ محفل میں آئینگے ہم صبحگاہ
یہ لطف خوشی سے ہوں امیدوار
شہ چین نے پروانگی اسکو دی
دم صبح شہ از سر انبساط
مہیا تھا ساماں عشرت تمام
کہ فرسنگہا جس کا پہنچا دخاں
کیا کھینچ کر قتل برندہ تیغ
کہ آیا در دژ پہ اسفندیار
اُسے شاہ ارجاسپ نے یوں کہا
ہوا جا پشوتن سے جنگ آزما
ہوئی جب دلاور کو یہ آگہی
دلیرانہ چیں سے ہوا رزمخواہ
دیا اُسکو شکست شہ کا نشاں
سو خوابگاہ شہ چیں گیا
سپہدار ارجاسپ اسفندیار
مظفر ہوا گرد اسفندیار

زن و دختر و خواہر شاہ چیں — گرفتار ساتھ اسکے ہوئیں وہیں
پھر واں سے پھرے وہ دلیر جواں — پہنچے در قلعہ آیا دواں

سکئے قتل گردانِ چین بیشمار — یکایک وہاں یہ ہوا آشکار
کہ بدخواہ نے ہو کے پرخاش جو — کیا کشتہ اب شاہ ارجاسپ کو

وہ کہرم پسر شاہ ارجاسپ کا — پشوتن کے تھا ساتھ جنگ آزما
سنی جب آواز حیراں ہوا — وہیں جانب دژ شتاباں ہوا

گیا جبکہ کہرم درونِ حصار — ہوا گرم جنگ اُس سے اسفندیار
پشوتن بھی دنبال کہرم گیا — ہوا گرم بازار پرخاش کا

دلیران و گردان گردانِ چیں — ہوئے بسکہ واں کشتۂ تیغ کیں
دروں دژ ہوا غرق خوں سربسر — پڑی نعش پر نعش ادہر ادہر

زبوں آخر کار ترکاں ہوئے — سراسیمہ واں سے گریزاں ہوئے
ولیکن نہ زنہار کہرم ہٹا — دلیرانہ بیدا انہیں قائم رہا

لگا کہنے کہرم سے اسفندیار — کھڑا کیا ہے اے کہرم نامدار
مرے ساتھ ہو آکے گرم نبرد — یہ سنکر مقابل ہوا شیر مرد

وہ مرد توانا و چست دلیر — ہوئے گرم پیکار مانند شیر
پکڑ کر کمر بند کہرم وہیں — دلاور نے پٹکا بروئے زمیں

کیا تیغ سے پھر سر اسکا جدا — خوشی سے وہاں حکم پھر یہ دیا
کہ جو کوئی حاضر ہو یاں آنکر — کروں اسپہ لطف و کرم بیشتر

حضور اُسکے حاضر جو ترکاں ہوئے — تو وہ مورد لطف و احساں ہوئے
بہت دن قلعہ میں رہا نامور — مسخر ہوا ملک چیں سربسر

سرانِ نواحی توران دیار — ہوئے آکے محکوم اسفندیار
ہوا واں جو کوئی نہ فرماں پذیر — تو بس قتل اُسکو کیا یا اسیر

نہ کوئی رہا چیں میں اک نامدار — نہ توراں میں کوئی رہا شہریار
سپہ کو بصد لطف و جود و عطا — دلاور نے گنج فراواں دیا

زنانِ پری وار ارجاسپ شاہ — رکھیں اپنے مشکو میں با عز و جاہ
وہ لے دختر و خواہر شاہ چیں — ہر اک لڑکی حوالہ وہیں

لکھا نامۂ فتح گشتاسپ کو — ہوا شاد وہ شاہ فرخندہ خو
یہ اسفندیار جواں کو لکھا — کہ اے نامدار نبرد آزما

تو با فضل ہو واں اقامت گزیں — تصرف میں لا ملک ماچین و چیں
سپہدار نے پھر لکھا یہ جواب — کہ اے تاجدار ثریا جناب

مسخر کیا ملک توران و چیں — بیاں وہم و اندیشہ ہرگز نہیں
بس اب آرزوئے قدوس شاہ — مجھے ہے شب و روز شام و پگاہ

آمدن اسفندیار و ایران و ملامت کردن با پدر

دگر بارہ جب نامۂ پہلواں — پڑھا شاہ نے تب لکھا یہاں

سہ ہفتخواں سے پھر اسفندیار — روانہ ہوا سوئے ایراں دیار
وہاں جبکہ پہنچا وہ فرخ نہاد — ہوئی تھی جہاں رسم خیر و باد

تو بس ہی پایا تمام و کمال — تلے برف کے دب گیا تھا جو مال
گیا جبکہ نزدیک شہر پدر — تو وہیں بحکم شہ نامور

بزرگانِ ایراں گئے پیشوا — وہاں سے جو نزدیک ایواں گیا
تو آیا جہاندار گشتاسپ بھی — بغلگیر ہو کر بفرط خوشی

کیا آفریں اور کی یہ دعا — کہ عالم ستاں رہیو صبح و مسا
کیا ایک ترتیب جشن نشاط — پئے جام مے از رہ انبساط

اسے ہاتھ سے اپنے بھر کر دئے — کئی آپ بھی بادشہ نے پئے
کہا شہ نے پھر کر کے اے پہلواں — بیاں کر ذرا قصۂ ہفت خواں

کیا کشتہ جس طرح ارجاسپ کو — تو کہہ مجھ سے تا دل مرا شاد ہو
وہ بولا کہ اے ہمدم ہوش شراب — کہوں میں کیا اے شاہ گردوں جناب

کہ گفتار مستاں ہے بے اعتبار — سحرگاہ مفصل کروں آشکار
جہاندار گشتاسپ وقتِ دگر — سر تخت زریں ہوا جلوہ گر

برابر تھا کرسی پہ اسفندیار — جواں نے حضورِ شہ نامدار
مفصل کہا قصۂ ہفت خواں — کیا ماجرا جنگ کا سب بیاں

بظاہر ہوا خوش شہ ارجمند — ولیکن ہوا دل میں اندیشہ مند
نہ ہرگز دیا اسکو دیہیم و تخت — کہ تھا شاہ کو اُس سے وسواس سخت

جو دیکھی یہ بے مہری شہریار — ہوا سخت آزردہ اسفندیار
گیا یوں جو تھی یاد در ہر زماں — حضور اُسکے جا کر یہ بولا جواں

کہ بیٹے کیا قتل ارجاسپ کو بفرمان شاہنشہ نامجو
اٹھائی بہت محنت و رنج سخت کہ تا شاہ بخشے مجھے تاج و تخت
کتایون نے سنکے از روے پند کہا یوں کہ اے سرور ارجمند
مبادا کہ پھر گرفتار بند روا رکھے پھر شاہ تجھ پر گزند
کہ محکوم ہیں تیرے سردار فوج تو ہے صاحب حکم و سالار فوج
کریگا تو شاہی پس مرگ شاہ کہ ہے وارث تخت و تاج و کلاہ
کہا ایک دن وقت مستی مے کہ ساری خدائی کو معلوم ہے
جو کچھ کام اس جانفشاں نے کیا نہ ہرگز کسی پہلواں نے کیا
بظاہر بدکیجوئی پہلواں ہوا وہیں مصروف شاہ جہاں
طلب کرکے جاماسپ کو اپنے پاس کہا یوں کہ اے مرد اختر شناس
کہ ہے کس طرح مرگ اسفندیار یہ سنکر خردمند نے ایکبار
زبردست ہے مرد اسفندیار کسی کو نہیں طاقت زینہار
ولے پہلواں رستم نامدار کرے گا اسے کشتہ انجام کار
بہت کرکے تعریف اسفندیار لگا کہنے اس سے کہ اے نامدار
یہ کہکر ہوے سران سپاہ نگاہ کرکے بولا شہ دین پناہ
کہا بیٹے یہ رستم گرد کو کہ اب چلکے میرا مددگار ہو
اطاعت سے پھیرا ہے سر آنجناب یہ کہتا ہے نخوت سے ہر روز و شب
تہمتن ہے فقط لیل و نہار ثنا گوے کیخسرو نامدار
مرے دل میں کینہ ہے اس بات کا نہایت تردد ہے صبح و مسا
جواں سے کہا شاہ نے بعد ازاں کہ جا لیکے لشکر سو سیستاں
وہ بولا کہ میں پہلے اے بادشاہ ہوا شاہ ارجاسپ سے کینہ خواہ
عوض اسکے گرزم کی کینے سے آہ کیا قید مجھکو بحال تباہ
کہوں قصۂ ہفتخواں یاد کر تو پھر راست ہوں موے تن پر بسر
زن پیر جادو وہ غول سیاہ کئے کشتے بیٹے بہ فضل الٰہ
وہ سختی سرما وہ باران برف وہ طغیانی و جوش دریاے ژرف
گذر تھا جہاں سخت میں واں گیا شہنشاہ کا حکم لا یا بجا
کہ یہاں سے پھرتے نہیں [illegible] شہان فلک قدر عالی وقار

گرفتار تھیں انکی واں خواہران رہا کرکے لایا ہیں انکو یہاں
پے ایفاے وعدہ ہیں بانے قصور تو کہ جا کے انصاف سے ہی حضور
تو یہ بات ہرگز خدا بھی نہ لا کہ ہو بدگماں شاہ کشور کشا
پدر سے کے ہے تارک پہ تاج مہی ولے فی الحقیقت ہے تجھکو شہی
نہ کر اضطراب اے بل بے نظیر کہ آخر ہوا شاہ گشتاسپ پیر
خوشی آئی نہ پسند یہ اسے زینہار اٹھا ہوکے دلگیر اسفندیار
کیا قتل دشمن کو اے بادشاہ رکھا میں نے ناموس تیرا نگاہ
ولے حیف ایفاے وعدہ ہنوز نہ تو نے کیا اے شہ فیروز
ہوئے دل میں ناخوش ہو شہریار یہ گفتار آئی بہت ناگوار
تو دیکھا احوال اسفندیار تو کر مجھ سے راز فلک آشکار
نظر کر سوے گردش مہر و ماہ کہا یوں کہ اے شاہ گیتی پناہ
جہاں میں ظفر مند و فیروز ہو مسخر کرے ہفت اقلیم کو
ہوا شاہ شاداں یہ سنکر سخن وہیں ایک ترتیب کی انجمن
مبارک تجھے تخت و تاج شہی کہ زیبا ہے تجھکو کلاہ شہی
کہ کشتہ ہوا شاہ ارجاسپ جب ہوئیں دختران و زناں بند سب
نہ آیا میرے ساتھ ہرگز ادھر نہ لی اتنی مدت میں میری خبر
کہ ہے کابل و زابل و نیمروز عطا کردہ خسرو خصم سوز
براہ اطاعت وہ آتا نہیں مجھے کچھ بھی خاطر میں لاتا نہیں
مناسب ہے اب یہ کہ اسفندیار کرے رستم گرد سے کارزار
تہمتن کو یا کشتہ کر یا اسیر تو پھر آ کے لے مجھ سے تاج و سریر
شہ چیں کو وقت وغا دی شکست لیا ملک یکسر اسے کرکے پست
کیا کشتہ بیٹے ارجاسپ کو کہ شاداں ہو شاہنشہ نامجو
وہ گرگان جنگی وہ شیر ژیاں وہ کالا بلا اژدہے دماں
وہ سیمرغ آیا جو بہر ستیز تو کھینچا اسے بھی تہ تیغ تیز
کروں گر بیاں میں تو ہر یک نگ رواں قتل ہر یک ہے خارہ سنگ
بہانے کو مت کام شہ را شتاب رہ لطف سے کر مجھے کامیاب
بہارو میں تیرے شاہنشہا کیا کشتہ اک گرگ و اک اژدہا

حوالے کیا پھر مجھے تخت و تاج
پدر نے مجھے از سر ابتہاج

کئے میں نے اب کار ہائے کلاں
ملائے تہ خاک خون دشمناں

اگر میں کروں فخر شایستہ ہے
بزرگی مجھے آج بائستہ ہے

مناسب ہے یا اور لائق تجھے
کہ اورنگ و دیہیم اب دے مجھے

شہنشاہ نے پھر یہ پاسخ دیا
کہ گفتار تیری ہے یکسر بجا

ولے سخت غم ہے کہ ہر صبح و شام
کہ کاوس خسرو کے آگے مدام

کمر بستہ حاضر تھے چوں بندگاں
یل زال اور رستم پہلواں

اور اب سرکشی ہم سے کی اختیار
نہیں حکم لائے بجا زینہار

بڑا حیف ہے سخت ہے عار و ننگ
کہ ہو نامور تو فیروز جنگ

تھے آگے اسکے شام و سحر
کریں سرکشی رستم و زال زر

تصرف میں با نصف ایراں کبیر
سر بر خلافت کا دعوی کریں

لگا کہنے یوں گرد آفاق گیر
کہ دیجے مجھے آپ تاج و سریر

شہا بندہ ہوں پھر سوئے سیستاں
کروں جنگ رستم سے میں بیگماں

وہ بولا کہ تیرا ہے دیہیم و تخت
نہ بد دل ہو اے سرو نیک بخت

شہا ہاں ہو تو لیکے گنج و سپاہ
تہمتن ہی ہو جائے اب زنخواہ

گرفتار کر رستم و زال کو
تصرف میں لا ملک اور مال کو

زوارہ فرامرز کو بھی نہ چھوڑ
بد اندیش کے سر کو جلد ہی توڑ

نہ رکھ بدسگالاں کا نام و نشاں
نہ ہو پھر کوئی کینہ آور وہاں

نہیں چاہئے اندیشہ کچھ زینہار
کہ تو ہے جہاں میں یل نامدار

کیا ہفتخواں فتح تو نے تمام
بلند اس جہاں میں ہوا تیرا نام

کیا قتل ارجاسپ کو روز جنگ
و ترسو میں آخر لیا بیدرنگ

نہیں تاب رستم جو ہو ہم نبرد
تو ہے شیر کش گرد ہے شیر مرد

کریگا تو اکدم میں اسکو اسیر
تجھے پھر میں دونگا یہ تاج و سریر

قسم زند و استا کی لے پیلتن
کہ ہو جائیں زنہار پیمان شکن

دلاور جہاں نے دیا یہ جواب
کہ رستم کو ہرگز نہیں ہے یہ تاب

جو مجھ سے کرے آکے بد ہیچ جنگ
کروں میں یوں اسکو بس بیدرنگ

یہاں کاؤس کے تربیت کردہ ہے
ہمارے بزرگوں کا پروردہ ہے

سنا ہے کہ رستم یل نامدار
رہا یاں شب و روز خدمتگذار

بہت اُسنے کار نمایاں کئے
زبوں نامداران توران کئے

نہ ایرانیاں دیکھتے سوئے تخت
تہمتن نہ کرتا اگر کار سخت

بزرگی تو ہے نزد یزداں پاک
کہ ایسے دلاور کو کیجے ہلاک

مخالف ترا تھا اگر پور زال
تو مہماں ہوا کیوں تو اسکا دلال

مگر تجھ کو اندیشہ کچھ اور ہے
بھلا یہ بھی شاہا کوئی طور ہے

تجھے بھیجتا ہے سوئے سیستاں
یہ حق میں ہے بد سگالی نہاں

نہیں خوب شاہا ہر اک سے پیمان سست
یہ بہتر کہ شہ قول کا ہو درست

یہ گشتاسپ بولا کہ سن اے جواں
بلا سے اگر رستم پہلواں

بزرگوں کی خدمت میں حاضر رہا
نہ کوئی سبب ساتھ اُس نے کیا

دلاور یہاں عذر لے تا مو
تمنائے افسر و اورنگ ہو گر

رہِ سیستاں لے بفوج گراں
گرفتار رستم کو کر جا کے واں

پیادہ اُسے لا یہاں کر کے بند
پڑی ہوئے گردن میں اُسکی کمند

کہ عبرت ہو اوروں کو پھر زینہار
نہ کوئی کرے سرکشی اختیار

وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
بہانہ تو کرتا ہے بس بیگماں

یہ مقصد ہے تیرا کہ ہو اپنے دور
رہوں میں نہ زنہار تیرے حضور

مبارک یہ اورنگ و افسر تجھے
جہاں سے ہے بس ایک گوشہ مجھے

یہ کہکر جواں ہوکے چیں بر جبیں
شتاباں ہوا سوئے خانہ وہیں

لگا کہنے جاماسپ سے شہریار
کہ جا زود تو اسفندیار

خبر لا کہ اس کا ارادہ ہے کیا
یہ سنکر وہ دستور دانا گیا

ہوا جا کے جب اس سے پرسان حال
وہ بولا کہ اے مرد فرخ خصال

بجز کچھ مصلحت ہو وہ مجھکو بتا
خردمند نے تب یہ پاسخ دیا

بجا لا شتابی سے حکم پدر
نہ سر پھیر زنہار اے نامور

وہ بولا کہ بہتر بفرمان شاہ
سوئے سیستاں ہوں روانہ پگاہ

حضور شہنشاہ کشورستاں
کیا جا کے جاماسپ نے یہ بیاں

کمر باندھی ہے روئیں تن اسفندیار
بجنگ یل رستم نامدار

ہوا شاد واں شاہ کر وہ جواب
گیا لیکے وہ پیش [illegible]

کتایوں سے بولا شہ نامجو / کہ اسفندیار جواں گرد کو
کروں ہوں میں رخصت سوئے سیستاں / پئے جنگ رستم بفوج گراں
رضامند ہے گرچہ وہ نامور / ولیکن تسلی ذرا تو بھی کر
کہ رستم کو لاوے کرکے اسیر / تو بخشوں میں پھر وہیں تاج و سریر
کتایوں ہوئی سنکے اندوہگیں / جوانسے کہا اُسنے جاکے وہیں
زبردست ہے رستم نامدار / نہ کر قصد رزم اُس سے تو زینہار
نہ جا اُس طرف ہرگز اے ہوشمند / ذرا گوش جاں سے تو سن میرا پند
کتایوں سے بولا یہ اسفندیار / کہ رستم سے ڈرتا نہیں زینہار
وہ بے قصد بیکار اُس سے نہ تھا / کہ ہے وہ نکو خواہ سرکار کا
کروں کیا کہ اب یوں ہے فرمانِ شاہ / کہ ہوں رستم کو دستگیر خواہ
پذیرا کیا میں نے اس بات کو / اگر عہد اقرار انکار ہو
تو پھر مردمی سے نہایت ہو دور / بجا لاؤں ناچار حکم حضور

رفتن اسفندیار طرف سیستان بعزم قید کردن رستم و بیان سوال و جواب

سحرگاہ اسفندیار جواں / ہوا شاہ سے رخصت سوئے سیستاں
دیا شاہ نے لشکر و گنج و زر / ہوا وہ شتاباں بصد کر و فر
وہ اشتر رواں تھا جو پیش قطار / گیا بیٹھ واں اور پھر زینہار
نہ واں سے اُٹھا [illegible] / کیا قتل اسکو زروئے غضب
لگے کہنے مردم ہوئی فال بد / مبادا کہ پیش آوے کچھ حال بد
مناسب یہی ہے کہ اب ایکبار / سوئے خانہ پھر چلئے اے نامدار
وہ بولا یہ موقع ہے اور بیجا / ولیکن جہاندار کشور کشا
کہیگا کہ لایا بہانہ جواں / یہ کہکر روانہ ہوا پہلواں
گیا متصل سیستاں کے وہ جب / روانہ کیا اس نے بہمن کو تب
کہ جاکے اسے ہاں رستم گرد کو / گیا جبکہ واں بہمن نامجو
تو پھر زال سے با فراواں سرود / ادب سے جھکا پا سر [illegible]
لگا کہنے یوں بہمن نامدار / کہ آیا ہے رہ میں تن اسفندیار
کیا ہے طلب رستم گرد کو / یہ بہمن سے سنکر ملی نامجو
گیا پیش رستم کیا ماجرا / لگا کہنے وہ مصلحت آپ کیا
وہ بولا کہ پیوستہ اے پہلواں / ہے ہم کمر بستہ پیش کیاں
تو جا شوق سے پیش اسفندیار / بجا لاکے رسم و رہ انکسار
اُسے مثل گشتاسپ لا اپنے گھر / تکلف سے مہمانی اسکی تو کر
کیا جبکہ یہ زال زر نے بیاں / گیا ساتھ بہمن کے وہ پہلواں
وہ پہنچے کنارے پہ دریا کے جب / لگا کہنے بہمن تہمتن سے تب
توقف کناں ہو تو اے نامور / کروں باپ سے جاکے اپنے خبر
یہ کہکر گیا بہمن نامدار / کہا باپ سے یوں پیش اسفندیار
کہ رستم دلیر و جوانمرد ہے / مروت میں اور خلق میں فرد ہے
خبر سنکے آنیکی [illegible] یہاں / مجھے ساتھ آیا ہے وہ پہلواں
گیا پھر پسر پاس اسفندیار / چو پیدہ سوئے رستم نامدار
اُتر رخش سے رستم پہلواں / [illegible]
چو پہنچا [illegible] / کیا پھر آغاز کی یہ دعا و ثنا
کہ اے وارث تخت و تاج کیان / سر سرفراز [illegible]
تجھے [illegible] زیبا [illegible] / تجھے سر پہ شاہاں کلاہ ہی
وہ ہے [illegible] / پرستش کناں ہو بفر طرز [illegible]
کرے سرکشی تجھ سے جو شوربخت / شتابی گرفتار خواری ہو سخت
ہمیشہ جہاں میں تو فیروز ہو / [illegible] عالم افروز ہو
یہ آئین و رسم و ادب دیکھ کر / ہوا شاد واں سرور نامور
[illegible] اسفندیار / [illegible]
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]
وہ بولا [illegible] / [illegible] زینہار
[illegible] / [illegible] اسفندیار

وہیں رستم گرد کو لیگیا
وہاں جاکے رستم سے کہنے لگا

یہ ہے حکم گشتاسپ شاہ دلیر
کہ رستم کو لے آؤ کرکے اسیر

بس اب تو بھی راضی ہو اس بات پر
کہ واں لیچلوں تجھ کو پابند کر

پہنچ کر حضورِ شہِ کامگار
کروں میں رہا تجھ کو اے نامدار

نہ اکرم رکھے شاہ گرفتار بند
نہ پہنچائے ہرگز تجھے کچھ گزند

رہا سنکے خاموش وہ پہلوان
کہا پھر سپہدار نے یوں بیاں

کہ راضی نہیں ہو اگر بند پر
تو بس ہوکے رخصت تو جا اپنے گھر

یہ لایا زباں پر یل پیلتن
کہ یکبار اے سرورِ انجمن

بسان شہنشاہ فرخندہ خو
میرے گھر تو مہماں ذرا چلکے ہو

جو کچھ مجھ سے فرمائے تو بلانزاع
بجالاؤں فرماں ترا ایجواں

وہ بولا کہ آیا تھا یاں شہریار
بطور دگر اے ستودہ شعار

ولیکن میں آیا بعزم دگر
بھلا کیوں کہ مہماں ہوں اب تیرے گھر

اگر میرے فرماں سے پھر جائے تو
سرِ جنگ از روئے کیں آئے تو

تو میں کس طرح کھا کے نان و نمک
کروں تجھ سے پیکار زیرِ فلک

تجھے بند کرکے نہ لیجاؤں گر
تو کیا قدر پاؤں حضورِ پدر

وہ بولا کہ زنہار میں بھی یہاں
نہ کھاؤنگا اب اے سپہدار ناں

سپہدار نے پھر دیا یہ جواب
کہ پی اور دے مجھکو صہبائے ناب

طلب کرکے پھر جام و مینا وہیں
کئے نوش باہم کئی ساتگیں

تہمتن یہ بولا کہ رخصت ہوں اب
کہوں زال سے جاکے احوال سب

جو کچھ مصلحت دے مجھے زال زر
گزارش کروں میں یہاں آنکر

جواں نے کہا یوں کہ آنا شتاب
یہاں بھیجنا صاف ورنہ جواب

سوئے خانہ رستم جو رخصت ہوا
تو پشوتن نے اندیشہ اسدم کیا

کہا اے سپہدار آفاق گیر
کیا کیوں نہ رستم کو تو نے اسیر

نہایت زبوں گشت سمجھا کیا
کہ دشمن کو یوں ہاتھ سے جانے دیا

لگا کہنے اس سے یہ اسفندیار
کہ پھر آوے گا رستم نامدار

لگا کہنے پشوتن کہ اے شیرگیر
زبردست ہے وہ سوارِ دلیر

یہ اب مصلحت ہو کہ اے نامدار
نہ ساتھ اسکے ہو رنجو زنہار

مبادا کہ پھر کار دشوار ہو
جو تیغ دگر دور و دشوار ہو

ہوا اس سخن سے وہ اندیشہ مند
گیا سوچ میں سرورِ ارجمند

گیا رستم گرد جب اپنے گھر
یہ مقصد کہا زال سے سربسر

کہا زال نے یوں کہ اے نامدار
ملک زادہ ایسا ہے اسفندیار

سحر اسکی خدمت میں پھر جائیو
نہ وسواس دلمیں ذرا لائیو

بسوئے سپہدار عالی گہر
شتاباں ہو اگر دو روز دگر

اسے لیگیا آکے اسفندیار
کیا خوب رستم کا عز و وقار

وہ بولا کہ ہے منتظر زال زر
قدم رنجہ فرما تو اے نامور

کیا اس نے انکار اور یوں کہا
کہ اے پہلواں یاں سے اب بھی نہ جا

لئے ساتھ پیشِ شہِ ارجمند
رواں ہو تو ہو کر اسیر کمند

کہا اس نے اے گرد فرخ شیم
تو رکھ مجھ پہ مصروف لطف و کرم

کریں کام تیرے بہت آؤنگا
سدا تیری خدمت بجالاؤنگا

کئے میں نے کارِ نمایاں مدام
کئے پست گردانِ توراں تمام

جہانمیں سرافراز گرداں ہوں میں
نگہدار شاہانِ ایراں ہوں میں

کیا دشمنوں سے جہاں میں نے پاک
کیا سرکشانِ جہاں کو ہلاک

مروت سے کرتا ہوں اب انکسار
نہیں ورنہ تجھ سے خطر زینہار

یل پیلتن سے یہ سنکر سخن
ہوا خشمگیں سرورِ انجمن

یہ چاہا زروئے غضب بیدریغ
تہمتن پہ کیجے رہا زخمِ تیغ

ولیکن تحمل کیا اور رہا
یہ سنکر تہمتن سے کہنے لگا

شفقت بہت تو نے کی بیشتر
پس آرام سے بیٹھ مے نوش کر

کہا پھر کے دست چپ بیٹھ تو
یہ سنکر لگا کہنے اے نامجو

[illegible] بیٹھے کہا [illegible]
یہ کہکر گیا بیٹھ بے رنج و غم

ہوا پھر سپہدار چیں بر جبیں
خفا ہوکے رستم سے بولا وہیں

سنا تو نے اے رستم نامور
کہ ہے نسل سے دیو کے زال زر

سیہ چہرہ و چہرہ موئے سفید
ہوا دیکھ کر سام اسے ناامید

[illegible] زال کو چھوڑ ایوان میں
وہیں چھوڑ آیا بیابان میں

کہ کھا جائیں اسکو کہیں جانور
ہوا ایک سیمرغ کا واں گذر

جو ناپاک و بدشکل دیکھا اُسے | تو سیمرغ نے بھی نہ کھایا اُسے
وہ مردار کھا کر ہوا جب کلاں | تب آیا وہ پھر جانب سیستاں
بزرگوں کی ہیں ہے جنکی چاکری | تو حاصل ہوا رتبۂ سروری
یہ سنکر ہوا تند وہ پیلتن | زباں پر یہ تندی سے لایا سخن
نہیں ہے یہ گفتار اے نامور | سزاوار شاہان عالی گہر
بزرگاں تھے وقف تیرے سر بسر | اور آگاہ ہے خوب تیرا پدر
بزرگان جنگی تھا ہوشنگ سے | زبوں شیر نر جس کی تھا جنگ سے
مری ماں بھی تھی دخت مہراب شاہ | خداوند تمکین و اعزاز و جاہ
دلیران ایران زمیں چند بار | کیا چاہتے تھے مجھے شہریار
پذیرانہ زنہار میں نے کیا | نہ خواہاں ہوا افسر و تخت کا
دلیری پہ اپنی نہ مغرور ہو | کیا تو نے بس کشتہ ارجاسپ کو
کئی شاہ کھینچے تہ تیغ تیز | کیا قتل دیووں کو وقت ستیز
وہ دیو سپید اور اکوان دیو | کہ تھا گرد عالم میں جنکا غریو
چھڑایا شہنشاہ کاؤس کو | بل گیو گستہم اور طوس کو
کئی بار ہی میں نے انکو شکست | کیا پیش اُسکا نہ کچھ زور دست
تو کر جنگجوئی جو کچھ ہے تمیز | نہ کھو رائگاں اپنی جان عزیز
یہ چاہے تھا اُسدم کہ اے بدریغ | تہمتن کو کھینچے اب زیر تیغ
ستمگر روا رکھئے مہمان پر | تو لطف و مروت سے ہے دور تر
فلک گرچہ رتبہ ہے تو لیک ہے | پرستندۂ بادشاہان کے
تو کرتا رہا روز و شب چاکری | نشو نے کی ملک پیغمبری
کیا ایک عالم کو آتش پرست | کیا میں نے گردن فراز و نگوں پست
غضب پر بلا تھا سرا ہفتخوان | کہاں ہفتخواں تھا ترا ہفتخوان
مرا واں نہ کوئی مددگار تھا | فقط رخش و گرز گرانبار تھا
ترے ساتھ ہوتے اگر دہ ہزار | دلیران جنگی و مردان کار
کروں کیا میں اپنی زباں سے بیاں | کہ ہے اس حقیقت سے واقف جہاں
دلیراں نہ ہرگز رضامند تھے | بزرگان ایراں نہ خرسند تھے
وہیں میں نے معقول سب کو کیا | نہ زنہار پرخاش ہم نے کیا

وہیں پاس بچوں کے وہ لیگیا | کھلاتا تھا مردار صبح و مسا
پسر ایک بھی سام رکھتا نہ تھا | اُسے لاجرم پھر پدر بر لیا
تو پیدا ہوا زال سو بعد ازاں | کہ اب فخر کرتا ہے اتنا یہاں
کہ حرف پراگندہ و ناسزا | تو زنہار اپنی زباں پر نہ لا
تو ہے طفل بے عقل ناداں ابھی | نہیں تجھ کو زنہار کچھ آگہی
کہ ہے پشت سے سام کی گرد زال | نریمان تھا سام فرخ خصال
سمجھ لے سپہدار انجم حشم | کہ ہیں یعنی یک جد ہی تم اور ہم
کہ ضحاک تھا اُس کا پنجم پسر | جہانگیر شاہنشہ نامور
یہ کہتے تھے رکھ سر پہ تاج شہی | تو کر ملک ایراں میں شاہنشہی
وگرنہ پہنچتی تمہیں کب شہی | میسر نہ آتی یہ فرماندہی
توانند میرے دلاور نہیں | دلیری و گردی میں ہمسر نہیں
شکستہ کیا میں نے وہ ہفتخواں | نہ گنڈے جہاں فیل و شیر ژیاں
نکالے وہ دم میں تہ خون خاک | کیا شاہ مازندراں کو ہلاک
سپہدار توراں تھا افراسیاب | کسی کو نہ تھی جنگ کی جسکی تاب
کیا میں نے خاقان چیں کو اسیر | مری تیغ براں ہے آفاق گیر
سپہدار جنگ آور کینہ جو | ہوا پر غضب سنکے اسبات کو
ولیکن یہ سوچا ہے مہمان | یہ گرد اپ ہے یعنی آیا یہاں
یہ بولا کہ میں نے کیے جرم نرم | تو کیوں مثل آتش کی ہوتا ہے گرم
جو کی بندگی تو نے شاہ بیگاہ | تو حاصل ہوا تجھ کو یہ عز و جاہ
کہ ایران سے تا روم توراں چیں | مروج کیا تازہ آئین و دیں
بسان وثر روئیں ہے نامدار | نہ تھا حصن مازندراں استوار
وہ جولا سے ہفتخواں دہ ہزار | گئے تیرے ساتھ جنگی سوار
وہ دیوان خونخوار جنگ آوراں | کر دیئے گئے کشتہ تنہا وہاں
نہ ساتھ انکے ہوتی تجھے تاب جنگ | اگر زندہ ہوتا تو بس بیدرنگ
ز کینہ و جدل گشتہ نے جب | رکھا سر پہ لہراسپ کے تاج جب
یہی تھی تمنا سے خورد و کلاں | فرامرز ہو بادشاہ جہاں
ہوئے جبکہ ہم پاورے نامدار | ہوا شاہ لہراسپ جب شہریار

ترا دشمن جہاں ہو تا جور — تجھے کس لئے اسنے بھیجا ادھر
کہ تو کشتہ ہووے میرے ہاتھ سے — نہیں آگہی تجھکو اس بات سے

نہ ہو کار فرمائی کو تو — نہ کر پہلوانی میرے روبرو
کہ تو اپنی جاں پر تو مت رکھ روا — زبید نام کر مجھ کو بہر خدا

وہ بولا کہ دیتا ہے تو کیا فریب — نظر میں ہے میری فراز و نشیب
حضور پدر لیچلوں باندھ کر — کروں یا تجھے قتل وقت سحر

پسر کو برادر کو اور باپ کو — تو آپ لیکے بید اپنی اے کینہ جو
کہ آنکھوں سے دیکھیں ترا حال آ — کریں غم سبھی ماتم وہ لیل و نہار

لگا کہنے رستم کہ اب کیجئے کیا — نہیں چارہ گر آئی تیری قضا
ہو وقت دعا آئے گا یہ نظر — کہ ہوں تو جگر کسکے پر روبرو

یہ کہکر سوئے خانہ رستم گیا — حضور پدر یوں گذارش کیا
کہ ہے بر سر کینہ اسفندیار — نہیں اور چارہ بجز کارزار

لگے زال نے پھر سمجھانے پند — لگا کہنے تب رستم ارجمند
کہ نالائق و سخت کہکر مجھے — کہا بچہ دیو اس نے تجھے

نہیں صبر کی تاب اب زینہار — کروں جنگ ساتھ اسکے ای نامدار
یہ سنکر کیا چشم کو اسنے تر — لگا پوچھنے تب یل نامور

کئے کسلئے تو ترے دیدے پر آب — دیا زال زر نے اسے یہ جواب
اگر کشتہ ہو تو بہنگام جنگ — تو خانہ خرابی ہو پھر بیدرنگ

جو ہو کشتہ اسفندیار جواں — تو ہو نام بد پیش اہل جہاں
رکھیں پھر کیا ہمسے کینہ سدا — تہمتن نے سنکر یہ پاسخ دیا

تو کر اپنی خاطر سے اندیشہ دور — کہ جیتا پکڑ لاؤں تیرے حضور
کروں پیشکش اسکے پھر گنج زر — اطاعت سے پھیروں نہ زنہار سر

لگا کہنے سنکر وہ مرد کہن — کہ ہرگز نہ زباں پر نہ لا یہ سخن
وہ اسفندیار جواں پہلواں — دلیر و جہانگیر و کشورستاں

زبوں جسکے آگے ہے فغفور چیں — جہاں میں کوئی اسکا ہمسر نہیں
تو کہتا ہے [illegible] — اسے پشت زیں سے اٹھا لاؤ [illegible]

یہ ہے عقل سے دور اے مرد گرد — سمجھ اپنے بس میں تو ای سالخورد

جنگ رستم و اسفندیار و کشتہ شدن اسفندیار

گیا بسکہ دم رستم پہلواں — پے جنگ اسفندیار جواں
تہمتن نے جسدم کہ پہنی زرہ — تو پھر زال نے اسکی باندھی گرہ

زوارہ تو سالار لشکر کیا — زوارہ سے یوں زال زر نے کہا
کہ ہر وقت تو یاوری کیجیو — تغافل کو واں مت دیجیو

شتاباں ہوا جبکہ وہ پیلتن — لگا تب دعا کرنے مرد کہن
کہ یارب تو اسکا مددگار ہے — سوا تیرے کون اسکا [illegible]

زوارہ سے بولا یل نامور — کہ تو ساتھ [illegible] زود تر
یہ کہکر اکیلا وہ جنگی سوار — روانہ ہوا سوئے اسفندیار

پہ نستوہ نے جانا سے دیکھکر — کہ آگیا ہے پہر صلح نامور
لگا کہنے یوں پیش اسفندیار — کہ رستم ہے کر صلح اے نامدار

سو شہ سے بصد گونہ لطف و عطا — تو لیجا تہمتن کو بے مدعا
وہ بولا کہ لا جوشن اے نیکمرد — کہ ہے ساتھ رستم کے عزم نبرد

کہا اسنے تجھکو ہے عزم ستیز — مرا دل بھی [illegible] ہے خونریز
دو مرد دلاور جو ہوں رزمجو — خدا جانے پھر [illegible] کون ہو

ہوا سنکے پر درد دل مرد کا — دلے کچھ نہ زنہار پاسخ دیا
تہمتن نے پھر اس سے [illegible] — یہ بھیجا پیام اسے یل نامجو

مرے ساتھ گر تجھکو ہے عزم جنگ — تو پھر کر سوار [illegible]
[illegible] — کہ تنہا ہے آیا یہ رستم نامدار

مجھے بھی ہے لازم اے شیر مرد — کہ [illegible] تنہا لڑے مرد
تو استادہ ہو دور لیکر سپاہ — کہ رستم سے ہیں عالم [illegible] رزمخواہ

[illegible] دیکھا جبکہ یہ وقت جنگ — [illegible]
[illegible] کیجیے تم آن کر — یہ کہکر زرہ کر کے پھر زیب بر

دلیرانہ شبرنگ پر ہو سوار — گیا جانب رستم اسفندیار
تہمتن نے اس سے کیا یہ بیاں — کہ اے نیک [illegible] سپہ پہلواں

[illegible] — [illegible]
کہ اپنی اور [illegible] — کریں جنگ [illegible]

کہ جوہر جو ہر ایک کا آشکار　　یہ رستم سے بولا پھر اسفندیار
عدو کو نہ آوے کوئی زینہار　　ہوا عہد و پیماں باہم استوار
شکستہ ہوئے نیزے پھر بعد تیغ　　لگے کرنے باہم رہا زخم تیغ
لیا پھر دلیروں نے گرز گراں　　ہوئے ریزہ مثل سپر وہاں
پکڑ کر دوال کمر بعد ازاں　　لگے زور کرنے وہ جنگ آوراں
پراگندہ دل شیر مرداں ہوئے　　زبوں سخت اسپان گرداں ہوئے
جدا ہو سکے وہ نہ پھر دم لیا　　نہ کچھ زور واں پیش ہرگز گیا
پسے دلیران ایران گیا　　وہاں جا کے کہنے لگا ناسزا
یہ سنکر وہیں پور اسفندیار　　جوانمرد نوشادر نامدار
کہ ہو جو کوئی مرد جنگی سوار　　وہ مجھ سے کرے آنکر کارزار
دلیرانہ اس سے ہوا گرم جنگ　　دلے خاک و خوں میں ملا بید رنگ
نہ ایوام ہرگز سمجھتا مجھے　　کروں غرق خوں ایکدم میں تجھے
زرہ پوش مرد جواں پہلواں　　وگر پور اسفندیار جواں
فرامرز اس کے مقابل ہوا　　فرامرز نے قتل اس کو کیا
وہیں پیش اسفندیار جواں　　کیا جا کے تہمتن کیسر بیاں
دو فرزند تیرے ہوا کشتہ اب　　سپہدار سنکر ہوا پر غضب
یہ نیز و یک نام اوران زمن　　سزاوار نفریں ہو پیماں شکن
کہ سوگند جان او سر شہریار　　نہیں ہے مجھے آگہی زینہار
کیا جنسے اب جنگ میں ارتکاب　　کروں اسکو قتل اور اسیر و خراب
انہیں شوق سے قتل کر تو یہاں　　کہ تیرے گنہگار ہیں بیگماں
یہ کہکے ہوئے پھر وہ مشغول جنگ　　دلیرانہ لیکر کمان و خدنگ
لگے تیر اسفندیار جواں　　کر آئے پیاپے سوئے پہلواں
لگے زخم کاری جو اس رخش پر　　سوار دلاور تب آیا اوتر
زوارہ ہوا دیکھ کر [illegible]　　پیادہ وہیں پیل ارجمند
[illegible] بلندی کیا نامدار　　لگا کہنے تب ہنس کے اسفندیار
جہاں [illegible]　　[illegible]
ترا زور بازو گیا اب کہاں　　کہاں ہے ترا اب وہ گرز گراں

کہوں کشتہ کیوں لشکر [illegible]　　فقط ہو ویں ہم تم بہم رزمجو
ہوئے گرم کیں ہر دو شہزادیاں　　ہوا کار خنجر یہ تیغ و سناں
شکستہ ہوئیں تیغ بھی سر بسر　　نہ اک زخم ہرگز ہوا کارگر
کرے گرز بھی ہاتھ سے ایکبار　　رہے کام سے دست مرداں بکار
کیا زور گرچہ رہ کیں سے　　ولیکن نہ کوئی ہلا زیں سے
زرہ پارہ اور چاک برگستواں　　ہوئے سست گردن جنگ آوراں
زوارہ کو تھا جنگ میں کچھ نہ صبر　　خروشاں ہوا مثل غرندہ ابر
کہ اے نامدارو اگر مرد ہو　　تو ہو فوج زابل سے پیکار جو
لیے کینہ خواہی شتاباں ہوا　　طرح شیر نر کی خروشاں ہوا
وہیں گرد الوام زور آزما　　کہ شاگرد تھا رستم گرد کا
زوارہ پہ آتے ہیں آباد واں　　لگا کہنے بیداد ہیں کرکے فغاں
پھر اک گرز مارا جو بالائے سر　　ہوا کشتہ نوشادر نامور
دواں آکے شبدیز کو بید رنگ　　شتاباں ہوا سوئے میدان جنگ
نہ کشتہ ہوئے صرف دو نامدار　　ہوئے قتل ایرانیاں بیشمار
کہ رستم نے زابل کے بیخوف و باک　　کیا آکے ایرانیوں کو ہلاک
تہمتن سے بولا کہ اے بد نشاں　　نہیں ہے یہ آئین گردنکشاں
ہوا سنکے غمگین و شرمندہ سخت　　لگا کہنے پھر رستم نیک بخت
لیے جنگ رہیں ہی نہیں کچھ کہا　　نہیں ہر پر خاطر میری رضا
برادر کو اور پور کو باندھ کر　　حوالے کروں تیرے اے نامور
وہ بولا بفرمان یزدان پاک　　کرونگا عوض انکے تجھکو ہلاک
خدنگ یل رستم نامدار　　نہ ہوتا تھا کچھ کارگر زینہار
ہوا اس سے مجروح [illegible]　　تن رخش و جسم دلاور سوار
ہوا رخش پھر سوئے خانہ رواں　　پیادہ رہا رستم پہلواں
یہ دیکھا کہ لبریز ہے پہلواں　　ہوئے تن تہمتن کے پر خوں دل
کہ افسوس اے گرد جنگ آزما　　زبوں ہو کے میدان سے تو ہٹ گیا
[illegible]　　کہاں ہے ترا تیر پہلو گذار
زوارہ نے [illegible]　　لیا رستم نامور کو سوار

پیادہ ہوا آپ مانند شیر   کیا بہر جنگ آزمائی دلیر
یہ چاہے تھا اسفندیار جواں   زوارہ سے ہوئے ستیزہ کناں
کہ رکھتا ہوں پھر عزم پیکار میں   نہیں تجھ سے کچھ دست پیکار میں
کہ احوال معلوم ہے سب ترا   سراپا ہے زخمی بدن اب ترا
وہ بولا کہ جاری ہے گر تن سے خوں   ولیکن نہیں تن ہوا کچھ زبوں
غرض رزمگہ سے وہ جنگ آوراں   ہوئے شام کے سوئے خانہ رواں
کیا اُنکے تابوت کو پھر رواں   سوئے شاہ گشتاسپ کیواں نشاں
ولیکن یہ تھا ماجرا آپ کا   خدا جانے کیا پیش کل آئیگا
سرشت اسکی ہے آہن سنگ سے   مجھے اسکے اندیشہ ہے جنگ سے
ولیکن نہ کوئی ہوا کارگر   کسی سے نہ عاجز ہوا نامور
یقیں ہے کہ جانبر نہو وقت شب   سیا والے ہے زندہ گر ہو غضب
گیا جبکہ ایواں میں نزدیک زال   اور اُس نے تہمتن کا دیکھا یہ حال
کہا یہ کہ ہنگام بھی یہ غم   ہمارے نصیبوں نہیں تھا یہ ستم
کیا بستہ زخموں کو مرہم لگا   تہمتن نے پھر زال سے یوں کہا
قوی بازو سخت ہے زورمند   تنومند مانند نخل بلند
میرا تیر سنداں سے کرتا گذر   نہ ہرگز ہوا اُسپر کچھ کارگر
اگر زور کرتا میں کہسار پر   تو برکندہ کرتا اسے اے پدر
نہ وہ جنگ جو پشت زیں سے ہلا   کہوں کیا کہ اُس قوت زور کا
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شام   وگر نہ میرا کام کرتا تمام
کہ پھر ہاتھ آوے نہ میرا نشاں   کرے جستجو گرچہ جنگی جواں
تو پھر آسکے ایواں میں اسفندیار   کرے ہمکو یکسر گرفتار خوار
جو ہوتا یہاں آج وہ شیر مرد   تو بدخواہ کے ساتھ کرتا نبرد
بلاؤں میں ناچار سیمرغ کو   بتر بواسطے اس سے ہو چارہ جو
تو بچہ کو میرے تو جلا ضرور   کہ فی الفور پہونچیگا تیرے حضور
تو سیمرغ حاضر ہوا آن کر   گذارش کیا یوں کہ اے زال زر
سمجھ لو کہ کمبخت اسفندیار   ہوا آپکے پرخاش کا خواستگار
ہوئی گرم پیکار انجام کار   بہم رستم گرد و اسفندیار

کہا یوں کہ اے گرد اسفندیار   ترے ساتھ کرتا ہوں میں کارزار
کہ اتنے میں رستم نے اُس سے کہا   زوارہ سے مت ہو شیر آزما
مجھے کیا تصور کیا تو نے اب   تہمتن سے بولا سپہدار تب
اگر اب بھی راضی ہو تو بند پر   تو بہتر ہے رستم نامور
ہوا روز آخر اب اے نامور   کروں جنگ تجھ سے میں وقت سحر
ہوا غم سے بیٹوں کے اسفندیار   نہایت پریشان دل و بیقرار
لگا یوں کہ اے خسرو پاکدیں   ترے حکم سے مجھکو چارہ نہیں
پشوتن سے کہنے لگا بعد ازاں   کہ آدم نہیں رستم پہلواں
بہت زخم شمشیر و گرز گراں   رہا بیٹھے اسپر کئے پیچواں
کیا تیر سے اسکو آخر زبوں   ہوا جوشن کا لبد غرق خوں
اودھر تھا تردد میں اسفندیار   اودھر پہلواں رستم نامدار
کہ مجروح و خستہ ہے سر تا بپا   جراحت پہ اسکے تاسف کیا
برادر پدر اور پور زن   لگے رونے سب مردم انجمن
کہ روئیں تن اسفندیار دلیر   مقابل نہیں ہے جسکے شیر
ہیری تیغ بُراں تھی خشگاف   شا توڑتی تھی دل کوہ قاف
نہ مغلوب آیا بد اندیش ہائے   نہ کچھ زور بازو کیا پیش ہائے
پکڑ کر کمربند اسفندیار   کیا زور ہر چند پر زینہار
کوئی دیو اور کوئی جنگی سوار   کہیں میں نے دیکھا نہیں جنگ کار
لبِ اب تاب پیکار مجھکو نہیں   نکل جاؤں ناچار ہاں سے کہیں
کہا زال زر نے یہ سنکر سخن   کہ گر تو نکل جائیگا اے پیلتن
کروں کیا کہ ہیں اندلوں سکو غور   یل نامور پر نہ ہے پیل زور
نہیں اسقدر فرصت اے بوالادب   کہ اس پہلواں کو کروں ہاں طلب
کیا اُسنے وعدہ یہ مجھ سے کہاں   کہ پیش آوے مشکل کوئی ناگہاں
بلندی پہ گر آتش افروختہ   جو سیمرغ کا پر کیا سوختہ
مجھے کس لئے اسکیا تو نے یاد   وہ بولا کہ اے مرغ فرخ نہاد
نبازاں سے ہمنے کیا مشتہر   نہ آیا سر رستم وہ کینہ ور
ہوا رستم و رخش مجروح ریش   بلا وقت پیری کی یہ آئی ہے پیش

قسم ہے نہ پھر عذر ہرگز کروں / ترے ساتھ پیش شہنشہ چلوں
کرے لطف یا قتل یا مجھکو بند / جو چاہے کرے خسرو ارجمند
وہ بولا کہ اب آشتی دور ہے / اگر زندگی تجھکو منظور ہے
تو پابند ہوکر مرے پاس آ / تہمتن نے اسکو یہ پاسخ دیا
مرے قید کرنے سے اب درگذر / عوض اسکے دوں تجھکو میں گنج و زر
زرِ بے بہا تاج گوہر نگار / کنیزان مہ طلعت و گلعذار
تجھے پیشکش دوں بروئے نیاز / تو کر رحم اے سرور سرفراز
کہا اس نے بیہودہ گوئی نہ کر / نہیں چاہئے مجھکو یہ گنج و زر
خدا کے بھی فرمان سے ہے حکم شاہ / زیادہ ترا ہے رستم گناہ
تجھے لیچلوں دست و پا باندھکر / کہ بخشے مجھے تخت و افسر پدر
وہ بولا کہ اے گرد آفاق گیر / نہ دے جان با امید تاج و سریر
ہوا پر غضب سرور کینہ جو / کہا یوں نہ کر اور بیجا گفتگو
تو ہو گرم پیکار اے پہلواں / یہ کہکر وہیں لیلئے تیر و کماں
گیا سوئے رستم رواں ایک تیر / بطرز پسندیدہ و دلپذیر
تہمتن نے اسدم یہ مانگی دعا / کہ کرتا ہوں میں عاجزی یا خدا
در و گوہر و تاج و گنج کثیر / خوشی سے میں دیتا ہوں ہر ایک چیز
پذیرا یہ کرتا نہیں زینہار / کیا چاہتا ہے مجھے سخت خوار
تو یاور ہو میرا کہوں بیدرنگ / مخالف کی آنکھیں نشان خدنگ
عقوبت نہ رکھ پھر تو مجھپر روا / نہ رکھیو ثابت گناہ و خطا
یہ کہکر کیا تیر گز کو رواں / سرِ چشم اسفندیار جواں
رکھا مرحمت سے تو ہیں پر نگوں / رواں اسکی آنکھوں سے تھے جوئے خوں
پکارا تہمتن کہ ہنگام جنگ / صد و شصت کھائے ہیں بیدرنگ
ولیکن نہ ہرگز گرا اے جواں / ہوا میں نہ زینہار ناگہاں
تو اک تیر کھاکر ہوا دردمند / دکھا زین پہ سر تو نے اے ارجمند
یہ دیکھا تو پشوتن وہیں / ہوئے سخت غمناک و اندوہگیں
کیا اپنی آنکھوں کو غم سے پر آب / اسے لیگئے سوئے خیمہ شتاب
کیا چارہ چشم اسفندیار / ہوا کچھ نہیں فائدہ زینہار
تہمتن گیا پھر حضور پدر / یہ دی زال زر کو نوید ظفر
نہ تنہا ہوا زال زر شادکام / ہوئے خرم و شاد مردم تمام
ملے زال بولا کہ اے نامور / یہ اختر شناسوں نے دی ہے خبر
کہ دنیا میں خونریز اسفندیار / نہ زندہ رہے دیر تک زینہار
تری جان کا ہے خطرا اب مجھے / رکھے رنج سے دور ایزد تجھے
جہاں آفریں ہر زماں یار ہو / شب و روز تیرا مددگار ہو
وہ بولا کہ میری نہیں کچھ خطا / کیا جو کچھ اس کینہ جو نے کیا
بروز دگر پیش اسفندیار / گیا زال اور رستم نامدار
ہوئے دونوں جاکر وہاں عذر خواہ / وہ بولا نہیں کچھ تمہارا گناہ
لکھا تھا یہی کلک تقدیر کا / مٹے کیونکہ لوح جبیں کا لکھا
مرا پور ہے بہمن نوجواں / اسے اب تو لے رستم پہلواں
سکھا پہلوانی کے سارے ہنر / بتا رسم دولت اسے سربسر
تہمتن نے وہیں پذیرا کیا / ز روئے نشاط و مسرت کیا
رکھوں اُسکے تارک پہ تاج و کلاہ / کروں شاہ اسے بعد گشتاسپ شاہ
یہ تشویش سے بولا پھر اسفندیار / کہ گور و کفن کا ہوا [illegible]
روانہ ہو سوئے گشتاسپ شاہ / یہ کہہ جاکے اے خسرو دیں پناہ
مجھے تو نے بھیجا پئے قتل یاں / ہوئی تیری دولت سے برباد جاں
ہوئی باری اب تیری حاصل مراد / تو کر سلطنت شوق سے شاد شاد
ولیکن بروز جزا بیگماں / کرے داوری [illegible] داوراں
مری ماں سے کہیو نہ ہو ناصبور / کرے دل سے اپنے غم و رنج دور
نہیں فائدہ گریہ سے زینہار / قضا پر کسی کا نہیں اختیار
کہا پھر وہیں کھینچکر سرد دم / کہ گشتاسپ سے مجھکو پہنچا ستم
کیا طائر جاں نے پرواز پھر / ہوا نالہ و گریہ آغاز پھر
لگے رونے تو بہمن و تہمتن [illegible] / ہوئے رستم و زال گرم فغاں
ادھر لیکے تابوت اسفندیار / وہ توہیں گیلئے ایران دیار
ادھر ہر کسے [illegible] اپنے گھر / چلے نامور رستم و زال زر
زوارہ پہ پہنچا کے اے نامدار / یہ تہمتن ہی فرزند اسفندیار

کیا باپ کو تونے اسکے ہلاک دل اسکا نہ ہووے گا کینہ سے پاک
مناسب یہ تھی تربیت اسکی ہاں کہ یہ خاندان اپنا ہے بیگماں
یہ سنتے ہی حضورِ شہ نامدار کیا لیکے تابوت اسفندیار
نہ رستم پہ پھر غم نے زال زر کشندہ ہی تو پور کا ہے پدر
تھا خجالت سے بادشاہ سرفرو کہ نفرت تھی ہر سمت سے شاہ کو
لکھا نامہ رستم نے پھر شاہ کو کہ ہوں بخطا اے شہ نام جو
بہت اسکو دیتا تھا میں گنج و زر یہ کہتا تھا ہر دم اے نامور
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار ہوا وہ جو ہونا تھا انجام کار
جو کچھ حکم ہو اسکو لاؤں بجا کہ ہوں بندۂ شاہ کشورکشا
کہ یہ ماجرا کر مفصل بیاں وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
اسے پند کی دینے بھی چند بار اثر کچھ نہ ہرگز ہوا زینہار
اجل نے اسے سخت جاہل کیا یہ کہکر تہمتن کو نامہ لکھا
یہاں آ کے موجب کریں طلب روانہ کر تہمتن با فضل اب
ہوا دیکھ کر شاہ وہاں سے روا و بعد بہمن کو شہ نے کیا

برادر بھی اسکے ہوئے قتل مرد عجب کیا جو وہ تجھ سے ہو نام نبرد
زواره کو رستم نے پاسخ دیا کرالاویں وصیت دیکھو نکر بجا
پھر شاہ گشتاسپ نالاں کناں لگیں کہنے رو رو کے یوں حال حال
نوہ دار کہکے جان بسر پر ستم عجب ہے یہ سپہر تجھکو اندوہ و غم
پشیماں ہوا شاہ عالی تبار کیا نعش کو دفن انجام کار
حضور سپہدار اسفندیار کیا بیٹے چل بندگاں نکسار
چلیل بہمن سلطان کشورکشا نہ ہرگز جواں نے پذیرا کیا
کیا تربیت پور کو اسکے اب ہنر اور آداب سکھلائے سب
جو نامہ پڑھا شاہ نے سربسر تو سنتے ہی کہنے لگا تاجور
تہمتن سے اس امر سے بخطا و دست و بجا ہر جو اس نے لکھا
نہ آیا وہ ہرگز جہالت سے باز لگا کہنے پھر شاہ گردن فراز
کر رکھ جمع خاطر تو اے نامدار نہیں تیری تقصیر کچھ زینہار
تہمتن نے بہمن کو با صد وقار روانہ کیا سوئے ایوان و بار
یہ قصہ تو میں کرچکا اب بیاں شغاد لعیں کی کہوں داستاں

تولد شدن شغاد پسر زال از بطن کنیزک و کشتہ شدن رستم از دست او و خرابی خانمان

لکھی ہے یہ نظم فردوسی بے نظیر کہ آزاد سرو ایک تھا مرد پیر
سے قصۂ خسرواں یاد تھا کہا اس نے مجھ سے یہی ماجرا
کہ تھی بعد ازاں داستان شغاد کہ تھی بہرہ آزاد کو خوب یاد
کہ زال اک کنیزک پہ مائل ہوا اور اک اس سے فرزند حاصل ہوا
یہ طفل ہمگوں یہ تھا جب ہو جواں کرے خانماں سب تہ بیگماں
یہی اسکی طبیعت سے ہو دور رشد بسے نیکوئی تو ہر ماہ و ید
وہاں کا جو تھا شاہ نیکو سیر قرابت وہ رکھتا تھا با زال زر
اسے ایک ہی دختر دلستاں کیا کتخدا اس کو با عز و شاں
سپہدار کابل سے با شغاد کرے بادشاہ خجستہ نہاد
قرابت پہ سیری نہ کی پھر نظر سمجھا وہ اپنے لیں کم کیا سربسر
[illegible] کرے قتل کی تدبیر کیا

یہ کہتا تھا وہ پیر مردِ سترگ کہ سام و نریماں تھے بہر بزرگ
کہ رستم سے اسفندیار جواں ہوا اسطرح سے ستیزہ کناں
پھر اس قصہ کو نظم میں نے کیا غرض اسطرح سے ہے یہ ماجرا
رکھا زال نے نام اس کا شغاد سمجھی یہ بولا کہ اے خوش نہاد
مناجات کی زال نے وہیں کریا کردگار جہاں آفریں
ہوا جبکہ القصہ جسدم جواں کیا زال نے سوئے کابل رواں
ہوا جبکہ کابل میں داخل شغاد تو اس شاہ نے پھر حسب مراد
حسد دل رستم کینہ خواہ سدا الم جیسے تھا کابل کا شاہ
ہوا بیچ تہمتن سوا ناشنا اب نہ آئی اسے شرم ہو یہ غضب
یہ جی میں ہو رستم سی ہوا کینہ خواہ کروں قتل اسکو بحال تباہ
کیا اسنے برادر اے شہ نیکو زر دل آزردہ ہوں میں بھی [illegible]

کروں جا کے رستم سے بیڑا گلا
وہاں کھد کے تیغ و سناں تبر
غرض شاہ کابل سے وہ شور بخت
سپہدار کابل ہوا تیز گرم
کہے ہے یہی رستم شیرزاد
براہ جو تیرے ہیں وار و چشم
کہا یوں کہ نالائق و نا سزا
چلوں شہر کابل میں لیکر سپاہ
سجے شہر کابل شتاباں ہوا
برہنہ سر و پا ہو گریہ کناں
سر رحم آیا پل نامدار
شغاد نگوں بخت بد از زباں
لگا کرنے تعریف نخچیر گاہ
زوارہ کو ساتھ اپنے لے گیا
سو چپ ہو گیا رستم نامور
نئی خاک کی واں جو پہنچی دلیر
ہو گرم پھر رخش جوں تیر جست
دوبارہ کہ آیا جو پھر پاؤں پا
ہوئے رخش نے جست کی وہ بھی
ہوا پارہ پارہ سراپا بدن
ہوئے دشمن جاں برے جفا
تجھے کی خاطر میں آیا یہاں
وہ بولا کہ تیری سزا تھی یہی
تہمتن یہ بولا کہ اے حیلہ گر
کہ کاؤس و کیخسرو و کیقباد
جو پوچھو تو میں بال ہا دیر تیر
شغاد نگوں بخت سے پھر کہا

غضبناک ہو کر یہاں آئے گا
سر چاہ خس پوش کر سر بسر
لگا کرنے اک روز گفتار سخت
وہ بولا کہ آتی نہیں تجھ کو شرم
کہ میرا برادر نہیں ہم شتاہ
تجھے چاکروں سے سمجھتے ہیں کم
سپہدار کابل نے تجھ کو کہا
کروں قتل اسکو بحالِ تباہ
سپہدار کابل ہراساں ہوا
یہ بولا کہ اے نامدار جہاں
کیا شاہ کابل کا افزوں فتاں
کہا یوں کہ ہیں چاہ کندہ جہاں
کہا پھر کہ اے گرد با عز و جاہ
شغاد سپہدار بھی ساتھ تھا
کہ خس پوش تھے چاہ کندہ جہاں
ہوا اشہب رخش صبا گام کو
و لیکن گرا چاہ میں کرکے جست
تو پھر دوسرے چاہ میں جا پڑا
دم آیا نظر پھر بھی رستے یہی
ہوا سخت درماندہ وہ پیلتن
دغا سے یہاں قتل مجھ کو کیا
کہ ہوئے فزوں تیری توقیر شاں
بہت تو نے خونریزی خلق کی
لیک نوشدارو کر تو اپنے سر
گئے بادشاہان فرخ نژاد
بس اب یہ قصے کرتا ہوں میں
ہوا وہ کہ جلا ہے تھی جو قضا

کریں ایک طیار کر صید گاہ
نگوں بخت نے جس طرح سے کہا
کہ ہیں ہوں سپہدار عالی گہر
نہیں یاد کرتا تجھے زال زر
نہیں نسل سے سام کی ہے یہ
ہوا سنکے دلگیر یہ غم شغاد
دیا اس نے بوسہ سر و چشم پہ
کروں تجھ کو کابل کا پھر شہریار
ہوا آکے حاضر رہے نیاز
ہوئی رستے میں صادر خطا
اسے شاہ کابل نے مہماں کیا
وہاں پہلو رستم گرد کو
سو مشغول صید افگنی کے لیے
ہوئے حیلہ سازی پہ جب دم رواں
غرض شاہ کے پاس جب دم گیا
ہوا رستم پہلواں شرمگیں
ہوا خستہ و ریش رخش و سوار
وہاں بھی لگے زخم تیغ و تبر
کنوئیں سات اس طرح تھے وہاں
یہ سمجھا تہمتن کہ ہے اشتباہ
لگا کہنے منہ کرکے سوے شغاد
میرے ساتھ تو نے یہ کیوں کی دغا
سپہدار کابل نے پھر یوں کہا
سدا کون قائم ہے زیر فلک
دلیران و گردنکش و نامجو
فرامرز جنگی دلاور جواں
ولے تاب جنبش نہیں اب مجھے

اور اس راہ میں کندہ کر چند چاہ
سپہدار نے جس طرح سے کہا
تری ذات مجھ سے نہیں خوبتر
نہیں پوچھتا گاہ تیری خبر
نہیں کچھ تیری زینہار آبرو
حضور تہمتن گیا بدنہاد
کہا اسنے اندیشے کو دور کر
یہ کہکر وہیں رستم نامدار
پیادہ حضور پل سرفراز
تو کر لطف از راہ لطف و عطا
بجا بندگی لاکے شاداں کیا
غرض اکدن وہ شہ کینہ جو
یہ سنکر وہیں رستم نامجو
ہوئے رخصت دونوں شغاد و تہمتن
تو پھر رخش نے واں توقف کیا
جڑا رخش پر تازیانہ وہیں
کہ تھے چاہ میں خنجر آبدار
ہوا چاک و خستہ بدن سر بسر
گیا گر وہ آخر ہوا ناتواں
ستمگر شغاد اور کابل کا شاہ
کہ تھا بھائی تیرا بھی ہے بدنہاد
مجھے کس لیے اسنے ضائع کیا
کہ اب نوشدارو تجھے دوں پلا
یہ جھا نہیں ہو نہیں بھلا کب تلک
گئے اس جہاں سے سپہر و ویر
مرا کب یہ ہے تجھے آکر یہاں
درندوں نے چھوڑا بھلا کیا مجھے

دوارہ کے اور رستم گرد کے ذلیل گیا استخواں دشت سے
کیئے دفن زابل میں جا کر وہیں پھر آباد وہ کابل میں ہوئے کہیں
ہوا گرم پیکار کابل کا شاہ ہوئی فوج کابل سراسر تباہ
گرفتار پھر شاہ کابل ہوا مظفر سپہدار زابل ہوا
فرامرز نے اسکو زور کیں کیا ہاتھ سے قتل اپنے وہیں
سو شاہ گشتاسپ آتا ہوں پھر خبر شاہ ایران کی لاتا ہوں پھر

رحلت شاہ گشتاسپ بملک جاودانی وجلوس بہمن پسر اسفندیار بر تخت سلطنت ایران ولشکر کشیدن طرف سیستان وبعد جنگ بسیار فرامرز را قتل نمودن

کہا شاہ گشتاسپ نے ایک روز کہ یہ نامور بہمن ایک دن
کلاہ شہی کے سزاوار ہے سوا اسکے شاہی کا حقدار ہے
ہوا الغرض اسکا پدر بیگناہ اسے چاہیئے تخت و تاج و کلاہ
یہ کہکر بٹھایا اسے تخت پر رکھا سر پہ بہمن کے دیہیم زر
کیا پھر پشوتن کو اسکا وزیر کہ تھا دانش و فہم میں بے نظیر
ہوا پھر رواں سوئے ملک عدم شہنشاہ گشتاسپ کیواں حشم
جہانبیں وہ شاہ ہمایوں خصال رہا حکمراں یکصد و بست سال
جہاندار بہمن شہ نامور ہوا تخت شاہی پہ جب جلوہ گر
لگا کرنے داد و دہش صبح و شام ہوئے خرم و شادماں خاص و عام
ارادہ کیا پھر ز روئے غضب کہ زال و فرامرز سے چاہیئے اب
لیا چاہیئے کین اسفندیار سواراں غرض لیکے یکصد ہزار
ہوا عازم سیستاں بادشاہ جو نزدیک دریا کے پہنچی سپاہ
یہ پیغام بھیجا سوئے زال زر کہ آیا ہوں میں بہر کین پدر
بیاباں میں اب لیکے تیغ و سناں کروں جوئے خوں از سر کیں رواں
فرستادہ نے جا کی جب عرض زال کہا یہ کہ سنکر ہوا پُر ملال
کہا زال نے پھر بہت سی کہیں کہ رستم کی تقصیر مطلق نہیں
ہوا اب جو رونق فزا تاجور کروں پیشکش اسکے گنج و گہر
مرا قتل منظور ہے اب اگر تو حاضر ہوں پھر پیش ہے میرا سر
یہ کہکر بہت مال اسکو دیا فرستادہ پھر ہو کے رخصت گیا
ہوا پیش بہمن ثنا خوان زال مفصل کیا شاہ سے عرض حال
کہ جو طاعت خسرو نامدار نہیں کچھ ارادہ اسے زینہار
ہوئی آتش قہر شاہی فرو سرکش بنا یاد زر زال کو
ہوا جب شہ بہمن آں وہیں پیشوا زال آباد واں
گیا زال کے گھر شہ نامدار زر و گنج والنے لیا بیشمار
یہ پوچھا فرامرز ہے اب کہاں وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
گیا ہے فرامرز بہر شکار ہوا پر غضب سنکے یہ شہریار
کیا پھر وہیں زال زر کو اسیر لگا عاجزی کرنے وہ مرد پیر
کہ اے شاہ میری ہے تقصیر کیا اگر ہے تو رستم کی تھی یہ خطا
نہیں زندہ اب رستم نامدار عدو تجھ سا ہے کین اسفندیار
برائے خدا مجھپہ اب رحم کر میری عاجزی پر ذرا نظر کر
کہ میں آج ہوں کمترین چاکراں پیادہ ہوا اب کے آگے رواں
روا رکھ نہ بیداد انصاف کر کہ رستم نے تجھکو سکھائے ہنر
ہوا بہمن اس بات سے خشمگیں رکھا زال کو بند از روئے کیں
یہ سنکر فرامرز جنگی سوار سپہ لیکے آیا پئے کارزار
سواران و ایران و زابلستاں ہوئے از سر کین ستیزہ کناں
رہا تین دن گرم بازار جنگ بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ
بروز چہارم چلی باد سخت ہوئے تیرہ گرداں اہل کو تخت
ہوئے چشم تیرہ پڑی سنہ چاک ہوئے پہلوانان جنگی ہلاک
دلیران ایران تھے فیروز شاہ کہ انکے لیے پشت تھی تند باد
ہوئے حملہ آور جو ایرانیاں گریزاں ہوئی فوج زابلستاں
ولیکن فرامرز جنگ آزما دلیرانہ میداں میں قائم رہا
ہوا شیر جنگی نہ روباہ مزاج یہ سمجھا کہ بس زندگی آخر ہے آج

اٹھا بالنگا و سے خیلنگاہ / کہ تا شاہ بہمن سے ہو کینہ خواہ
ولے پہلواں کی نہ تھے بخت یار / دلیری نہ کام آئی کچھ زینہار

پیلپے پسوئے سوار و دلیر / دلیران ایران تو پیائے تیر
ہوا خستہ نوتن فرامرز کا / پیادہ ہوا وہ نبرد آزما

دلیرانہ پھر کھینچکر تیغ کیں / سکئے قتل گردان ایران وہیں
فرامرز خستہ ہوا بعد ازاں / یہاں تک ہوا خون بدن سے رواں

رہا ہوش اسکو نہ کچھ زینہار / ہوا پھر گرفتار انجام کار
سردار کھینچکر اسے پھر وہیں / شہنشاہ بہمن نے از روئے کیں

کیا حکم پھر یوں از روئے غضب / کرو مردم شہر کو قتل اب
وہ تسویں کہ دستور تھا شاہ کا / شہ نامور سے یہ کہنے لگا

نہیں مردم سیستاں کی خطا / روا رکھ نہ زنہار اُن پر جفا
رہا زال کو بھی تو کر بند سے / کہ کینہ تھا رستم کے فرزند سے

سجالائے شکر پروردگار / کہ حاصل ہوئی فتح ای شہریار
یہ گفتار سنکر ز روئے عطا / رہا بند سے زال زر کو کیا

بدستور پھر اسکو با عز و شاں / کیا شاہ نے حاکم سیستاں
بفتح و ظفر خسرو دیں پناہ / گیا سیستاں سے سوئے تختگاہ

شبستاں میں اکبدن رات کو / کیا تھا شہ شہر بہمن نا جو

رحلت بہمن از جہان فانی بملک جاودانی

پڑا تھا کہیں راہ میں اژدہا / شہنشاہ کو ناگاہ اسنے ڈسا
فزوں اس سے ہرگز کیا کچھ اثر / تہ زنہار چارہ ہوا کارگر

یہ سمجھا وہیں بہمن نامدار / کہ اپنا اب آخر ہوا روزگار
ہما اُسکی دختر خردمند تھی / دیا اسکو اور اسکو تاج شہی

وہ تھی حسن میں مثل شمس و قمر / تصرف میں لایا تھا اسکو پدر
مگر رسم آتش پرستی یہ تھی / کہ ہمخواب کرتے تھے دختر کو بھی

غرض اُس سے پیچھے کو حمل تھا / جہاندار بہمن نے اُسکو کہا
کہ جب اس سے پیدا ہو کوئی پسر / کلاہ شہی اسکے ہو زیب سر

وصیت یہ کرکے گئے عدم / شتابان ہوا شاہ انجم حشم
جہاں میں بصد عجز و جاہ و جلال / شہی شاہ بہمن نے کی ہفت سال

ہما دخت بہمن بجائے پدر / سریر شہی پر ہوئی جلوہ گر

بر تخت نشستن ہما دخت شاہ بہمن

کیا اُسنے آغاز جود و سخا / فقیروں کو یکسر تو نگر کیا

سپہ کو دیا گنج و زر بے شمار / کیا خلق میں عدل لیل و نہار
ہوا بعد نہ ماہ پیدا پسر / حوالہ کیا دایہ کو زود تر

کہا یوں کہ بیجا کہیں اسکو دور / تو کر پرورش با نشاط و سرور
ولے پیش مردم یہ ظاہر کیا / کہ ہوتے ہی پیدا پسر مر گیا

ہوا الغرض ہفت ماہ وہ جب / کیا پھر اسے اک دن طلب
یہ سوچی ہما اپنے دل میں کہ گر / رہے شہر میں یہ ہمایوں پسر

مبادا کہ واقف ہوں ارکاں / خلل میری شاہی میں ہو بیگماں
اسے ایک صندوق میں بند کر / کئی رکھکے یاقوت و لعل و گہر

کہا پھر ہاں سے یہ ہنگام شب / بلا دایہ سے جا کہ دریا میں اب
بجا مردماں لائے یہ حکم جا / دیا جا کے صندوق کو پھر بہا

وہ صندوق دریا میں وقت سحر / بھیں ایک گازر کو گویا نظر
نکال اُسکو گازر وہیں لے گیا / کنارے پہ لا کے اُسے وا کیا

وہاں اور وہ طفل فرخ نہاد / جو دیکھا تو گازر ہوا شاد و شاد
خوشی سے اُسے پیش زن لے گیا / کہا اُسے لا شکر ایزد و بجا

ہوا وقت دیر و زیر ایسپر / عوض اسکے یہ طفل مثل قمر
دیا غیب سے ہمکو ایزد نے آج / تو ہوا بابل ببعث و ابتہاج

یہ دولت جو اسکو میسر ہوئی / تو پھر وہ بہ مسرور و خوشتر ہوئی
رکھا طفل کا اُسنے داراب نام / کیا دل میں اندیشہ خاص و عام

کہ واقف ہوا سیاست کی مگر / مبادا کہ کچھ ہمکو آوے ضرر
قیاس اسکو ہے جائے دیگر گیا / زن و کودک و مال لیکر گیا

وہ داراب خوش نصیبی خوش گل تھا / دلیر و جوانمرد و زور آزما
زبوں تھے تمام اس سے خورد و کلاں / نہ تھا اُسکے ہمسر کوئی نوجواں

فرا گاذری کا نہ کرتا تھا کام — گریزندہ اس کام سے تھا مدام
کہے تھا کہ مجھکو خدا نے دیا — عجب طفل نالائق و ناسزا
ورے تھی اسے یہ خبر کچھ نہیں — کہ ہوویگا یہ شاہ روئے زمیں
لے فہم و ادراک تھا بسقدر — کہ استاد حیران رہا دیکھکر
بفرط خوشی آن کر ایک روز — لگا کہنے گاذر سے وہ نیک روز
وہ بولا کہ ہوں خوش و مستمند — کہاں سے میں لاؤں براق سمند
زن گاذر ہمدم ہوئی بیقرار — دیا ایک یاقوت انجام کار
مشقت لگا کرنے وہ صبح و شام — ہنر پہلوانی کے سیکھے تمام
زن گاذر ایک دن بیٹھی تھی شاد — وہاں آ کے داراب فرخ نہاد
حقیقت وہ صندوق اور اس کی — سنی جب ہوئی اسکے دل کو خوشی
زر و لعل جو کچھ تھا اسنے لیا — تصرف میں سب مال اپنے کیا
کہیں قیصر روم نے بھیجے کہیں — شتابی ہوا سوئے ایران زمیں
ہما نے کیا حکم اسکو کہ ہاں — فراہم کرو لشکر بیکراں
ارادہ جنہیں چاکری کا ہو یاں — تو حاضر شتابی سے ہوں بیگیاں
وہاں جبکہ داراب فرخ گیا — تو وہ لیگیا اسکو پیش ہما
تو کہنے لگی دل میں اپنے ہما — کہ ہے یہ عجب شوکت و شان کا
کماں یوں کہ اسکو مقرر رکھو — ہوا جب ہی اسکا زیادہ کرو
شتابان پے جنگ قیصر ہوا — فرود اک بیاباں میں لشکر ہوا
جو داراب کے پاس خیمہ نہ تھا — تو یہ زیر طاق شکستہ گیا
کہ اے طاق رہیو ذرا ہوشیار — کہ خفتہ ہے یاں شاہ ایران تبار
سہ بارہ آئی آواز یہی — سنی رشنواد دلاور نے بھی
کہا کے پھر یوں کہ اے نامدار — تلے طاق کے خفتہ ہے اک سوار
نہ زنہار تھی مردماں کی صدا — یقیں ہے کہ تھی غیب سے یہ ندا
جو داراب اٹھکر وہاں سے گیا — تو وہ طاق ٹوٹا ہوا گر پڑا
کہ دریا میں گاذر کے ہاتھ ایک روز — لگا ایک صندوق اے نیک روز
ز صندوق میں صرف کچھ ہی نہ تھا — کئی لعل و یاقوت تھے بے بہا
اسے خلعت و اسپ خیمہ دیا — کیا اسپہ مصروف لطف و عطا

. . پڑھوتا تھا اکیا رچا تھا — وہ گاذر تھا دلگیر اس بات سے
. . کہ پیدا نہیں کرتا ہے ایک دم — پھرے ہے یہ بازی کناں صبح و شام
. . بٹھایا جو مکتب میں داراب کو — کہ تا سیکھ کر علم شائستہ ہو
. . جو کچھ علم تھا یاد استاد کو — شتابی سے سیکھا وہ فرخندہ خو
. . خدا نے کیا علم میں مجھکو طاق — دلے اب ہو مطلب بیاز و براق
ہوا اسکے دلگیر وہ ذوالکرام — نہ پھر اسنے دو روز کھایا طعام
اسے بیچکر ایک گھوڑا لیا — جو کچھ چاہیے تھا مہیا کیا
نہ ٹھہرے تھا گھر میں قرار و جواں — بیاباں میں پھرتا تھا صید افگناں
یہ بولا مرا ماجرا کر بیاں — کیا اسنے راز نہفتہ عیاں
یہ سمجھا جو اس مرد فرخ نہاد — کہ ہوں میں پسر عالی نژاد
مصمم کیا دل میں عزم سفر — کہ حاصل ہو جمعیت کر و فر
حضور ہما کے خجستہ نہاد — سپہدار نامی تھا اک رشنواد
یہ بھیجا پیام اسنے پھر جابجا — کہ مردان جنگی و جنگ آزما
ہو لشکر کے داراب مسرور و شاد — روانہ ہوا پھر سوئے رشنواد
کہ رکھتی تھی چاکر ہما دیکھکر — پڑی جبکہ اس پر ہما کی نظر
عیاں اسکے رخ سے ہے فر کیاں — نژاد کیاں ہے یہ نوجواں
ہوا جبکہ لشکر فراہم وہاں — تو پھر رشنواد دلاور جواں
ہوا نازل ابر باراں وہاں — گیا ہر کوئی خیمے کے درمیاں
گیا خواب میں جبکہ داراب واں — تو آئی ندا غیب سے ناگہاں
نگہدار اسکا تو رہیو یہاں — کہ بہمن کا فرزند ہے یہ جواں
یہ مردم سے بولا کہ لاؤ خبر — گئے مردماں پس وہیں دوڑ کر
کہ وہ طاق شکستہ ہے سر بسر — جسے دیکھکر وہیں آئے خطر
وہ بولا کہ لاؤ جواں کو یہاں — اسے آ کے لیگئے تب مردماں
حقیقت لگا پوچھنے رشنواد — لگا کہنے داراب فرخ نہاد
جو کھولا تو اسمیں پڑا پایا مجھے — خوشی سے وہ گھر اپنے لایا مجھے
کیا ماجرا سب مفصل بیاں — سپہدار سنکر ہوا مہرباں
کہا پھر کہ گاذر کو لاؤ یہاں — اسے جا کے لائے پھر فرماں

سپہدار نے قصۂ داراب کا
جو پوچھا تو اُسنے مفصل کہا
رکھے پھر وہ یاقوت پیش نظر
سپہدار نے اسکو پہچان کر

کہا اپنے دلمیں کہ ہو بیگماں
پسر شاہ بہمن کا یہ نوجواں
فزوں تر کیا رتبہ داراب کا
وہ رتبہ کہ شایان داراب تھا

جو روزِ دگر قیصر کینہ خواہ
سپہ لیکے آیا سوئے رزمگاہ
تو بولا یہ داراب سے شہزاد
کہ لیکر سپاہ خجستہ نہاد

تو قیصر سے اب جا کے ہو گرم جنگ
یہ سنکر گیا وہ جواں بیدرنگ
ہما سے رومیوں سے نبرد آزما
بہت فوج کو قتل اسنے کیا

سر شام میداں سے وہ تاجور
سوئے خیمہ آیا بفتح و ظفر
دلیری یہ داراب کی شہزاد
ہما دیکھ کر دل میں مسرور شاد

بہت آفریں کی جوانمرد پر
ہوا جلوہ گر جبکہ روز دگر
تو لیکر سپاہ گراں پھر گیا
سوئے رزمگاہ مرد جنگ آزما

ہوا پھر بہم گرم بازار کیں
گلستاں ہوا خون سے زمیں
جوانمرد داراب ہر چارسو
طرح شیر نر کے ہوا رزم جو

گیا نیزہ لیکر جواں جس طرف
بسان شرہ اُٹھ گئی صف کی صف
سر شام تک شان ہی کارزار
گئے پھر سوئے خیمہ انجام کار

ہراساں ہوے سر بسر اولیاں
لگے کہنے باہم یہ پیر و جواں
عجب نوجواں آج تھا ہم نبرد
مقابل نہیں جسکے بل کوئی مرد

جدھر حملہ آور ہوا کینہ جو
پریشاں کیا لشکر روم کو
وہ ہے بچۂ فیل یا شیر نر
کہا پھر یہ قیصر سے اک تاجور

سو روم پھر چلیے ناچار اب
کہ ہرگز نہیں تاب پیکار اب
لگا کہنے قیصر کو بیدل نہ ہو
سحر حملہ یکبار کی تم کرو

بفضل خدا فتح پاوینگے ہم
تصرف میں یہ ملک لاوینگے ہم
ہوا جب سحر مہر جلوہ کناں
تو پھر رومیاں اور ایرانیاں

ہوے آکے میداں میں گرم ستیز
ہوئی ایک بار وہاں رستخیز
جہانگیر داراب مرد دلیر
ستیزندہ بیحد نہیں تھا مثل شیر

ہزاروں دلیراں کئے غرق خوں
ہوا لشکر روم آخر زبوں
تنہا سو رومیوں کا نہ زنہار کام
یہ ناچار قیصر نے بھیجا پیام

ہراساں آنکے میں پشیماں ہوا
پریشاں ہو سخت حیراں ہوا
جو کچھ چاہیے مجھ سے اب لیجئے
نہ پر خاش ہر خدا کیجیے

غرض صلح کرکے وہیں پھر گیا
سر روم فرمانروا روم کا
مظفر ہوا داراب فرخ نہاد
جب آیا تو شاداں ہوا شہزاد

ہما کو لکھا قصۂ داراب کا
وہ یاقوت بھیجا حضور ہما
ہما نے یہ سمجھا کہ ہاں بیگماں
مرا نور دیدہ ہے یہ جواں

کیا پھر طلب اسنے داراب کو
حضور اسکے آیا وہ نامجو
تو دیں ہما نے بصد ابتہاج
حوالے کیا تخت زرین و تاج

جلوس داراب پسر بہمن بر تخت ایران

ہما نہیں بصد جاہ و حشمت ہما
کہی ہی دو دو سال فرمانروا

ہوا بعد ازاں جلوہ گر تخت پر
جہاندار داراب فرخ سیر

بہت خلق پر لطف و احساں کیا
سپاہ رعیت کو شاداں کیا
طلب کرکے گاذر کو پھر زود تر
عنایت کیا خلعت و اسپ زر

کیا پھر یہ اسنے بلطف و طرب
تو کر پیشہ گاذری ترک اب
لیا یک سپاہ گراں پھر کہیں
نمایاں ہے ایران زمیں

شعیب دلاور سپہدار تھا
سپاہ عرب کا وہ سالار تھا
سواراں تازی تھے یکصد ہزار
یہ سنکر جہاندار گردوں مقام

ہما وہیں لیکے سپاہ گراں
شتاباں سوئے لشکر سیستاں
ستیزندہ سمجھ ہر دو لشکر ہوئے
نثار دم تیغ خنجر ہوئے

رہی جنگ قائم سہ روز و سہ شب
بروز چہارم شعیب عرب
ہوا کشتہ میداں میں وقت دغا
سب اسباب لشکر کا غارت کیا

ہوا لشکر تازیاں سب خراب
دلیران ایران ہوئے فتحیاب
شہنشاہ داراب تب بعد ازاں
کیا جانب روم لشکر رواں

سپہ لیکے آیا شہ فیلقوس
خروشاں ہوئے ہر دو فوجیں کس
بہم ہر دو لشکر ہوئے کینہ خواہ
ہوئے سرخ خوں سے قلم رزمگاہ

کئے بند پر چار سو رہگذر
سواران جنگ آزما بیشمار

کہ نام ایک ظالم سپاہ تھا او یار
اور اس وقت سے کا تھا جا تو سیاہ

کوئی وہ ملک ہوگا گرفتار بند
کہ اب پھر گیا اس کی چرخ بلند

کہ ہو شاہ اسکندر نامدار
فریدوں تر ہمارا ہو عز و وقار

کہیں راہ بیابان کو لگیا
جدا اپنے لشکر سے تھا شہریار

یہ ہنگام فرصت جو آیا نظر
تو پھر ایک نے شاہ کے سینہ پر

لگے زخم کاری تو پھر تا بور
گرا پشت زین سے وہیں خاک پر

گرا پھر شہنشاہ عالی جناب
سو مقتل شاہ دارا شتاب

سپہدار دارا کے تھے دو وزیر
ستم پرور و بدنہاد و شریر

لگے کہنے باہم کہ اقبال شاہ
گیا اور لشکر ہوا سب تباہ

یہی مصلحت ہے کہ بس بیدریغ
شہنشاہ کو کیجئے زیر تیغ

رکھا الغرض ظالموں نے روا
خداوند نعمت پہ جور و جفا

نہ تھا پاس دارا کے کوئی سوار
فقط تھے وہی دو لعین نابکار

رواں تیز خنجر کیا بیدریغ
رہا دوسرے نے کیا تیز تیغ

خبر لی سکندر کو یہ بعد ازاں
کہ دارا کو ہم نے کیا قتل یاں

ہنوز اسکے قالب میں باقی تھی جاں
ابھی پہنچا جہاندار گیتی ستاں

سکندر پہنچے گھوڑے سے وہیں اتر
رکھا اپنے زانو پہ دارا کا سر

سکندر کو دیکھا جو بالین پر
تو سینے سے کی آہ دارا نے سر

کہ دیکھوں تجھے کس طرح سر نگوں
تن خستہ سر تا بپا غرق خوں

کروں چارہ سازی تجھے گر ملی
ہو حاصل شفا پھر تو راہ خوشی

کئے چشم سے اپنے آنسو رواں
ہوا وقت سے اُسکے نالہ کناں

سکندر یہ بولا کہ اے تاجدار
نہ تھی یہ تمنا مجھے زینہار

بیابان میں لیجاؤں اپنے گھر
تجھے مسند زریں پر جلوہ گر

بٹھا کے بھلا یاں کر عزت پر
شاہاں بیابانے میں سو دگر

سنا بیٹے ماں سے کہ یعنی بہم | پسر اک پدر کے ہیں تم اور ہم
مجھے اسلئے درد و غم ہے بڑا | کہ تو ہے حقیقی برادر میرا
کشندہ کو تیرے کروں میں ہلاک | ملاؤں ہر اک کو تہ خون و خاک
یہ کہکر لگا رونے پھر زار زار | ہوا درد و غم دل سے بہت بیقرار
سکندر سے دارا یہ کہنے لگا | کہ زاری و گریہ سے کیا فائدہ
گذر اب گیا چارہ سازی سے کام | مرا کام یعنی ہوا بس تمام
خدا نے کیا تجھکو شاہ جہاں | تو کر بادشاہی بصد فر و شاں
شہا تیری گفتار شیریں ہو اب | غم و درد دل سے ہوا دور اب
بآرام جاتا ہوں سوئے عدم | تو رہ اس جہاں میں بجاہ و حشم
وصیت کروں میں تجھے کچھ اگر | پذیرا نہ ہووے تو اے تاجور
سکندر یہ بولا زروئے صفا | کہ لاؤں ترا حکم میں سر بجا
لگا کہنے دارا کہ اے بادشاہ | مرا ننگ و ناموس رکھنا نگاہ
مری دختر اک روشنک نام ہے | پری چہرہ مہوش گل اندام ہے
اسے عقد میں اپنے لانا ضرور | اگر بطن سے اسکے پیدا ہو پور
تو اسفندیار اسکا رکھیو تو نام | مری روح کو کیجیو شاد کام
نہ برہم کوئی رسم ہو زینہار | یہ ملحوظ رکھنا تو لیل و نہار
کہ قائم ہے دین لہراسپ شاہ | رہ و رسم آئین گشتاسپ شاہ
سکندر سے دارا نے جو کچھ کہا | سکندر نے بسر پذیرا کیا
رکھا اپنی دہن پہ سکندر نے ہاتھ | لگا کہنے دارا کہ اے فرخ صفات
کہ رخصت ہوئی مجھ سے جان حزیں | نگہدار تیرا ہو جان آفریں
ہوئی چشم دارا کی جس وقت بند | لگا رونے اسکندر ارجمند
کیا چاک جامہ ہوا نوحہ گر | اسی مہد زریں پہ پھیرا الگ
پیادہ ہوا پیش تابوت شاہ | کیا اسکے مدفون سو دفن گاہ
سر دار کھینچا پھر اسنے کہیں | کشندوں کو دارا کی شہ نے وہیں
بزرگان ایران ثنا خواں ہوئے | دل و جاں سے محکوم سلطاں ہوئے
سکندر نے مرہون احسان کیا | بلطف و کرم سب کو شاداں کیا
سو مادر روشنک بعد ازاں | کیا نامہ بر کو پئے نامہ واں
لکھا روشنک کو یہاں بھیجدو | کہ جوں شمع روشن کرے بزم کو
رواں اسنے اس نامہ کو کیا | حضور جہاندار کشور کشا
پرستار ساتھ اسکے تھیں کچھ جدا | زر و گوہر و لعل تھے بیبہا
جہاندار بہ طبق آئین و دین | ہوا کتخدا ساتھ اسکے وہیں
رہا شہر ایران میں کچھ چند شاہ | سوئے ہند پھر اسنے کھینچی سپاہ

رفتن سکندر طرف ہندوستان و حاضر شدن کید ہندی

شہ ہند تھا کید اک نامور | اسے خواب میں ہول آیا نظر
حکیموں سے پوچھی جو تعبیر خواب | کسی سے نہ کچھ رستہ آیا جواب
کہا مرد داناں نے کہ درویش ایک | خردمند صاحبدل و مرد نیک
بیاباں میں رہتا ہے مہربان ہے نام | کہیگا وہ تعبیر شاہا تمام
حضور اسکے پھر کید ہندی شتاب | گیا اور کہا اپنا یکدست خواب
کہا یوں کہ اے پیر فرخ سیر | شب اول آیا یہ مجھ کو نظر
کہ ایوان بلند اور ہے کلاں | اور اک خرد سوراخ بھی ہے وہاں
اور اک پیل مست آکر اس کاخ میں | گیا پھر نکل ہو کے سوراخ میں
دوم شب یہ دیکھا کہ ہے جلوہ گر | گریزاں ہوا اسکو وہ دیکھکر
عقب اس کے بندہ کو پھر شتاب | روانہ ہوئے دانے ماہی آب
شب پنجم اک شہر آیا نظر | کہ ہیں کور واں مردماں سربسر
بسان بصیراں ہیں مصروف کار | ...ی سے کچھ نہ تھا
ششم روز سو باجو ہنگام شب | نظر ایک آیا مجھے شہر تب
کہ مسجود ہیں یک قلم ساکناں | اور چھپتے ہیں جو مفلس کرتا
سو آزردہ جانے میں لیل و نہار | شب و روز پر غم ہیں رنجور و زار
انہیں دیکھ صد کسلمندان درد | خبر لینے آتے ہیں ہر اک کی یار
شب ہفتم اے پیر مرد کہن | نظر اسپ آیا کہ ہیں دو دہن
وہ کھاتا ہے دونوں سے ہر آن گیا | ولیکن نہیں اسکے سرمن کی آ

سہ قسم ہشتم شب کو آئے نظر | وہ دریا آب میں ایک ہتی سر بسر
تہی کو بھرتے ہیں ہر چند پر | نہیں بھرتے اسکے کنارے بھی تر

نہ کم آب ہوتا ہے اسکا ذرا | نہم شب نظر تجھ کو یہ پڑا
کہ گائے دادہ ہر گوسالہ وار | کہ گوسالہ کا شیر پیتی ہے نار

دکھاتی ہے اس پر بھی لاغر ہے تن | وہ لے فربہ گوسالہ کا ہے بدن
دہم شب کو اک چشمہ آیا نظر | کہ لب اسکی ہیں خشک اطراف تر

بیاں کیجئے مجھ سے تعبیر خواب | کہ دل ہے میرے در ہم و اضطراب
وہ بولا کہ اے سکندر نامدار | تیرے ملک میں آئیگا ایکبار

تو زنہار مت ہو جیو گرم جنگ | غرض آشتی کیجیو بیدرنگ
وہ دخت پری چہرہ اور اک دبیر | کہ اختر شناسی میں ہے بے نظیر

خردمند و دانا و عاقل طبیب | قدح ایک تحفہ بھیجے غریب
کہ اگر اسکو رکھے لب لب پیو | تو زنہار آب قدح کم نہ ہو

زوی گرمی آتش آفتاب | ہے ہے سرد ہرگز نہ ہو گرم آب
غرض یہ تیرے پاس ہے چار چیز | کہیں ہاتھ آئے شاہ والا تمیز

دو دیا سکندر کو یہ ہر چہار | تجھے ملک بخشیگا وہ تاجدار
کہا کید ہندی نے یہ بعد ازاں | کہ تعبیر ہر خواب کیجے بیاں

دیا مرد درویش نے یہ جواب | کہ ہے پہلے دیکھی یہ تعبیر خواب
کہ وہ خانہ دنیا ہے اے نامور | اور اسمیں وہ سوراخ ہے تنگ تر

وہ ہاتھی ہے اسکندر نامدار | تری شہر سے ہو کر بیگا گذار
یہ پھر تو نے دیکھا روز دگر | کہ اک مرد بیٹھا ہے تخت پر

یہاں سقالا اک بادشاہ آئیگا | خرابی تیرے ملک میں لائیگا
سوم شب جو کرپاس آیا نظر | سمجھ تو خدا اسکو اے نامور

اسے کھینچتے ہیں جو وہ مرد چار | کروں اسکی تعبیر میں آشکار
کہ دہقان آتش پرست آئیگا | رواج اسکا دین ہیولی پائیگا

یہود ایک آئیگا یاں بعد ازاں | کریگا وہ آئین موسیٰ رواں
پھر اس ملک میں آویگا فرد نیک | حکیم خردمند یونانی ایک

حکیموں کا مذہب کرے آشکار | کرے اسکا آئین سب اختیار
پھر اس ملک میں اہل دیں آئیگا | وہ حق پرستی وہ پھیلائیگا

وہ تشنہ جو آیا نظر پھر تجھے | گریزندہ ماہی سے اور آب سے
رسول خدا ایک آئیگا یاں | کریگا ہدایت طلب تشنگاں

زمانہ اک آئے گا سود و زیاں | نہ زنہار سمجھیں ذرا مرد ماں
کرے کور چشم کشاں روزگار | نہ فہمیدہ ہو کچھ نہیں زینہار

ششم سیب جو رنجور آئے نظر | کہ پوچھی تھی اچھے بھلوں کی خبر
زمانہ اک آئے گا دانشوراں | سراسر ہوں محتاج بیدانشاں

زمانہ انہیں سخت حیراں کرے | تمسخر ہنرور سے ناداں کرے
جو دیکھا شب ہفتم اسپ دو سر | یہ تعبیر اسکی ہے اے نامور

کہ آئے زمانہ اب اس طور کا | کہ لطف و مدارا ہوئے ذرا
دو چنداں ہو ہر ایک کو حرص آز | یہ چاہے کہ مت دست کرکے دراز

دہن میں بھا ہر اک چیز کو لیجئے | نہ اک حبہ محتاج کو دیجئے
جو دیکھا شب ہشتم اے مرد نیک | کہ پُر ہیں دو خم اور خالی ہے ایک

زمانہ کوئی آئے اصلاح کا | دو حبہ تونگر ہو لیجئے شہا
تہیدست اک حبہ ہوئے جہاں | زر و سیم برسائے گر آسماں

تہیدست کو تو بھی سیری نہ ہو | فزوں تر ہو خواہش تہیدست کو
نہم شب کو دیکھا جو تو نے شہا | کہ کھاتی ہے وہ شیر گوسالہ کا

حریص اتنے دنیا میں ہونگے یہاں | کہ مسکین کی خواہش رکھیں ہر زماں
دہم شب جو آیا نظر تجھکو خواب | کہ اک چشمہ ہو خشک گرد اسکے آب

پھر اس چشمہ سے گر چشمہ کو لیں | تو آئے نہ پیمانہ دست میں
زمانہ جو آس کے ہوگا عیاں | اسی عصر میں ہوگا اک حکمراں

بڑی عقل و فرہنگ سے سر بسر | رہیگا وہ سلطان عالی گہر
رعایا نہ پائے گی اس سے پناہ | یہاں ظلم سے اسکے ہوگا تباہ

کبھی فیض اسکا نہ ہوگا عیاں | نہ ہوئیگا نیکی اسمیں نشاں
زمانہ کریگا یونہیں انقلاب | رہے گا یہی طرح عالم خراب

پر نہیں تازہ اک عہد پھر آئیگا | کہ ہوگی نئی فوج افسر نیا
مال اسکا ہوگا پسے زر جواں | نہ لشکر نہ سلطنت کا ہوگا نشاں

سکندر رہی اس عہد کا بادشاہ / کہ ہے وہ شہنشاہ عالم پناہ
کیا بیٹھے ہندوستاں میں گذر / ملاقات بہتر ہے اے تاجور
ارادہ نہیں اور جز چاکری / کریں ہم دل و جان سے فرمانبری
کہ ہر اک دنیا میں ہے بے مثال / نہیں دوسری شے خوش خصال
غرض چار چیزیں کہ تھیں بے نظیر / قدح اور دختر طبیب و وزیر
سکندر نے دیکھی جو وہ دلربا / لیا ساتھ اپنے اسے کتخدا
گیا کید پھر تاجور کے حضور / شتر بار زر لیکے باصد سرور
سکندر سے پھر کید رخصت ہوا / قرین نشاط و مسرت ہوا

سکندر کا نامہ یہ پہونچا وہاں / کہ ہو آن کے مورد آفریں
لکھا کید ہندی نے پھر یہ جواب / کرے بادشاہ شہ یا جناب
کروں پیشکش تیرے اچار چیز / تو رکھتا نہیں جان و دل سے عزیز
تیرے پاس آویں زرہ ے نیاز / تری لطف سے تا کہ ہوں سرفراز
سوئے شاہ بھیجیں خوشی سے شتاب / ہوا شاد وہاں شاہ عالی جناب
پیا ہاتھ دلربا کے وہ جام / ہوا وصل سے اسکے دل شاد کام
دیا جب سکندر کو گنج و گہر / سکندر نے بخشا اسے سر بسر
سو فور ہندی ہوا پھر رواں / سکندر جہاندار گیتی ستان

رفتن سکندر در قنوج و لشکر کشیدن فور بادشاہ قنوج بجنگ سکندر و کشتہ شدن او و فتحیاب شدن سکندر

سکندر نے نامہ لکھا فور کو / کہ تو آکے حاضر ہو میرے پاس ہو
لکھا کیا ہوا ہے اتنا غرور / تو مت آکے اسقدر کھینچ دور
نہیں تجھ سے مجھکو خطر زینہار / مرے پاس ہے لشکر بے شمار
دلیرانہ میداں میں ہو رزم خواہ / کروں لشکر رومیاں کو تباہ
سواران جنگی تھے اسی ہزار / از انجملہ ایرانیاں سی ہزار
سکندر کے ہمراہ تھے چہل ہزار / نبرد آزمایان خنجر گذار
غرض تھے حضور شہ نامدار / سواران ہندوستاں دہ ہزار
سواران جنگی تھے ستر ہزار / جوانان جنگی و مردان کار
وہ ہمراہ تھے صرف جنگی سوار / کہ پیلان جنگی بھی تھے [illegible] ہزار
سکندر سے [illegible] رزم پہلے وہیں / کہ پیلان [illegible] جنگی [illegible]
ارسطو کو کیسے طلب اور تب / ہوا چارہ جو خسرو نامور
شکم اسکا یکدست خالی رکھا / سراسر اسے نفط سے پُر کیا
وہ [illegible] قائم کیا / [illegible] گردوں سے [illegible]
تو اب خوب سی اسمیں آتش لگا / ارسطو کا وہ حکم لایا بجا
[illegible] ایک بار / اڑا وہ [illegible]
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]

لکھا اسنے پاسخ کہ اے تاجور / کیا کشتہ دارا کو تو نے اگر
نہ رکھتا تھا مردی و مردانگی / اطاعت تیری کید ہندی نے کی
نہ ہو مجھ سے خواہاں فرمانبری / کہ رکھتا ہوں میں عزم جنگ آوری
یہ سنکر ہوا پر غضب بادشاہ / گیا سوئے قنوج لیکر سپاہ
دلیران مصر و سواران روم / کہ فولاد ہو جنکی ہیبت سے موم
سوا اسکے تھی ہند کی فوج بھی / شہنشاہ عالم نے چاکر رکھی
نکل فور ہندی بھی قنوج سے / مقابل ہوا شاہ کی فوج سے
پئے کینہ خواہی تھے کید اتمام / نبرد آزمایان جو تھے تمام
یہ پیلان جنگی جو آئے نظر / تو فوج سکندر ہوئی پر خطر
[illegible] / [illegible]
[illegible] / بنایا [illegible] کا اسپ و سوار
وزیر خردمند نے بعد ازاں / کیا ایک تیار گردوں کلاں
ہوا جبکہ میدان میں گردوں [illegible] / ارسطو [illegible]
وہ آتش [illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]

وہیں مردماں نے کیا آشکار | کہ یہ تو پتا نہیں ہے اے نامدار
حکیموں نے اس کو مہیا کیا | یہ اسباب ہے رزم و پیکار کا
حقیقت کی اسکی فوراً زینہار | نہ واقف تھے از بسکہ ہندی سوار
ہوئے سوئے گردوں حملہ کناں | نہ ہرگز کیا دل میں کچھ خوف جان
ادہر سے جوانوں نے یکبارگی | عقب سے جو گردوں کو آگ دی
جو پھر سر بسر نفط روشن ہوئی | زمیں یک قلم مثل گلخن ہوئی
سواران ہندی و پیلان مست | گریزاں ہوئے کھا کے یکسر شکست
فراہم ہوئے کرکے پھر فوج کو | سپہدار ہندی ہوا رزم جو
رہا شام تک گرم بازار جنگ | سر و سینہ تھا وقت تیغ و خدنگ
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شب | دلیراں گئے پھر سوئے خیمہ سب
سحرگاہ پھر فور جنگی سوار | سپہ لیکے آیا پئے کارزار
سکندر نے اسکو یہ بھیجا پیام | کہ تو ہے شجاعت میں مشہور عام
ادہر تو ہے جنگ آور و پہلواں | ادہر میں ہوں مرد دلیر و جواں
ہزاراں سواران پیکار جو | ہوئے کشتہ و خستہ کل ہر دو سو
جو ہر فوج ہو گرم بازار کیں | تو ہوتے ہلاک ایک عالم وہیں
بس اب سوچئے اپنے دل میں ذرا | کہ ضائع ہوں کیوں بندگان خدا
مناسب ہے یہ اے شہ سرفراز | کہ ہم تم ہوں تنہا ہم رزم ساز
کرے جسکو میداں میں فیروز بخت | وہ ہو مالک کشور و تاج و تخت
سپہدار ہندی نے بھیجا جواب | کہ بہتر ہے اے شاہ والا جناب
جدا ہو کے لشکر سے میداں میں آ | کہ تنہا ہوں میں تجھسے جنگ آزما
ادہر سے سکندر بغرّش مثل شیر | ادہر سے گیا فور ہندی دلیر
وہیں کھینچکر فور ہندی نے تیغ | رواں کی سوئے بادشاہ بیدریغ
نہ لیکن ہوئی کارگر زینہار | نگہدار تھا شاہ کا کردگار
کیا شاہ نے جبکہ وقت ستیز | رہا فور پر زخم شمشیر تیز
دو پارا ہوا کتف سے تا کمر | گرا فور ہندی نگوں خاک پر
مظفر ہوا خسرو ارجمند | کہ تھا یار اقبال و بخت بلند
جو تھے نامداران ہندوستان | طلب شہ نے انکو کیا بعد ازاں
دلاسا بہت دیکے اُنسے کہا | کہ اندیشہ مت کیجیو تم ذرا
کروں فور ہندی سے میں بیشتر | مراعات و الطاف ہر ایک پر
حوالے تمہیں کرکے ہندوستان | بسیں گے دگر ہم ہیں یاں سے رواں
یہ سنکر ہوئے سر بسر نامدار | ثناخوان شاہنشہ کامگار
سنبھالے شیریں سے مسرور ہو | وہیں لیگئے قلعے میں شاہ کو
زر و گنج و لعل و گہر وا کیا | نثار خسرو دادگر کو دیا
زبس شہ کرم شاہ نے سربسر | عنایت کیا انکو وہ گنج زر
سہدرک ایک سردار کا نام تھا | کہ سالار تھا فور کی فوج کا
بٹھایا اسے تخت زرکار پر | کیا یعنے قنوج کا تاجور

رفتن سکندر بزیارت مکہ معظمہ و آمدن در مصر و از طرف ملک اندلس رفتن

سکندر جہاندار عالم پناہ | رہا شہر قنوج میں تین ماہ
کسی نے کہا شاہ سے یوں بیاں | بنایا خلیل اللہ نے اک مکاں
کہ کعبہ ہے نام اسکا مشہور عام | پرستشگہ خلق بیت الحرام
زیارت کی سنکر ہوئی آرزو | روانہ ہوا خسرو نامجو
اسماعیل مرد خجستہ سیر | کہ گذرا ہے پیغمبر نامور
نبیرہ تھا اسکا جو نصر قتیب | شریف اس مکاں کا تھا وہ خوش نصیب
سکندر جو پہنچا تو با صد شرف | وہ نصر قتیب استقبال کو آیا [illegible]
سکندر نے نذر و نیاز اسکو دی | بہت سی کی تعظیم و تکریم [illegible]
زیارت کو پھر ساتھ اسکے گیا | پیادہ جہاندار کشورکشا
اسماعیلیاں کا پتہ [illegible] | [illegible]
[illegible]